تاریخ شیر شاہی

از

عباس خاں سروانی

مترجم: مظہر علی خاں ولا

ترتیب و حواشی

از

ڈاکٹر سید معین الحق

ناشر

سلمان اکیڈمی

ق نشان ۔ ۳۰ نیو کراچی ہاؤسنگ سوسائٹی

کراچی ۔ ۵

سلسلہ مطبوعات سلمان اکیڈمی ۲

تاریخ شیر شاہی

تالیف

عباس خاں سروانی

اردو ترجمہ

مظہر علی خاں ولا

ترتیب و حواشی

ڈاکٹر سید معین الحق

سلمان اکیڈمی

حق نشان - ۳۰ نیو کراچی ہاؤسنگ سوسائٹی - کراچی ۵

جملہ حقوق بحق سلمان اکیڈمی محفوظ ہیں۔

سال طباعت ۱۹۶۳ء

بار اول .... ایک ہزار

مطبوعہ .... مشہور آفسٹ پریس کراچی

قیمت .... پانچ روپے صرف

فہرست

	صفحہ نمبر
دیباچہ (مرتب)	
مقدمہ (مرتب)	
پہلا دیباچہ مترجم کا	۳
دوسرا دیباچہ مولف کا	۵
شیر خان کی پیدائش	۹
میاں حسن کو سہسرام کی جائداد ملتی ہے۔	۱۰
میاں حسن اور فرید کے درمیان کدورت۔	۱۱
فرید کا جونپور جانا اور تعلیم حاصل کرنا۔	۱۲
باپ اور بیٹے میں مصالحت۔	۱۳
عدل اور سیاست ملک سے متعلق فرید کے نظریات۔	۱۳
انتظام جاگیر میں فرید کی اصلاحی کوشش	۱۷
مفسدوں اور فتنہ پردازوں کو سزا دینا اور رعایا کی فریاد رسی	۲۲
شیر خان کی سوتیلی ماں اس کے باپ کو بدگمان کرتی ہے۔	۲۳
شیر خان کی انتظام جاگیر سے دست برداری۔	۲۵
شیر خان گھر چھوڑ کر آگرہ کی طرف جاتا ہے۔	۳۰

شیر خان کا قیام آگرہ میں۔ ۳۱
حسن خان کی وفات اور جاگیر کا شیر خاں کے نام منتقل ہونا۔ ۳۴
محمد خان کی فوج شیر خاں کے دستوں کو شکست دے کر جاگیر پر قبضہ کرتی ہے ۳۷
شیر خاں جاگیر پر دوبارہ قبضہ کرتا ہے محمد خاں سے صلح۔ ۳۹
شیر خان بابر کی خدمت اختیار کرتا ہے۔ ۴۰
مغلوں کو ہندوستان سے نکالنے کا خیال اور اس کا اظہار۔ ۴۱
بابر کو شیر خاں کی طرف سے اندیشہ۔ ۴۲
شیر خان کا ملازمت چھوڑ کر جان کے خوف سے بھاگنا۔ ۴۴
بہار کی حکومت پر قبضہ شاہ بنگال کی فوج پر شیر خان کی فتح۔ ۴۴
لوحانیوں کی شیر خاں کے خلاف سازش اور ناکامیابی۔ ۴۷
شیر خاں کی عرضداشت ۴۹
شیر خاں کے مخالف لوحانی امرا کا جلال خاں کو مشورہ۔ ۵۰
جلال خاں کا شاہ بنگال کے پاس جانا بنگال کی فوج کا شیر خان کے مقابلہ میں شکست کھانا۔ ۵۲
شیر خان اور ابراہیم خاں کی جنگ شیر خان کی فتح جلال خاں کا فرار
شیر خان کا بہار پر قبضہ۔ ۵۴
لاڈ ملکہ سے شادی قلعہ چنار پر قبضہ ۵۷
سلطان محمود ۶۰
سلطان محمود کا جونپور پر حملہ۔ ہمایوں سے شکست کھانا۔ ۶۱
قلعہ چنار پر ہمایوں اور شیر شاہ کی جنگ ۶۴
ہمایوں کا گجرات پر حملہ شیر شاہ کا اپنی قوت بڑھانا ۶۶

شیر خاں کا بنگالہ پر قبضہ ہمایوں اور شیر شاہ کی پہلی جنگ ۷۰
ہمایوں کا بنگالہ پر حملہ، فتح چنار ۷۱
گوڑ پر قبضہ ۷۴
کیا شیر شاہ نے راجہ رہتاس کو دھوکہ دیا۔؟ ۷۵
ہمایوں کا بنگالہ پر حملہ ۷۶
سلطان محمود شاہ بنگالہ کا ہمایوں کی خدمت میں حاضر ہونا۔ ۷۷
ہمایوں کا گوڑ پر قبضہ ۱۵۳۸ء ۸۲
ہمایوں کی بنگالہ سے واپسی ۸۴
شیر خاں لڑائی کی تیاری کرتا ہے۔ ۸۵
چوسہ کی لڑائی جون ۱۵۳۹ء ۹۰
شیر شاہ کا بادشاہ ہونا۔ ۹۴
ہمایوں کا تعاقب شیر شاہ مغلیہ سلطنت کے علاقوں پر قبضہ کرتا ہے۔ ۹۴
ہمایوں اور شیر شاہ کی دوسری جنگ ۱۵۴۰ء ۹۶
دیگر فتوحات ۱۰۲
ہمایوں کا تعاقب ۱۰۲
بیرم خاں کی گرفتاری اور رہائی ۱۰۴
مسند عالی عیسیٰ خان سلطان پور کی جنگ مغلوں کی شکست اور ہمایوں کا سندھ کی طرف جانا۔ ۱۰۷
شیر شاہ کا لنہ پر قبضہ ۱۰۸
عباس خاں سروانی اور اس کے اجداد ۱۰۹
رہتاس قلعہ کی تعمیر ۱۱۲

فتح مالوہ و وسط ہند ۱۱۳
ملوخاں کی فراری ۱۱۴
نصیر خاں اور شجاعت خاں کی جنگ ۱۱۶
ملوخاں اور شجاعت خاں کی جنگ ۱۱۷
شیر شاہ کا مالوے میں دوبارہ آنا ۱۱۷
رائے سین پر قبضہ اور پورن مل کا قتل ۱۲۱
مالوے پر حملہ ۱۲۳
کالنجر کا محاصرہ ۱۲۶
شیر خاں کی موت ۱۲۸
دینی احکام کی پابندی ۱۳۱
شیر شاہ کا نظام الاوقات ۱۳۲
عدل وانصاف ۱۳۲
شیر شاہ خود معاملات پر توجہ دیتا اور اس کو ضروری سمجھتا تھا ۱۳۴
شیر شاہ کی اصلاحات ۱۳۵
زرعی اصلاحات ۱۳۷
فوجی انتظام اور اہم تقررات ۱۳۸
شاہراہوں وغیرہ کی تعمیر اور مرمت، سرائیں۔ ۱۴۰
انسداد جرائم اور قیام امن کے لئے اقدامات ۱۴۲
سخاوت واحسان ۱۴۶
مدد معاش ۱۴۷
پٹھان نوازی ۱۴۷

خبر رسانی ۱۴۷

انصاف پروری کی مثال ۱۴۸

پٹھانوں میں شیر شاہ کی مقبولیت اور اثر۔ ۱۵۱

دیباچہ

تاریخ شیر شاہی کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر ہیں نے یہ ارادہ کیا کہ اس کا اردو ترجمہ جو انیسویں صدی کے شروع میں مظہر علی خاں ولاؔ نے کیا تھا، شائع کیا جائے، اصل فارسی کے مقابلہ میں یہ ترجمہ شایع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اب ضرورت ہے کہ اردو میں وہ کتابیں منتقل کی جائیں، جو طلبا اور تحقیق کرنے والوں کے لئے ناگزیر ہیں، شیر شاہ کی حیات پر اس وقت انگریزی میں پروفیسر قانون گو کی کتاب شیر شاہ اور اردو میں سید احمد مرتضیٰ کی صولت شیر شاہی موجود ہیں، لیکن تاریخ کے سنجیدہ طلبا کی تشنگی اس وقت تک قائم رہتی ہے جب تک کہ معاصر ماخذ سے وہ براہ راست فائدہ نہ اٹھا سکیں اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ تاریخ شیر شاہی کا یہ ترجمہ مفید ثابت ہوگا۔

متن کے ساتھ کہیں کہیں نوٹس دے دیئے گئے ہیں، لیکن نفس مضمون یعنی شیر شاہ کے عہد حکومت سے متعلق زیادہ تفصیلی حاشئے نہیں لکھے گئے ہیں۔

ترجمہ کا جو نسخہ اس وقت شایع کیا جا رہا ہے، خود مترجم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

سید معین الحق

فروری ۱۹۶۳ء

مقدمہ

ایک خوبصورت اور دیرپا عمارت کی تعمیر و تکمیل کے لئے ایک شخص نقشہ تیار کرتا ہے اور اس کے بعد اس کی بنیادیں قائم کرتا ہے لیکن جب وہ دیواریں اٹھانا شروع کر دیتا ہے تو قضائے ناگہانی اس کی زندگی کے چراغ کو گل کر دیتی ہے، عمارت یوں ہی نامکمل رہ جاتی ہے، کچھ عرصہ بعد ایک دوسرا شخص اس قطعہ کی ملکیت حاصل کرتا ہے جس میں یہ نامکمل عمارت بنائی گئی تھی، اور تعمیر کا کام دوبارہ شروع کرتا ہے دیواریں مکمل کرتا ہے، اس پر چھت ڈالتا ہے، دروازے وغیرہ لگواتا ہے اور ضروری تزئین کا کام بھی کراتا ہے، عمارت مکمل ہونے پر اس میں رہائش اختیار کرتا ہے۔ اس کے بعد اس کی اولاد اس عمارت میں اضافے کرتی ہے اور ضروری ترمیمات سے اس کو بہتر اور زیادہ مضبوط بنا دیتی ہے اب یہ کہنا بہت مشکل ہوگا کہ ان دونوں میں حقیقی "معمار" کون تھا، وہ جس نے عمارت کا نقشہ تیار کیا۔ بنیادیں قائم کیں اور دیواریں اٹھائیں یا وہ جس نے اس کی تکمیل کی، جہاں تک مغلیہ سلطنت کے نظم و نسق کا تعلق ہے یہی کیفیت شیر شاہ اور اکبر کی کارگذاری اور اصلاحات کی ہے۔ ایک حقیقت پسند اور غیر متعصب مورخ کے لئے یہ آسان نہیں کہ وہ شیر شاہ اور اکبر کے کارناموں کو ترازو کے پلڑوں میں تول کر دونوں کی کارکردگی کا حصہ قطعی طور پر متعین کر سکے یہی سبب ہے کہ مورخوں میں اس مسئلہ پر ہمیشہ اختلاف رائے رہا ہے (اور آئندہ بھی رہے گا) کہ آیا مغلیہ سلطنت کا نظم و نسق بڑی حد تک ان ہی بنیادوں پر قائم کیا گیا جو شیر شاہ نے رکھی تھیں یا عمارت کی ساری تکمیل مغل حکمرانوں نے کی۔ ہم اس موقعہ پر اس بحث کی تفصیلات پیش کرنا نہیں چاہتے لیکن یہ اشارہ ضرور کریں گے کہ دور اکبری کے مورخوں کا یہ

رویہ صحیح نہیں کہ تمام اصلاحات اور خوبیوں کا سہرا مغلوں ہی کے سر باندھا جائے۔ اور نہ بعض عقیدت مندان شیر شاہ کا یہ بیان قابل قبول ہے کہ "آئین اکبری اسی (شیر شاہ) کے وضع کردہ قوانین کا دوسرا نام ہے"[1]۔ اس موقع پر ہم اس پر اکتفا کریں گے کہ شیر شاہ کی چند بنیادی اصلاحات کی طرف اشارہ کر دیں، تاریخ کا طالب علم اس کا تفصیلی مطالعہ خود کر سکتا ہے۔

سلاطین دہلی نے برصغیر کے اکثر علاقوں پر تین سو سال سے زیادہ حکومت کی، ان میں سے بعض نہایت ہوشیار اور قابل تھے (مثلاً سلطان شمس الدین ایلتتمش، بلبن، علاء الدین خلجی، تغلق خاندان کے پہلے تین سلطان اور سکندر لودھی) انہوں نے نظم و نسق کی مشینری کو بہتر بنانے میں نمایاں حصہ لیا۔ برصغیر کے مخصوص حالات میں یہاں کی حکومت کے سامنے اہم ترین مسئلہ زرعی اصلاحات کا تھا، کیوں کہ اس زمانہ میں زرعی لگان سے وصول شدہ رقوم ہی حکومت کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ تھیں، مسلم حکمرانوں کے لئے یہ نہایت پیچیدہ مسئلہ تھا، ان کے ساتھ جن علاقوں کی روایات آئی تھیں وہاں کے حالات بڑی حد تک یہاں سے مختلف تھے، اس کے علاوہ ان لوگوں کو شریعت اسلامی کی حدود میں رہ کر اپنی پالیسیوں کا متعین کرنا ضروری تھا، ہم کو اعتراف کرنا پڑے گا کہ باوجود ان مشکلات کے علاء الدین، غیاث الدین تغلق اور اس کے بیٹے محمد بن تغلق اور آخر الذکر کے جانشین فیروز شاہ نے نظم و نسق کی بنیاد خاصی مضبوط کر دی تھیں۔ فیروز شاہ کے بعد اس مشین کے پرزے ڈھیلے یقیناً ہو گئے مگر وہ پھر بھی کام کر رہی تھی، بابر کی فتوحات نے انتظامیہ میں نئے عناصر شامل کئے، لیکن اس میں بنیادی طور پر کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی، شیر شاہ نے جب عنان حکومت ہاتھ میں لی تو اس نے محسوس کیا کہ نظام حکمرانی کے تقریباً ہر شعبہ میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ یہاں ان اصلاحات کے بعض پہلوؤں کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے!

ملکی و مالی اصلاحات ۱۵۴۰ء میں ہمایوں کی شکست کے بعد شیر شاہ کی حکومت شمالی برصغیر کے بہت بڑے حصے پر قائم ہو گئی تھی، اس نے اس وسیع علاقے کو سینتالیس (۴۷) حصوں میں تقسیم کیا

---

[1] سید احمد مرتضیٰ۔ صولت شیر شاہی (علیگڈھ، ۱۹۳۴ء) ص ۸۵

ان کو صوبے کہنا غلط ہے۔ صوبہ کی اصطلاح اور اس کا مخصوص تخیل مغلیہ دور کی پیداوار ہے، انتظامیہ کی سب سے نیچی اہم یونٹ پرگنہ تھی، شیر شاہ کی سلطنت میں ایک لاکھ سولہ ہزار پرگنے تھے، پرگنہ کی اصطلاح بھی شیر شاہ سے پہلے موجود تھی، اس کے بعد سرکار اور شق تھے۔ تاریخوں میں شق کا لفظ بھی چودھویں صدی میں ملتا ہے، اگرچہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اصطلاح دیرپا نہ تھی اور سرکار کا لفظ زیادہ معروف ہوگیا، بہرحال شیر شاہ کے زمانہ میں سرکار کی اہمیت بہت زیادہ تھی، مغلوں نے جب ملک کو صوبوں میں تقسیم کیا تو سرکار نے ضلع کی حیثیت اختیار کر لی۔ اس وقت سے آج تک برصغیر میں سرکار یا ضلع انتظامیہ کا بہت اہم عنصر رہا ہے۔ اس مختصر بیان سے یہ معلوم ہوگا کہ ملک کی تقسیم اس قسم کے علاقوں میں پہلے حکمرانوں نے بھی کی تھی، لیکن شیر شاہ نے حکومت کو بہتر بنانے کے لئے بعض نئے عہدہ دار اور ان کے فرائض کی حدود باقاعدہ مقرر کیں، پرگنہ میں حکومت کے جو عمال مقرر کئے جاتے تھے ان میں شقدار سب سے زیادہ اہم تھا، پرگنہ کا عمومی نظم اسی کے ہاتھ میں تھا، اس کے علاوہ امین یا منصف[18] ہوتا تھا جس کے فرائض میں یہ داخل تھا کہ وہ فصلوں وغیرہ کا معائنہ کرتا رہے اور حکومت کی مالگذاری اور خراج کی وصولیابی کی دیکھ بھال کرے۔ پرگنہ میں ایک خزانچی بھی ہوتا تھا جس کے عہدے کا نام فوطہ دار تھا، کارکن یعنی فارسی نویس اور ہندی نویس حساب دونوں زبانوں میں لکھتے تھے۔ قانون گو کے پاس مالگذاری کے متعلق وہ کاغذات ہوتے جن کے اندراجات سے پچھلے سالوں کی کیفیت معلوم ہوسکے۔

---

۱۸. شیر شاہ سے پہلے اس عہدہ دار کو مشرف کہتے تھے، ڈاکٹر قریشی کا یہ خیال صحیح ہے کہ مشرف کی جگہ اس عہدہ دار کو امین یا منصف کا لقب دینا ظاہر کرتا ہے کہ شیر شاہ کے ذہن میں یہ نہیں تھا کہ وہ حکومت کے لئے زیادہ سے زیادہ رقم وصول کرے، بلکہ وہ چاہتا تھا کہ حکومت اور کاشتکار کے درمیان معاملات انصاف کی بنیاد پر طے ہوں، اسی سبب سے اس عہدہ کا نام منصف اور امین کہا گیا۔ دیکھو ڈاکٹر آئی۔ ایچ قریشی۔ دی ایڈمنسٹریشن آف دی سلطنت آف دی دہلی (مطبوعہ۔ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی۔ ۱۹۵۸ء) صد ۲۰۹

ذرائع سفر و رسل و رسائل شیر شاہ کا ایک عظیم الشان کارنامہ سڑکیں بنوا کر ذرائع نقل و حمل اور رسل و رسائل کو وسعت دینا تھا، قرون وسطیٰ میں مسافروں کو جن مصائب سے دوچار ہونا پڑتا تھا، ان کا اندازہ آج کل مشکل ہی سے لگایا جا سکتا ہے۔ اچھی سڑکوں کی موجودگی کے علاوہ مسافروں کے جان و مال کی حفاظت کا مسئلہ بھی خاصا مشکل تھا، شیر شاہ کو اس کی اہمیت کا پورا اندازہ تھا، مسافروں کے لئے سہولتیں مہیا کرنا خود بادشاہ کے لئے بھی مفید تھا، کہا جاتا ہے کہ اس سلسلے میں وہ یہ شعر پڑھا کرتا تھا!

بزرگان مسافر بجان پرورند　　　　که نام نکو یش به عالم برند

یوں تو سڑکیں اور راستے، پہلے حکمرانوں نے بھی بنوائے تھے[1] مگر جس پیمانہ پر یہ اصلاح شیر شاہ کے زمانہ میں ہوئی، اس کی مثال ہم کو اس سے پیشتر تاریخ برصغیر میں نہیں ملتی۔ اس کارنامہ کی اہمیت اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس کی مدت حکمرانی صرف پانچ سال تھی، شیر شاہ کی سب سے بڑی اور اہم سڑک شمال مغربی علاقہ میں دریائے سندھ کے کنارے سے مشرقی بنگال میں سنار گاؤں تک تھی، بدایونی کے قول کے مطابق یہ راستہ چار مہینہ میں طے کیا جاتا تھا، دوسری سڑک آگرہ سے شروع ہو کر مالوہ میں گذرتی ہوئی برہانپور تک پہنچتی تھی، تیسری سڑک آگرہ کو چتوڑ سے اور چوتھی ملتان کو لاہور سے ملاتی تھی، ان سڑکوں کی ایک ظاہری اہمیت تو یہی تھی کہ برصغیر کے ان دور دراز علاقوں میں جن کے درمیان طویل فاصلے تھے ان سڑکوں کی تعمیر سے تجارتی اور ثقافتی تعلقات زیادہ بہتر ہو گئے ہوں گے، اس کا اندازہ ہم اس وقت لگا سکتے ہیں جب ذہن میں یہ بات بھی رکھیں کہ تعمیر سڑک کے علاوہ شیر شاہ نے مسافر کے لئے اور کیا سہولتیں مہیا کی تھیں ان سڑکوں پر تقریباً ہر دو میل (یک کروہ) پر ایک سرائے بنوائی گئی تھی، جہاں ہر مسافر چند روز حکومت کا مہمان ہو کر قیام کر سکتا تھا،

---

[1] مثلاً ابن بطوطہ نے دہلی اور دولت آباد کے درمیان راستہ (الطریق بینہما) کا ذکر کیا ہے جس کے دونوں طرف بید مجنوں کے اور قسم قسم کے درخت لگے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسافر ایک باغ میں چلا جا رہا ہے۔ رحلہ ابن بطوطہ (مطبوعہ مصر ۱۹۳۸ء) جلد ثانی ص ۲۵

چونکہ اہل ہنود مسلمانوں کے ساتھ کھانا وغیرہ نہیں کھا سکتے تھے، اس لئے شیر شاہ کی حکومت نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے کھانے کے لئے کھانے پینے کا علٰحدہ علٰحدہ انتظام کیا تھا۔ سرائے کے دو دروازے ہوتے تھے، ایک پر مسلمانوں کے لئے اور دوسرے پر ہندوؤں کے لئے پانی کا انتظام کیا جاتا تھا۔ مسلمانوں کے لئے سفر میں بھی نماز کی پابندی لازمی ہے، اس لئے ایک چھوٹی سی مسجد اور اس کے ساتھ کنواں بھی بنوایا گیا تھا، مسافروں کے قیام و طعام کی ضروریات مہیا کرنے کا کافی انتظام تھا اور اس کے لئے ضروری اسٹاف رکھا گیا تھا۔ سڑکوں کے دونوں جانب تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر سایہ دار اور پھل والے درخت لگا دیئے گئے تھے (بقول فرشتہ "از قسم کھرنی و جامون وغیرہ") راستوں کو محفوظ بنانے میں معلوم ہوتا ہے کہ شیر شاہ مکمل طریقہ پر کامیاب ہو گیا تھا:۔

بدایونی نے اس کی شہادت ان الفاظ میں دی ہے:

"پیرزالے طبق زریں بدست گرفتہ ہر جاکہ می خواست خواب می کرد و ہیچ دزدے و مفسدے را یارائے برداشتن آن نبود"

فرشتہ نے اس بیان کی تصدیق کی ہے۔

ڈاک کا انتظام شیر شاہ نے سرائے میں ڈاک چوکیاں بھی بنوائی تھیں، نظم حکومت کی کامیابی کے لئے رسل و رسائل کا خاطر خواہ انتظام بہت ضروری ہے۔ مسلم فاتحین اپنے ساتھ اس سلسلہ میں بہت عمدہ روایات لائے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ سالانہ حج کی فرضیت اور "سیروا فی الارض" کے خداوندی ارشاد نے مسلمانوں میں مسافرت اور سیاحی کا بہت اعلیٰ ذوق پیدا کر دیا تھا، ہمارے مشہور مورخوں اور جغرافیہ نویسوں میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہوں نے معلومات فراہم کرنے کے شوق میں سفر کئے اور جمع حدیث کے سلسلہ میں محدثین نے جو مشقتیں سفر کی برداشت کی ہیں، ان کو تو وہ لوگ عمل صالح کا درجہ دیتے تھے۔ سفر کے ساتھ سڑکوں کی تعمیر اور رسل و رسائل کے ذرائع کو ترقی دینے کا کام بھی جاری رہا۔ خود برصغیر کے متعلق ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ اس ملک میں خبر رسانی کا انتظام بہت بہتر ہے۔ اس نے ڈاک پہنچانے کے مختلف طریقوں کا بھی ذکر کیا ہے، یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ تغلق سلطنت کے

زوال کے بعد ان انتظامات میں خلل واقع ہو گیا ہو گا۔ بہر حال شیر شاہ نے اس کا از سر نو انتظام کیا اس مقصد کے لئے ہر سرائے میں دو سوار متعین کئے جاتے تھے جن کے ذریعے ڈاک بھیجی جاتی تھی فرشتہ نے ان ڈاک کی چوکیوں کا ذکر کیا ہے اور بتلایا ہے کہ سندھ اور بنگال کے دور دراز علاقوں سے اس کو روزانہ رپورٹیں ملتی تھیں۔

فوجی نظام شیر شاہ کی فوج یقیناً نہایت منظم اور تربیت یافتہ تھی، اس کا ثبوت ہم کو اس سے ملتا ہے کہ اس نے وسیع فتوحات حاصل کیں، فوج کے دو حصے تھے، ایک حصہ تو ان پرگنوں اور شہروں میں رکھا جاتا تھا۔ جو دفاع وغیرہ کے نقطہ نظر سے اہم تھے، اور دوسرا حصہ خود اس کی نگرانی میں مرکز میں رہتا تھا، آخر الذکر کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سواروں اور پچیس ہزار پیادوں پر مشتمل تھی، یہ تعداد خاصی بڑی ہے اور مغلوں کی مرکزی فوج سے کہیں زیادہ ہے۔ اس سلسلہ میں یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ مغل اپنی مرکزی فوج کے علاوہ منصب داروں کے تحت فوج کا بہت بڑا حصہ رکھتے تھے۔ فوج کی تربیت، سواروں اور دیگر ملازموں کی بھرتی اور اس سے متعلق دوسرے امور میں، شیر شاہ ذاتی دلچسپی لیتا تھا، اس کی فوجی اصلاحات میں قانون داغ کا ذکر خاص طور پر کیا جاسکتا ہے، امراء جن کی سپردگی میں فوج کے دستے رکھے جاتے تھے، اکثر بے ایمانی کرتے یعنی جس قدر تعداد ان کے کاغذات میں درج ہوتی اور جس کے لئے وہ حکومت سے رقم وصول کرتے، حقیقتاً وہ اس سے کم سپاہ رکھتے تھے اور اس طرح کافی روپیہ بچا لیتے، اس کے علاوہ عمدہ قسم کے قیمتی گھوڑے جو ان کو دیئے جاتے وہ فروخت کر کے معمولی اور کم قیمت جانور رکھتے تھے۔ معاینہ کے وقت الٹی سیدھی بھرتی کر کے اور دوسرے ناجائز طریقوں سے کام لے کر حکومت کے مطالبات پورے کر دیتے۔ سرداران فوج کی یہ حرکتیں نئی نہ تھیں، بلکہ اس سے پیشتر بھی سلاطین کو یہ دقت پیش آتی تھی، سلطان علاء الدین خلجی نے اس کا حل یہ نکالا تھا کہ گھوڑوں کو داغ دیا جائے۔ اس سلطان کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس طریقہ کو ترک کر دیا گیا تھا۔ بہر حال شیر شاہ نے اس کو پھر جاری کیا اور اس پر بڑی پابندی سے عمل کیا۔ سپاہیوں کا حلیہ بھی جس کو چہرہ کہا جاتا تھا، لکھا جاتا تھا، شیر شاہ کی فوج میں سوار اور پیادہ دستوں کے علاوہ پانچ ہزار

حامی بھی تھے۔

شیر شاہ کی انتظامی اصلاحات پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے، اور بعض جدید تاریخوں میں کافی تفصیلات بیان بھی کی گئی ہیں، لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ یہاں جو مختصر اشارات اس کے بعض اقدامات کے متعلق کئے گئے ہیں وہ یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی ہیں کہ وہ تاریخ کے مشہور منتظمین اور سیاست دانوں کی صف اول میں جگہ پانے کا مستحق ہے۔ ایک پہلو اس کی عملی سیاست کا اور قابل ذکر ہے، شیر شاہ اپنی معدلت گستری کے لئے مشہور ہے، بدایونی نے تو اس کی انصاف پسندی پر اتنا زور دیا ہے کہ وہ اپنی تاریخ میں اس بات پر فخر کرتا ہے کہ اس کی ولادت شیر شاہ جیسے انصاف پرور بادشاہ کے عہد میں ہوئی، اور اس سلسلہ میں رسول اللہ کے اس ارشاد گرامی کا حوالہ دیتا ہے جس میں آپ نے ایک عادل بادشاہ کے زمانہ میں اپنی ولادت کا ذکر کیا ہے، شیر شاہ کی انصاف پسندی کسی مخصوص طبقہ یا مذہب کے لئے نہ تھی، بلکہ اس کی نظر میں ہر شخص برابر تھا اور حکومت سے انصاف طلب کر سکتا تھا۔ ساتھ ہی یہ بتلانا بھی ضروری ہے کہ اس نے اپنے نظام حکومت بالخصوص عدلیہ کو شرعی بنیادوں پر قائم کرنے کی پوری کوشش کی اور اس میں وہ کامیاب بھی ہوگیا، ہماری تاریخ حکمرانی کا یہ ایک اہم نکتہ ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس دور میں ہندوؤں اور مسلمانوں پر حکومت کے لئے انصاف پسندی کے اصولوں کی پابندی اوسی صورت میں ہو سکتی تھی کہ شریعت کے قوانین سے علٰحدگی اختیار کی جائے، اسی بنیاد پر یہ لوگ اکبر کی پالیسیوں کی تعریف کرتے ہیں، لیکن اگر ہم واقعات کا گہرا مطالعہ کریں تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ شیر شاہ کا یہ تجربہ کامیاب ثابت ہوا کہ شریعت کی بنیادوں پر قائم کیا جانے والا نظم حکومت برصغیر میں مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کے لئے بھی اطمینان بخش ثابت ہو سکتا تھا۔ غیر مسلموں کو حقوق دینے اور ان کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرنے کے لئے یہ ضروری نہ تھا کہ نظم ونسق کو شریعت کی پابندیوں سے آزاد کیا جائے۔

شیر شاہ اور ہمایوں کی جنگ اور آخر الذکر کی شکست نے پٹھان، مغل مسئلہ کو جس کی ابتدا پانی پت کی پہلی لڑائی سے ہوئی تھی، اور زیادہ اہم بنا دیا تھا مغلوں کے ذہن پر اس شکست اور تحقیر کا جو اثر ہوا تھا اس کے زائل ہونے کے لئے ایک عرصہ دراز درکار تھا، یہ تو ظاہر تھا کہ لودھیوں کے زمانہ سے شمالی برصغیر کے

اُن علاقوں میں جہاں ان کی حکومت قائم تھی، پٹھان زمیندار اور سردار کافی تعداد میں موجود تھے۔ چنانچہ ۱۵۵۵ء میں ہمایوں کی فتوحات کے نتیجہ میں مغلیہ اقتدار تو قائم ہوگیا تھا لیکن پٹھانوں کی طرف سے خطرہ موجود تھا، یہی سبب ہے کہ پانی پت کی دوسری جنگ (۱۵۵۶ء) پہلی لڑائی سے اپنے دوررس نتائج کی بنار پر زیادہ اہم کہی جاسکتی ہے لیکن کہ یہ حقیقت ہے کہ ہیمو کی شکست کے بعد ہی مغلیہ اقتدار کو کچھ استقامت حاصل ہوئی۔ ان واقعات کی موجودگی میں مغلیہ حکومت کے دور اول کا ماحول، شیر شاہ کی شخصیت اور کارناموں کی قدردانی وستائش کے لئے کسی طرح ہمت افزا نہیں ہوسکتا تھا۔ اکبر کے عہد کی انتظامی اصلاحات، بالخصوص لگان و مالگذاری سے متعلق جو تبدیلیاں کی جارہی تھیں ان میں سے اکثر ایسی تھیں جن کی داغ بیل شیر شاہ ڈال چکا تھا اگر اس کی اصلاحات کو اپنی اصلی کیفیت کے ساتھ شہرت دی جاتی تو ابوالفضل وغیرہ کی وہ منظم کوشش جس کے ذریعہ اکبر کو مافوق البشر حیثیت دینے کی منزلیں طے کی جارہی تھیں، بڑی حد تک ناکامیاب ہوجاتی، یہاں تو حقائق پر ادبیت اور لفاظی کا مکمل پلاسٹر چڑھا کر یہ امیدیں کی جارہی تھیں کہ آنے والی نسلوں کے تیز نگاہ اس کے پار ہرگز نہ ہوسکیں گے۔ کیا یہ امر مضحکہ انگیز نہیں کہ ابوالفضل اپنے مرشد وہادی کی زبان سے کہلوائے کہ خدا کا شکر ہے کہ اس کے امرار و وزرار میں کوئی دانا شخص موجود نہ تھا ورنہ لوگ بادشاہ کی ساری کارگذاریوں کا سہرا اسی کے سر باندھتے، غور کیجئے کہ یہ خیال اس بادشاہ کا ہے جس کے نورتن کو صرف افسانوں ہی میں جگہ نہیں ملی ہے بلکہ جس کے درباریوں اور خدمت گذاروں میں مظفر خان تربتی اور ٹوڈرمل جیسے ماہر دیوان اور لاتعداد فوجی اور دوسرے افسر شامل تھے جنہوں نے متعدد لڑائیوں میں فتوحات حاصل کرکے مغلیہ سلطنت کو وسعت دی اور اس کے نظام حکمرانی کو ایک اعلیٰ معیار تک پہنچایا، اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی نہ بھولئے کہ اسی علامہ روزگار کے ادبی خزانوں سے جو خطابات شیر شاہ یا اس کے قول کے مطابق (عرف) شیر خان کو عطا ہوئے ہیں وہ عیار، مکار، نیرنگ ساز، روباہ باز، سیہ بخت، تباہ روزگار وغیرہ ہیں۔ رفتہ رفتہ اکبر کی سلطنت کا ماحول کچھ ایسا ہوگیا کہ اکثر صحیح باتوں کو چھپانا ضروری خیال کیا جاتا تھا، ملا عبدالقادر بدایونی باوجودیکہ وہ دربار سے منسلک تھے، اپنی منتخب التواریخ کو اکبر کی زندگی میں شائع نہ کرسکے۔

اکبر کے تاریخ نویس (ابوالفضل) اور ملک الشعرار (فیضی) کے متعلق جو بھی رائے قائم کی جائے،

(اور یہ یقینی امر ہے کہ ان کے متعلق مورخوں میں ہمیشہ اختلاف رائے رہے گا) اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خود اکبر کی شخصیت بعض حیثیتوں سے نہایت ممتاز ہے، اس کے بہت سے کارنامے ایسے ہیں کہ ان کی بدولت وہ اس دوامی شہرت کا قطعی طور پر مستحق ہے جس کا ذکر تاریخ کی اکثر کتابوں میں موجود ہے۔ اس کے ان کارناموں میں جن کی عظمت دکمل کا اعتراف ہر شخص کو کرنا پڑتا ہے علم وفن کی سرپرستی ہے۔ یہاں یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ ایک ہوشیار حکمران علم ادب کی سرپرستی کرتے ہوئے سیاسی مقاصد کی بھی تکمیل کر سکتا تھا۔ ہم کو معلوم ہے کہ اکبر نے سرکاری تاریخ نویسی کا سلسلہ شروع کیا اور یہ سلسلہ عالمگیر کے ابتدائی دور تک قائم رہا۔ اکبر نامہ، اقبالنامہ جہانگیری، شاہ جہاں نامہ اور عالمگیر نامہ (پہلے دس سال کی تاریخ) اسی اقدام کے نتائج ہیں۔ ان مفصل تواریخ کی افادیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، لیکن حق نمک خواری ادا کرنے کے جوش میں انکے مصنف اس حد تک بڑھ گئے ہیں کہ اپنے حکمرانوں کی تصویروں کو بگاڑ کر انہوں نے کارٹون بنا دیے ہیں، عالمگیر نے یہ خطرہ محسوس کیا کہ سرکاری تاریخ نویس تاریخی واقعات پر ملمع سازی کر رہے ہیں، چنانچہ، دس سال کی اپنی تاریخ یعنی عالمگیر نامہ کو دیکھنے کے بعد اس نے اس سلسلہ کو ختم کر دیا، بعض متعصب اور تنگ نظر مصنفین نے اس اقدام کی یہ توضیح کی کہ عالمگیر ڈرتا تھا کہ کہیں اس کے گناہوں کا دستاویزی ثبوت آئندہ نسلوں کے ہاتھ آجائے، یہ لوگ تعصب سے اس قدر متاثر ہو جاتے ہیں کہ دل نہیں چاہتا کہ سرکاری تاریخ نویس تو بادشاہ کی کمزوریوں کو بہترین اصلاحات کے لباس میں پیش کر رہا تھا۔

تاریخ شیر شاہی اکبر کی علم پروری کے متعدد واقعات میں ایک تاریخ شیر شاہی کی تصنیف ہے پچیس سال میں مغلیہ سلطنت بہت وسیع ہو گئی تھی۔ حکومت میں استواری اور اعتماد پیدا ہو چکا تھا، چھوٹی بغاوتوں کے علاوہ مخالفین کی دو منظم اور خطرناک کوششیں ناکام ہو چکی تھیں۔ باغی سرداروں کی سرکوبی کے بعد ایک نیا دین وجود میں لانے کا تجربہ بھی کیا جا رہا تھا، مسلم رہنماؤں نے ہاتھ پیر مارنے کی کوشش ضرور کی تھی لیکن مختلف طریقوں سے ان پر کامیابی حاصل کر لی گئی تھی، غرضکہ اب مطلع صاف تھا اور شعر شاعری یا سنسکرت کے کلاسیکی کارناموں کے ترجموں کے ساتھ تاریخ نویسی کا سلسلہ بھی شروع کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ حکومت کے ایک واقعہ نویس عباس خان سروانی کو جو شیر شاہ کے خاندان سے قرابت کا تعلق رکھتا تھا، ہدایت کی گئی کہ وہ پٹھانوں کی تاریخ

تیار کرے۔ تیقن کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ عباس خان نے یہ کتاب کس سن میں لکھی لیکن چونکہ مولف نے ۹۸۷ھ (۱۵۷۹ء) کا ذکر اس میں کیا ہے، اس لئے اس کے بعد ہی کسی تاریخ میں لکھی گئی ہو گی۔

عباس خان کا تعلق ایک اونچے پٹھان خاندان سے ضرور تھا، لیکن اکبر کے عہد میں خود اسکی حیثیت بہت زیادہ بلند نہ تھی، اس کو پانچ سو سوار کا منصب مل گیا تھا، بعد میں وہ اس سے بھی محروم کر دیا گیا اور ارادہ کر رہا تھا کہ اپنے اجداد کے ملک کو واپس چلا جائے۔ مگر خانخانان نے اس کی مدد کی اور دو سو روپیہ ماہانہ کا انتظام ہو گیا۔ چنانچہ تاریخ شیر شاہی کا مصنف نہیں ٹھہر گیا۔

تاریخ شیر شاہی، شیر شاہ کی پہلی تاریخ ہے اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کی وفات کے پینتیس، چالیس سال بعد لکھی گئی۔ اس وقت تک بعض وہ لوگ بقید حیات تھے جنہوں نے شیر شاہ کی فتوحات یا انتظام سلطنت میں حصہ لیا تھا، ایسے لوگ بھی کافی تعداد میں موجود تھے جو اس عہد کے واقعات کی چشم دید گواہی دے سکتے تھے۔ عباس خان نے ان ہی کے بیانات اور شہادت پر اپنی تاریخ تیار کی۔ عباس خان کے بیانات قابل اعتماد ہیں، کیوں کہ اس کو معلومات بہم پہنچانے والے درجہ اول کے شاہد ہیں، یا تو انہوں نے خود ان واقعات میں حصہ لیا ہے جو وہ بیان کرتے ہیں یا دوسرے عینی شاہدوں سے معلومات حاصل کر کے عباس خاں تک پہنچائی ہیں۔ عباس خان نے واقعات اور معلومات کی فراہمی میں بہت احتیاط سے کام لیا ہے، مبالغہ آمیز بیانات کی تو اس کے لئے زیادہ گنجائش تھی ہی نہیں، اگر وہ بے جا تعریف کی خاطر غلط بیانی کرتا یا واقعات کو کسی خاص رنگ میں پیش کرتا تو یقیناً اس کو مغل شہنشاہ کے سامنے جواب وہی کرنا پڑتی اس لحاظ سے عباس خاں کی کتاب اہم ہے کہ اس کے اکثر و بیشتر بیانات مبالغہ اور تصنع سے مبرا ہیں، تاریخ کے طالب علم کی نظر میں ایسے بیانات کی وقعت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ کتاب کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ عباس خاں بہت بڑا ادیب نہ تھا، لہٰذا عبارت آرائی کے ذریعے اس نے واقعات کی شکل بدلنے یا ان کو کسی خاص رنگ میں پیش کرنے کی کوشش ہی نہیں کی۔

تاریخ شیر شاہی کے بعد پٹھانوں کی کئی اور تاریخیں لکھی گئیں، ان میں رزق اللہ کی واقعات مشتاقی، احمد یادگار کی تاریخ سلاطین افغانان، نعمت اللہ کی مخزن افغانی اور عبداللہ کی تاریخ داودی، قابل ذکر ہیں۔ ان

کے مصنفوں نے تاریخ شیر شاہی سے فائدہ اٹھایا ہے اور وہ ان کا سب سے بڑا ماخذ رہی ہے۔ بعد کے مورخوں نے بھی بڑی حد تک عباس خان سروانی ہی کی کتاب کو شیر شاہ کی تاریخ کیلئے بہترین ذریعہ معلومات قرار دیا ہے۔ باوجودیکہ مورخین کو اسکی اہمیت کا پورا اندازہ ہے یہ کتاب آج تک شائع نہیں ہوئی، شاید اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ سر ہنری الیٹ نے اپنی مبسوط ہسٹوریز ہسٹری آف انڈیا کی جلد چہارم میں اس کتاب کا بہت بڑا حصہ انگریزی لباس میں پیش کر دیا ہے، یہ ترجمہ قطعی طور پر تو قابل اطمینان نہیں کہا جا سکتا، لیکن فارسی نہ جاننے والوں اور ان لوگوں کیلئے جنکی رسائی اسکے مخطوطے تک نہیں وہ یقیناً غنیمت ہے۔ تاریخ شیر شاہی یا بقول اس کے مصنف کے تحفہ اکبر شاہی کا اردو ترجمہ انیسویں صدی کے شروع میں مظہر علی خان ولا نے کیا۔ مظہر علی خان ان لوگوں میں تھے جن کا تعلق فورٹ ولیم کالج سے تھا، یہ ترجمہ انہوں نے کیپٹن ٹروٹ کی فرمائش پر کیا۔ مظہر علی خان، ہمارے ملک کے ان ادیبوں میں ہیں جن کے علمی کارنامے تو ہم تک پہنچے ہیں، لیکن ان کی زندگی کے زیادہ حالات محفوظ نہیں کیے گئے، ان کے والد سلطان علی خان، فارسی کے شاعر تھے اور وداد تخلص کرتے تھے وداد کے والد محمد علی قلی خان دہلی کے سربرآوردہ لوگوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ ولا کی سنہ ولادت کا پتہ نہیں چلتا، نہ ان کی تعلیم کے متعلق کچھ تفصیلی معلومات مل سکی ہیں، یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ فارسی کے علاوہ، وہ سنسکرت اور ہندی بھی جانتے تھے، چنانچہ انہوں نے ان زبانوں کی بعض کتابوں کے ترجمے بھی کیے ہیں۔ بعض تذکروں میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ صاحب دیوان تھے، لیکن ان کے اشعار بہت کم ملتے ہیں۔ ابتدا میں ولا اپنے اشعار طپش کو بغرض اصلاح دکھلاتے تھے، بعد میں مصحفی کی شاگردی اختیار کی اور کبھی کبھی ممنون کو بھی اپنا کلام دکھلاتے تھے۔ مظہر علی خان کو ترجمہ کرنے میں خاصی مہارت تھی، تاریخ شیر شاہی کے علاوہ انہوں نے شیخ سعدی کی کریما، ناصر علی خان کی ہفت گلشن اور سنسکرت کی مشہور کتاب بیتال پچیسی کا بھی اردو میں ترجمہ کیا، تزک جہانگیری کے بھی کچھ حصے (سنہ چھ جلوس تک) کا ترجمہ کیا، جس کا ذکر گارساں دتاسی نے کیا ہے، اور بتلایا ہے کہ اس کا نام جہانگیر نامہ تھا۔

ولا کی زبان اور طرز تحریر پر تنقید یہاں ضروری نہیں، ہاں اس قدر اشارہ ضرور کیا جا سکتا ہے کہ ان کی عبارت میں اکثر قدیم الفاظ اور ترکیبیں آجاتی ہیں، جو کم از کم اس زمانہ میں کچھ عجیب سی

معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن ہم کو یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ مترجم کا عہد اردو نثر کا ابتدائی دور تھا، اس لئے قدیم الفاظ اور تراکیب کی موجودگی، تقریباً ناگزیر تھی[1]

سید معین الحق

حق نشان کراچی۔۵

فروری ۱۹۶۳ء

---

[1] عنوانات کی تفصیلی فہرست شامل کر دی گئی ہے، اس کے پیش نظر اشاریہ کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

مقبرہ شیر شاہ (سہسرام)

تاریخ شیر شاہی

(عباس خان سروانی)

مترجمہ

مظہر علی خاں ولاؔ

ترتیب و حواشی

از

سید معین الحق

تقریب

شہنشاہ اکبر کی خواہش پر عباس خان سروانی نے شیر شاہ کی مفصل اور جامع تاریخ "تحفہ اکبر شاہی" کے نام سے فارسی میں لکھی، عباس خان قریب العصر مورخ ہے، اس وجہ سے یہ کتاب شیر شاہ کے دور اور کارناموں کی مستند تاریخ ہے، پٹھان حکمرانوں کی دوسری تاریخیں کم وبیش اسی کی بنیاد پر لکھی گئی ہیں، فورٹ ولیم کے شعبہ تصنیف و تالیف کی طرف سے کیپٹن موٹ کی تحریک پر منشی مظہر علی خان ولا نے اس کو اردو کا جامہ پہنایا، اس ترجمہ کا صرف ایک ہی نسخہ جو خود مترجم کا لکھا ہوا ہے اور انڈیا آفس کی لائبریری میں موجود ہے، اسی نسخہ کی مائکرو فلم کی بنیاد پر یہ کتاب "بصائر" میں بالاقساط شائع کی جارہی ہے، کتاب کی شکل میں شائع کرتے وقت مقدمہ واشاریہ وغیرہ بھی شامل کئے جائیں گے۔

سید معین الحق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا دیباچہ مترجم کا

شکر ہے اس شاہنشاہ برتر کا کہ وہ واجب الوجود ہے اور اس کے قبضۂ قدرت میں ساری کائنات اور جمیع حمد اسی واحد بے ہمتا کو سزاوار اور حیات و ممات سب کی اس کے اختیار وہی مالک ہے روز جزا کا اور بخشنے والا ہے گناہگاروں کی خطا کا۔

درود و صلوٰۃ بے شمار اس ختم المرسلین پر جو زیب دینے والا ہے مسند نبوت کا اور گوہر ہے دریائے رسالت کا اور سردار انبیاء کا اور شفیع ہے عاصیوں کا اور منقبت اس ولی اللہ کی کہ جو برگزیدہ ہے کون و مکان کا اور امام و پیشوا ہے دو جہاں کا اور وصی ہے احمد مجتبیٰ کا اور مقبول ہے درگاہ کبریا کا یعنی علی مرتضیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ اور درود و سلام ہے باقی ائمہ طاہرین اجمعین پر کہ پھول ہیں روضۂ رسالت کے اور ثمر ہیں اشجار امامت کے۔

بعد حمد و نعت کے مظہر علی خاں ولا سبب ترجمہ بیان کرتا ہے کہ اس احقر کو صاحب عالی مکنت والاحشمت کپتان جیمس موئٹ صاحب دام دولتہ نے ازراہ نوازش یوں ارشاد کیا کہ شیر شاہی کا ترجمہ زبان اردو میں کہ جس طرح عباس خاں گکھور سروانی نے بموجب حکم اشرف عرش بارگاہ سلیمان جاہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی کے کتاب تاریخ احوال میں حضرت ہمایوں پادشاہ ظل سبحانی فردوس مکانی

اور شیر شاہ وغیرہ کے فارسی میں لکھی، اس ہیچمدان نے ترجمہ اس کا حسب الحکم صاحب ممدوح کے عصر میں نواب مستطاب معلی القاب فلک رکاب امیر الامرار زبدۂ نوئینان عظیم الشان مشیر خاص حضور شاہ کیوان بارگاہ انگلستان اشرف الاشراف مارکوئس ولزلی گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ کے شروع کیا لیکن ابتدائے عہد میں نواب والا جناب مالک الرقاب معدن امن و امان منبع جود و احسان امیر الامرار زبدہ نوئینان عظیم الشان مشیر خاص حضور شاہ کیوان بارگاہ انگلستان اشرف الاشراف مارکوئس کارنوالس گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ کے حسن انصرام کو پہنچایا۔ صاحبانِ دانش سے امید یہ ہے کہ جب اس کی عبارت کو ملاحظہ فرما دیں جہاں کہیں مقتضائے بشریت سے سہو و خطار واقع ہوئی ہو، عیب گیری کے حرف زبان پر نہ لاویں بلکہ اطلاع کریں اور نام نہ دھریں کہ یہ وضع سنجیدہ اور طور پسندیدہ ہے اور جس کتاب سے کہ اس کا ترجمہ ہوا ہے کوئی لفظ اس سے چھوڑ نہیں دیا ہے اگر دیکھیں اس کی فارسی کو تو بخوبی معلوم ہو کہ اصل کتاب میں بندش الفاظ و ترکیب معنی کس رنگ تھی اور لفظ بالفظ کس طرح یہ تمام کتاب ترجمہ ہوئی شکر خدا کا کہ کہیں مطلب نہیں چھوٹا ناؤں گاؤں ٹھاؤں فروگذاشت نہیں کیا۔

مطلع

گرچہ اپنے طور پر تھی فارسی اس کی تمام
ایک اچھی طرح پایا اس نے حسن انصرام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دوسرا دیباچہ مؤلف کا

حمد و ثناء اس خالق خلق کے لئے لائق ہے، جس نے عادل بادشاہوں کی تیغِ آبدار کے ابر سے باغِ سلطنت کو سرسبزی عطا کی ہے اور والا قدر پادشاہوں کی تیغ سیاست سے فتنہ و فساد کے کدورت وغبار کو دنیا و دین کے گھر کے صحن سے دور کیا ہے۔

درود بے شمار، راہِ ہدایت کے ہدایت کرنے والوں پر کہ وے راہ گمراہی کے بھٹکے ہوؤں کو ہدایت کی شاہراہ میں پہنچا دیتے ہیں ہوجیو۔

تحفہ اکبرشاہی کا تیسرا طبقہ گروہ سور کی سلطنت کے احوال میں کہ وہ لودی پٹھانوں کی قوم میں سے تھا مفصل تین باب میں ہے۔

پہلا باب شیر خاں سور کی سلطنت کے بیان میں۔

دوسرا باب شیر خاں کے بیٹے اسلام خاں کی پادشاہت کے احوال میں۔

تیسرا باب ۲ نہ بادشاہوں کے احوال میں جو شیر خاں کے رشتہ داروں اور علاقہ مندوں میں تھے جنہوں نے اسلام خاں کے بعد سلطنت کا دعوا کر کے خطبہ و سکہ اپنے نام کا پڑھوایا اور جاری کیا اور اس کے بیٹے کو سلطنت سے معزول کیا۔ بعد اس کے یہ احقر الناس مسمی عباس ولد شیخ علی سروانی کہ بندہ کمترین ہے آستانِ عرش مکان، ___________

سکندرِ ثانی کا اور مؤلف ہے سلطنت افغانی کا عرض کرتا ہے

جب فرمانے حضرت جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے، وہ امن و امان کے قاعدے کا جاری کرنے والا اور ظلم وستم کی بنیاد اکھاڑنے ہارا ہے اور مرکز ہے دائرہ عدل و احسان کا، شہسوار ہے میدان شجاعت و دلیری کا، ملہم ہے الہام الٰہی کا، عالم کی پناہ اور سلیمان کی سی جاہ۔ جو کچھ ان معتمد پٹھانوں کی زبانی جو تواریخ اور سخندانی میں کمال مہارت رکھتے تھے اور ابتدائے دولت و انتہائے سلطنت سے ہمراہ ان کے تھے اور خاص خدمت سے سرفراز تھے سنا تھا، اور غیروں سے بھی جو کچھ تحقیق کیا تھا اس کو لکھا، جو برخلاف اس کے سنا تھا اور تحقیق کی کسوٹی پر کھرا نہ پایا اس سے درگزرا۔ جب شاہو خیل کے گروہ میں سے بہلول کو کہ وہ لودی پٹھان کی قوم سے تھا سلطنت ملک دہلی کی پہنچی[1] ہند کے اکثر لوگ صاحب سکّہ اور صاحب خطبہ تھے انہوں نے دشمنی سے اس کی مخالفت کی اور سلطان ابراہیم شرقی کا بیٹا سلطان محمود جونپور کا بادشاہ تھا اور سلطان محمود خلجی مالوے کی بادشاہت کرتا تھا گجرات کی سلطنت قطب الدین کو تھی دکھن کی ریاست سلطان علاؤالدین احمد شاہ کو اور کشمیر کی بادشاہت سلطان زین العابدین کرتا تھا بنگالے اور ٹھٹھہ کے حاکم کا نام معلوم نہ ہوا۔ ملتان کا حاکم شیخ یوسف سجادہ نشین غوث الاعظم شیخ شہاب الدین قریشی کا تھا جب ملک سلطان بہلول شہر عظیم دہلی میں رہا کسی نے پادشاہان مذکور سے قدم دلیری کا اس کی مخالفت کے میدان میں نہ رکھا۔ شہر لنگاہ[2] کے رائے نے شیخ یوسف کو جو اپڑی کا زمین دار تھا نکال دیا اور ملتان

---

[1] سلطان بہلول لودی ۸۵۵ھ میں تخت دہلی پر بیٹھا، ۸۹۴ھ میں اس نے وفات پائی۔

[2] باشندگانِ ملتان نے ۱۴۳۶ء میں شیخ یوسف قریشی کو اپنا حاکم منتخب کیا تھا، ان کی حکومت قائم ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ سندھ کے ایک زمیندار، سہرا لنگاہ نے ان سے تعلقات بڑھانا شروع کئے اور اپنی لڑکی کی شادی بھی ان کے ساتھ کر دی، لیکن ۱۴۴۰ء میں ایک ترکیب سے اپنی فوج شہر کے

کو اپنے تصرف میں لایا اپنا نام سلطان قطب الدین رکھا شیخ یوسف اپنی مدد لینے کو شہرِ دہلی کے پادشاہ کی جناب میں آیا وہ مع سپاہ جنگی آپ ہمراہ شیخ یوسف کے متوجہ ملتان کی طرف ہوا سلطان محمود جون پور کے حاکم کئے وہاں سے نکل کر دہلی کو محاصرہ کر لیا اس وقت سلطان بہلول دہلی کا بادشاہ دیپال پور کے گرد میں تھا اس خبرِ وحشت اثر کے سنتے ہی انہوں نے اپنے ارکان دولت اور امرائے ریاست کو فرمایا کہ ہند بڑا ملک ہے اور وہاں کے بادشاہوں کی قومیت (ہم قوم؟) بہت سی نہیں اور ہمارے گروہ میں سے اکثر ہمارے ملک میں ہیں کہ شجاعت وجواں مردی کی تعریف میں معروف اور بزرگی و پہلوانی کی صفت میں موصوف ہیں لیکن اپنے ملک میں بعسرت اوقات بسر کرتے ہیں اگر وے ہند میں آویں تو تنگدستی کی مزلت سے چھوٹ جاویں اور ہیں بھی دشمن پر غالب ہوں ملک ہند بھی ہاتھ آوے۔ امیروں اور سرداروں نے عرض کی جو کچھ سلطان گیتی ستاں کے دل روشن میں گزرا ہے عین مناسب ہے اور اپنی قوم اور گروہ پر نہایت مہربانی ہے، نہیں تو دولت اقبال شاہنشاہی اور جمعیت لشکر کی اور حشمت پادشاہت کی اس سے بے پرواہ ہے کہ کسی سے مدد چاہے۔ ؎

منزلِ مہماں نہیں ہر ایک در بوجھ اٹھاتا نہیں ہر ایک سر

لیکن اس وقت کی مصلحت یہ ہے کہ پادشاہ قوم ملک روہ کے سرداروں کے نام اس مضمون کے فرمان بھجوادیں کہ پروردگار نے پادشاہت ملک دہلی کی پٹھانوں کو عطا کی ہے پادشاہ ہند کے چاہتے ہیں کہ افغانوں کو ملک ہند سے نکالیں اور شرم، ناموس باہم یکساں ہے اور پادشاہت ہند کی بہت بڑی اور زبر ہے سب اقربا کی جاگھ رکھتے ہیں اگر تم اس ملک میں تشریف لاؤ تو نام پادشاہت کا میرے نام رہتا ہے اور جو ولایت وملک ہمارے قابو میں ہے اور ہوگا اس

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) اندر داخل کر دی اور حکومت پر قبضہ کر لیا۔ شیخ یوسف دہلی آکر بہلول العدسی کی پناہ میں آگئے۔

کا حصہ برادرانہ کرلیں گے۔ اور ان دنوں میں سلطان محمود نے جو حاکم جون پور کا ہے بڑی جمعیت اور بہت سے زمیندار اپنے ہمراہ لا دہلی کے شہر کو گھیرا ہے اور اہل وعیال پٹھانوں کے اس شہر میں ہیں اگر بطور کمک کے ایک انبوہ کے ساتھ سب عزیز اس شہر میں تشریف لادیں تو وقت مدد کا ہے یقین کہ فرمانوں کے پڑتے ہی از راہ شرم وجمعیت کے یکبارگی ہندوستان میں آلشکر سلطان محمود کا ہلاک کریں جب وہ عزیز اپنی گذسان بخوبی دیکھیں گے اور آپ کی دولت سے کامیاب ہوں گے ہماری دانست میں اپنے شہر کو پھر بخادیں گے اور جہاں پناہ کے لشکر میں جمعیت زیادہ ہوگی اور اکثر ملک ملک ہندوستان کے ملازمان حضور کے ہاتھ آدیں گے۔ یہ سن کر سلطان بہلول بہت خوش ہوا اور ان کی اس رائے اور مشورے پر تحسین و آفرین فرمائی اور بادشاہ نے گروہ افغانوں کے سرداروں کو فرمان بھجوائے فرمانوں کے پہنچتے ہی رو ہیلے رَوہ کے چاروں طرف سے مانند مور و ملخ کے ملازمت حضور میں سلطان بہلول لودی کے حاضر ہوئے اور سپہ سالار فتح خاں ہروی کہ جس کے ساتھ بڑے بڑے قوی ہیکل جوان تھے اس کے لشکر کو ایک آن کی آن میں خاک سیاہ کے برابر کیا جب فتح خاں ہروی کے قتل کی خبر سلطان محمود کو جو دلی گھیرے ہوئے تھا پہنچی، بے لڑائی کے بھاگا۔ کالو خاں میر محمود خیل گروہ شاہو خیل بلوت کا اس لڑائی میں زخمی ہوا تھا سلطان بہلول نے زرِ نقد بطور بخشش وتصدق کے بھیجا؛ نلیا، اور عرض کیا، جراحت فروشی کو میں نہیں آیا ہوں اور اکثر ہی سرداروں نے رخصت چاہی۔ پادشاہ مُصر ہوا کہ اسی ملک میں رہو، انہوں نے عرض مستورات کے ننگ وشرم کے باعث اس دیار میں بطور ملک کے بہم آئے تھے، عالم پناہ رخصت فرمادیں، پھر ملازمت کے واسطے حاضر ہوں گے۔ سلطان بہلول نے ہر ایک گروہ کے سرداروں کو اتنا زر نقد اور اشیاء و متاع ہر ایک طرح کی عنایت فرمائی کہ ان کے خیال و وہم میں نہ تھا اور ما یحتاج کی احتیاج کے رنج سے نجات بخشی اور بعضے پٹھانوں نے کہ نوکری اختیار کی، انہیں امرا کر دیا اور جاگیریں بحسب دلخواہ مرحمت فرمائیں اور کالو خاں نے التماس کیا جہاں پناہ ایکی باری معاف رکھیں کوئی چیز بطور انعام و اکرام حضور سے نہ لوں گا کہ

اس دیار میں طمع دینوی سے میں نہیں آیا ہوں۔ روہ کے سرداروں کے رخصت ہونے کے بعد سلطان بہلول نے اپنے امرار عظام کو حکم کیا، جو کوئی پٹھان روہ سے دیارِ ہند میں آوے اور ارادہ ہماری ملازمت کا رکھتا ہو، حضور میں لاؤ کہ ہم اس کی قدر سے زیادہ الوفہ[1] اور جاگیرا سے خاطر خواہ دیں اور جو بسبب قرابت قریبہ اور اخلاص و محبت کے تمہاری ہمراہی اختیار کرے تو تم بھی در ماہہ اس کی خواہش کے موافق کرو اور اگر میں نے سنا کہ ایک پٹھان بھی آکر تنگئی معاش اور بیکاری کے باعث اپنے ملک کو پھر گیا، جاگیر اس کی ضبط کروں گا جب یہ خبر سنی اور بخشش و انعام بادشاہ کا دیکھا، روز بروز ہندستان میں آنے لگے اور جب دلخواہ جاگیر پانے (لگے) سلطان بہلول کے عصر میں شیر خاں سور کا دادا ابراہیم اپنے بیٹے میاں حسن کو جو شیر خاں کا باپ تھا پٹھانوں کی بستی کے اس مقام سے کہ جسے پشتو میں ڈغرئ اور زبان ملتانی میں روہری کہتے ہیں اور روہری ایک نگرا پہاڑ کا ہے کہ کوہ سلیمان سے نکلا ہے، اس کا طول ہمگی چھ سات کوس کا ہے۔ ہندوستان میں مُتھے خاں سُور داؤد شہ خیل کے پاس کہ جس کی جاگیر میں سلطان بہلول نے پرگنہ ہریانہ اور بہنکہ کا عنایت کیا تھا آکر اس کا نوکر ہوا اور بجواڑے میں رہنے لگا۔ شیر خاں کی پیدائش سلطان بہلول کے عہد

شیر خاں کی پیدائش

سلطان بہلول کے عہد میں شیر خاں پیدا ہوا[2] اور نام اس کا فرید رکھا ایک مدت کے بعد ابراہیم خاں، مِتّھے خاں سے رخصت ہو کر قلعہ فیروزہ میں جمال سارنگ خانی کے پاس جاکر نوکر ہوا۔ جمال خاں موصوف نے کتنے ایک گاؤں

---

[1] علوفہ (؟)

[2] میاں حسن خان کے آٹھ لڑکے تھے۔ان کے نام آگے بتلائے گئے ہیں

نارنول کے پرگنہ سے چالیس سواروں کی جائداد کے موافق کردیئے، اور میاں حسن باپ شیر خاں کا مسند عالی عمر خاں سروانی لکھور کہ خطاب جس کا اعظم خاں اور مشیر و مصاحب بادشاہ کا تھا۔ مسند عالی تاتار خاں کے مرنے کے بعد سلطان بہلول نے مسند عالی عمر خاں لکھور سروانی کو لاہور عنایت کیا اور جاگیر مسند عالی عمر خاں کی سرہند کی سرکار میں بنور اور شاہ آباد اور پابل تھی، آگر نوکر ہوا۔ مسند عالی عمر خاں نے میاں حسن کی جاگیر میں شاہ آباد کے پرگنے میں سے موضع بہانی کا دیا۔ کتنی مدت کے بعد میاں حسن سے فرید نے عرض کیا کہ میرے تئیں مسند عالی عمر خاں کے حضور میں لے جاکر میری زبانی عرض کرو کہ فرید چاہتا ہے حضور میں حاضر رہے اور جو خدمت اس کے حال کے مناسب ہو سو فرمایئے، میاں حسن نے فرید کو کہا کہ ابھی تو لڑکا ہے تھوڑے دنوں صبر کر، فرید نے ماں سے کہا پھر فرید کی ماں نے میاں حسن سے کہا جو اس کا جی چاہتا ہے مسند عالی کے دیکھنے کو تو اپنے ساتھ لے جا اور عرض کر۔ شاید مسند عالی عرض اس لڑکے کی قبول کرے اور کچھ دے۔ میاں حسن نے فرید کی اور اس کی ماں کی خاطر فرید کو مسند عالی کی خدمت میں اپنے ساتھ لاکر جو احوال تھا التماس کیا۔ عمر خاں نے فرمایا کہ فرید ابھی لڑکا ہے جب خدمت کے لائق ہوگا، اسے ہم خدمت فرمادیں گے، اب ہم نے بلہو گاؤں موضع بہادنی میں سے اسے دیا۔ میاں حسن اور فرید نہایت خوش ہوئے۔ فرید نے گھر میں آکر اپنی ماں سے کہا کہ مجھے باپ میرا ساتھ نہ لے جاتا تھا، تمہارے کہنے سے جو مجھے ساتھ لے گیا تو مسند عالی نے گاؤں دیا۔

میاں حسن کو سہسرام کی جائداد ملتی ہے

کئی برس کے بعد ابراہیم میاں حسن کا باپ نارنول میں مرگیا میاں حسن شاہ آباد سے سلطان بہلول کے لشکر میں مسند عالی عمر خاں کے پاس آیا اور عرض کی کہ میاں ابراہیم جو میرا باپ تھا مرگیا اور اس کے ساتھ کے چالیس سواروں کی جائداد تھی اگر آپ مجھے

رخصت کریں تو وہاں جاکر تسلی و دلاسا دے، ان لوگوں کو آپ کی خدمت عالی میں لے آؤں اور طمع دنیوی کے باعث مسند عالی کی خدمت نہ چھوڑوں گا۔ عمر خاں نے میاں حسن سے کہا جتنی میری جاگیر ہے تجھے معلوم ہے موافق اس کے حصہ تجھے بھی دیا ہے اور لوگوں کی جائداد میرے پاس نہیں، اور اس وقت میں پٹھانوں کے سرداروں کا قاعدہ یہ تھا کہ خیر خواہی اپنے قوم کی کرتے تھے اور حسد ہرگز نہ کرتے تھے، اگر دیکھتے کہ سپاہی کو اور جاگہ زیادہ یافت ہے تو رخصت دیتے بلکہ سفارش بھی کرتے کیونکہ بدخواہ اپنی قوم و گروہ کے نہ تھے۔ مسند عالی نے کہا میں تیرا بدخواہ نہیں ہوں تجھے اتنی جائیداد پر نہ رکھوں گا، خاطر اپنی جمع رکھ، جمال خاں سے جاگیر تیرے باپ کی مع اضافے لوں گا۔ میاں حسن خوش ہوا مسند عالی نے دوسرے دن جمال خاں کو اپنے پاس بلاکر سفارش میاں حسن کی بہت سی کی اور اس کے باپ کی جاگیر میں کتنے ایک گاؤں اور اضافہ دلادیئے اور کہا جو احسان میاں حسن کے حق میں کروگے میں منت دار اس کا ہوں گا۔ گھوڑا اور خلعت دے کر عمر خاں نے رخصت کیا بعد اس کے میاں حسن نے جمال خاں کی ایسی خدمت کی کہ وہ اس سے راضی ہوا اور بعد مرنے سلطان بہلول کے سلطان سکندر نے اپنے بھائی باربک شاہ سے جونپور لے کر جمال کے حوالہ کیا اور حکم فرمایا کہ بارہ ہزار سوار رکھا اور جاگیران کی پادشاہ کی طرف سے مقرر کر۔ جمال خاں بسکہ خدمت سے میاں حسن کی راضی تھا اور پرگنہ سہراؤ[1] اور خاص پور ٹانڈہ کہ پانسو سوار کی جائیداد کے موافق تھا عنایت کی۔

میاں حسن اور فرید کے درمیان کدورت

میاں حسن کے آٹھ بیٹے تھے۔ فرید اور نظام پٹھانی سے علی اور یوسف ایک ماں

---

[1] یعنی سہسرام، یہ قصبہ آج بھی شیر شاہ کے مقبرہ کی بدولت شہرت رکھتا ہے۔

سے خورم اور شادی خاں اور ایک سے سلیمان اور احمد یہ اور ایک ماں سے تھے ۔
میاں حسن فرید اور نظام کی ماں سے تعلق محبت کا اور خصوصیت دوستی کی رکھتا تھا لیکن
میل طبیعت حرموں کی طرف بہت تھی ۔ خصوصاً سلیمان اور احمد کی ماں سے الفت و محبت
بہت رکھتا تھا اور میاں حسن اتنا فریفتہ تھا کہ اس کے کہنے میں تھا ۔ اسی باعث سے
میاں حسن اور فرید کے درمیان باتیں کدورت آمیز اور وحشت انگیز ہوتی تھیں ، اسی ۱۳
سبب سے جاگیر دینے کے وقت میاں حسن نے فرید کو کم توجہی سے جاگیر خاطر خواہ ندی

فرید کا جونپور جانا اور تعلیم حاصل کرنا

فرید باپ سے آزردہ ہو کر جونپور میں جمال خاں کی ملازمت میں حاضر ہوا ۔
جب یہ خبر میاں حسن نے سنی کہ فرید جمال خاں کے پاس پہنچا ، جمال خاں کو عرضی لکھی
کہ فرید ناحق مجھ سے خفا ہو کر ملازمت شریف میں آیا ہے ۔ خداوند کے کرم و اخلاق
سے توقع یہ ہے کہ تسلی اور دلاسے سے فرید کو میرے پاس پھر بھیجیں ، اگر آپ کے
فرمان سے نہ پھرے تو حضور میں رکھیئے ۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ علوم دینی اور
پادشاہوں کی خدمت کے اسے آداب ، تعلیم کروں ۔ جمال خاں نے فرید کو بلا کر ہر
ایک طرح سے نصیحت کی کہ اپنے باپ کے پاس جاوے ، لیکن اس نے قبول نکیا ،
اور جمال خاں سے عرض کی اگر میرا باپ واسطے تحصیل علم کے بلاتا ہے ، اس شہر
میں بھی علماء بہت ہیں یہیں پڑھونگا ۔ جمال خاں نے کہا بہت اچھا ۔ فرید جونپور کے
مدرسے میں علم تحصیل کرنے لگا ۔ چنانچہ کافیہ قاضی شہاب الدین کے حاشیوں سمیت
خوب یاد کیا ، اور علم بھی تحصیل کیا ، گلستان ، بوستان اور سکندر نامہ وغیرہ بھی پڑھا ۔ اور
اس بادشاہ کے عہد میں علماء جو واسطے تلاش معاش کے آتے تھے ان سے حاشیہ بندی
کا پوچھتا اور اکثر اوقات تواریخ پادشاہان گذشتہ کی مطالعہ کرتا ۔

باپ اور بیٹے میں مصالحت

القصہ کئی برس کے بعد جب میاں حسن، جمال خاں کے پاس آیا سب لوگوں نے اور عزیزوں نے کہ جونپور میں تھے جمع ہو کر میاں حسن کے پاس ملازمت کو آئے اور کہا ایک لونڈی کے خاطر فرید کو اپنے سے جُدا کرتا ہے۔ آثار بزرگی کے اس کے جبہ سے ظاہر ہیں اور علم و فہم اور عقل و فراست جو وہ رکھتا ہے قوم سُور میں کسو کو نہیں اور ایسی قابلیت پیدا کی ہے کہ اگر کوئی پرگنہ وغیرہ اسے سونپے تو بخوبی انصرام کو پہنچائے۔ میاں حسن نے کہنا سب کا قبول کیا اور کہا اسے بدلا سے لے آؤ جو کچھ کہے گا میں قبول کروں گا۔ پھر سبھو نے کہا تمہارے واسطے مناسب یہ ہے کہ تم جمال خاں کی خدمت میں حاضر رہو اور دونوں پرگنوں کی حکومت فرید کو دو۔ میاں حسن نے سب کا کہنا قبول کیا اور وے سب خوش ہو، فرید کے پاس آ کہنے لگے، جو ہم نے تیرے لئے میاں حسن سے کہا سو اس نے مانا اور کسی نوع کا عذر نہ کیا۔ فرید نے کہا جو کچھ مجھے فرماؤ قبول کروں گا اس سے انکار نکروں گا، لیکن جس وقت میاں حسن لونڈی کا منہ دیکھیں گے اس کا کہنا عدول نکریں گے۔ سبھو نے کہا تو ہمارا کہنا مان اگر وہ ہمارے قول و قرار سے پھرے گا، ہم اسے الزام دیں گے، جب یہ باتیں سب سے فرید نے سنی عرض کیا کہ تمہاری خاطر کے واسطے میں نے حکومت دونو پرگنوں کی قبول کی[1] اپنے مقدور بھر باپ کی خدمت میں قصور نکروں گا فرید خوش ہو کر سب کے ساتھ باپ کی ملازمت کو آیا وہ خوش ہوا اور کئی ایک مہینے اپنے پاس رکھا۔

عدل اور سیاست ملک سے متعلق فرید کے نظریات

بعد اس کے جب میاں حسن نے چاہا کہ فرید کو جاگیر کی طرف رخصت کرے اس نے میاں حسن سے کہا، کئی ایک باتیں میرے دل میں ہیں اگر حکم ہو تو عرض کروں۔ کہا

---

[1] ان پرگنوں کے نام یہ تھے ! حاجی پور اور خواص پور ٹانڈہ

کہا اس نے عرض کیا سپاہی یونمیں اکثر تمہارے عزیز ہیں کہ وے لوگ دونو پرگنوں میں ہیں، اور وہیں بہت سی زراعت اور عمارت کے زیادہ ہونے میں سعی کروں گا اور عمارت و زراعت کی زیادتی سوائے عدل کے میسر نہیں ہوتی۔ حکیموں نے کہا ہے اچھی خصلتوں سے عدل ہے کہ نتیجہ اس کا بقا پادشاہت کی اور وسعت ملک کی ہے اور زیادتی خزانے کی اور آباد ہونا گاؤں اور شہر کا ہے اور برے کاموں سے ظلم ہے کہ ثمرہ اس کا زوال پادشاہت کا اور خرابی ملک کی اور موجب بدنامی کا دنیا و آخرت میں ہے اور آباد ہونا ملک کا دو چیز پر موقوف ہے اول تمام رعیت پر شفقت کرنا اور زیر دستوں پر رحم کرنا کہ وے سپرد کئے ہوئے حق تعالےٰ کے ہیں تا یہ کہ بہ امداد انھو کی ظالموں کی جفا اور ستمگاروں کی ہلاکی شدت سے محفوظ رہیں

بیت

ملک گر آباد چاہے خلق کو معمور رکھ اور بلا سے ظالموں کی انکے تئیں نت دور رکھ

دوسری سیاست کہ آبادی ملک کی اس پر موقوف ہے اگر وہ نہو کام اس بندوبست پر نہ ہے اور اس کی پادشاہت میں جلدی خرابی پڑتی ہے۔

بیت

سیاست سے ہو ملک کا انتظام سوائے سیاست کے ہو لوے خلل

اور بدوں قاعدے شریعت کے حق اپنے مرکز پر قرار نہیں پاتا کام شرع اور دین کا بے احاطے سیاست کے رونق نہیں پکڑتا حاکم کو چاہیئے کہ سستی اور کاہلی کو کام نفرماوے اور بار عام کا حکم کرے تاکہ مظلوموں کے احوال سے بخوبی آپ واقف ہو اور عدالت کے باغ کو سیاست کی آب جو سے پانی دے، نہیں ہے ملک مگر عدل سے اور نہیں ہے عدل مگر سیاست سے، پادشاہت سوائے سیاست کے قبضے میں نہیں رہتی اور سوائے آب زلال سیاست کے فتنے کا غبار نہیں بیٹھتا۔

بیت

تیغ سیاست ایسی ہے رخسار ملک کو   عالم فروز کرتی ہے مانند آفتاب

اور میں جانتا ہوں کہ بعضے عزیز اور مقدم تمہارے ظلم وجور کرتے ہیں اور میں ان کے تئیں پہلے بطور نصیحت کے ساتھ نرمی اور آہستگی کے ظلم و تعدی کا مانع ہونگا اگر وہ اپنی بدی سے باز آئے فبہا۔ شعر

خوشی اور تلطف سے جو نکلے کام   درشتی کی حاجت ہے کیا نیکنام

والا جس ظلم نے کہ ان کی طبیعت میں قرار پایا ہے اس سے باز نہ آئے تو ان کی بدی کے عوض ایسی تنبیہہ اور سیاست کروں کہ اوروں کو عبرت ہو اور وے ظلم و تعدی سے باز آئیں، جو لوگ کہ متفنی و شورش انگیز ہیں جب دیکھیں کہ آگ سیاست کی شعلہ زن ہے وے کونوں میں چھپتے پھریں تھوڑی جو سستی سیاست میں دیکھیں تو ہزار فتنہ برپا کریں اور ہر طرف سے شورش اٹھاویں اور بنیا دیں سلطنت کی خلل ہو وے۔حکیموں نے کہا ہے پادشاہت بجائے درخت کے ہے اور سیاست بمنزل آب پس لازم ہے پادشاہت کے درخت کے جڑ کو سیاست کے پانی سے زندہ رکھیں تو ثمرہ امن وامان کا حاصل ہووے اور پادشاہ کو حقوق اقربا کے لازم ہے مد نظر رکھے اور ہمیشہ ان کے احوال سے خبردار رہے اور ساری خلقت سے درماہہ ان کا زیادہ کرے اور ان کے ضروری کاموں میں جیسے لڑکوں کی شادی اور سفر،حضر کی نصیحت (نسبت ؟) میں اور مد نظر رکھنا حقوق کا عاملوں، سپاہیوں اور شاگرد پیشے سے قرار واقعی نوکری لے اور جو درماہہ ان کا مقرر کیا ہو اس میں تصور نکرے اور انعام و بخشش میں بھی دریغ نکرے اور شفقت و مہربانی کی نظر سے دیکھے اور جو کچھ ہر ایک کو درکار ہو اور وہ اس کا محتاج ہو اس سے منہ نہ موڑے،لیکن جو حاکم دیکھے ان میں سے ایک نے ظلم و تعدی اور فسق و فجور اختیار کیا اگر فرزند بھی اس کا ہو ہمیشہ

چشم قہر سے دیکھے اور شدت غضب سے منع کیا، نرمی وملائمت نکرے، اور حق مظلوم کا اس سے دلادے اور خاطر دوست وعزیز اور سپاہ کی نکرے کہ ظالم دو سبب (سے) واقعی ہیں دشمن حاکم کا ہے ایک یہ کہ ہیبت حاکم کی اور آبرو پادشاہت کی نہیں رہتی اور خلق ہیں سستی وکاہلی اور بے انصافی ثابت ہوتی ہے دوسرے یہ کہ رعیت کشت کار موقوف کرتی ہے، بلکہ پریشان ہوجاتی ہے، جب رعیت متفرق ہوئی ملک ویران ہوا اور محصول کم آنے لگا اور خزانہ خالی رہنے اور جب خزانہ خالی ہوا زر سپاہی کو کب پہنچا، اور جب سپاہی نے زر نہ پایا کسی اور ملک ہیں گیا، اور یہ لوگ جو حاکم کے پاس رہتے ہیں رعایا کہ (کے؟) سبب، اور روہ کے شہر ہیں جو رعیت ہمارے پاس بھی ان میں ایسا کوئی نتھا۔ کہتے ہیں کہ درگاہ جنبہ ایک پادشاہ تھا کہ امرا اس کے رعیت پر جور جفا کرتے ایک روز اس بادشاہ نے اپنے سرداروں سے کہا کہ ہیں رعیت کے درپے تھا کہ ایک دن میرے خیال ہیں گزرا کہ ان لوگوں کو لوٹئے اور کچھ ان کے پاس نہ چھوڑیئے بشرطیکہ تم درماہہ مجھ سے پھر نہ مانگو۔ انھوں نے عرض کی بغیر مشاہرے کے ہماری اوقات کیونکر کٹے گی اور کس قوت سے تیری خدمت کی طاقت لائیں بادشاہ نے کہا اگر بدوں درماہے کے خدمت نہ کرسکو گے تو ہم کہاں سے دیں مگر جب رعیت سے حاصل ہو، بعد اس کے اگر تم نے رعیت پر کچھ ظلم کیا ایسی سزا دوں گا کہ نہ کسو نے دیکھی نہ سنی ہو۔ بعد اس کے انھوں نے ظلم کرنا موقوف کیا، رعیت آباد ہوئی اور خزانہ معمور ہوا۔ پادشاہ نے سرداروں کو اضافے دیئے اور سپاہی بھی آسودہ ہوئے پادشاہ نے فرمایا یہ نتیجہ عدل و داد کا ہے۔ اے پدر والا قدر معلوم رہے کوئی عزیز دل یا ملازموں میں سے میرے ہوتے پر گنے میں ظلم کرے گا اگر سیاست کے لائق ہوگا، سیاست کروں گا والا جاگیر اس کی ضبط کروں گا۔ جب میاں حسن نے یہ باتیں سنی بہت خوش ہوکر کہا سپاہیوں کی بحالی برطرفی وغیرہ کا تجھے مختار کیا اور جو کچھ تو کرے کا اس کے

خلاف عمل میں نہ آؤں گا (لاؤں گا) اور سب طرح سے تسلی کر، دونوں پرگنوں کی طرف کو رخصت کیا۔

انتظام جاگیر میں فرید کی اصلاحی کوشش

فرید نے پرگنے میں پہنچ کر حکم کیا مقدموں اور بونے جوتنے والوں کو کہ انہیں پر آبادی موقوف ہے پٹواریوں سمیت سب کو حاضر کرو جب رعیت آئی سپاہیوں کو بھی بلا کر کہا، جناب قبلہ وکعبہ نے تمہاری بحالی برطرفی کا مجھے مختار کیا ہے اور میں عمارت وزراعت کے زیادہ ہونے میں کوشش کروں گا اس کا فائدہ تمہارے واسطے اور نیکنامی میرے لئے ہے۔ شعر

جو نہیں رہ وے زمانہ برقرار　　نام نیک اچھا کہ رہ وے یادگار

اور زراعت وعمارت سوائے اس کے نہیں ہو سکتی جب تلک کہ رعیت سے ملائمت نہ کرے اور شفقت ومہربانی سے پیش نہ آوے اور جور وجفا سے دست بردار نہ ہووے اور جو محصول لینا زراعت کا رعیت سے مقرر کرے محصول لینے کے وقت اسی قرار پر رہے اور جو عہد وپیمان رعیت سے کیا ہو اس سے نہ پھرے اور اپنے عامل وسپاہی کو ظلم سے باز رکھے۔ بیت

ستم سے رعیت کو مت کر تباہ　　کہ وہ سلطنت کی ہے پشت وپناہ

اور اگر حاکم آپ یا عامل وسپاہی اس کا محصول لینے کے وقت عہد وپیمان سے پھرے اور رعیت کے حق میں طمع کرے، رعایا کی وجہ ویرانی اور بدنامی حاکم کی ہوتی ہے، اور سال آئندہ محصول کم آتا ہے۔ ابیات

ستم گر سے بھاگے رعیت سدا　　کرے اس کو بدنام وہ جابجا

فراغت لو اس سرزمین کی بچشاہ　　رعیت کو دل تنگ رکھے جو شاہ

عاملوں اور سپاہیوں کو معلوم ہو ظلم وستم سے باز آؤ سابق جو تم سے ہوا اسے

مینے معاف کیا بعد اس کے اگر سنا کہ رعیت سے ایک نے بچھا یا گٹھا گھانس کا بزور لیا تو اس پر اس قدر سیاست کروں گا کہ اوروں کو عبرت ہو۔ بیت

نکر صبر، عامل جو ہو ظلم دوست — وہ جیسا ہے فربہ تو کھینچ اس کا پوست

اور میں خاطر کسو کی نکروں گا خواہ میرے عزیز سے ہو یا سپاہی سے بلکہ عزیزوں میں سے جو کوئی بدعہدی اور ظلم کرے گا اس پر سیاست ایسی کروں کہ اور ڈریں تا رعیت دل جمعی سے زراعت و عمارت میں کوشش کرے اور محصول زیادہ ہو اور میں سپاہ کے گاؤں سے کچھ نلوں گا جو محصول زیادہ ہو سو ان کا۔ غرض یہ ہے کہ میری حکومت میں خاص و عام کو فائدہ ہووے اور اثر ظلم و تعدی کا نرہے اگر حاکم کچھ بھی رعایت رعیت سے کرے نفع اس کا اسے حاصل ہوتا ہے۔ بیت

کسانوں کی خاطر کر اپنے لئے — بہت کام مزدور خوش دل کرے

جب سپاہ کو نصیحت کر چکا رعیت کی طرف منہ کر کے کہا اب ہم نے تمہیں مختار کیا بعضوں نے جریب کا اقرار کیا اور بعضوں نے غلے کا۔ فرید نے ان کا کہنا مانا اور سب سے قبولیت لکھوالی جریب و محصلی کی وجہ اور خوراک محصلوں کی مقرر کی اور مقدموں سے کہا میں چاہتا ہوں کہ مدار کشت و کار کا کچی رعیت پر ہے اگر یہ چین سے رہے گی تو کشت و کار بخوبی ہو گی اور جو ظلم تم اس پر کرتے ہو میں بھی جانتا ہوں اس واسطے جریب و محصلی کی وجہ اور خوراک محصلوں کی معین کی کہ اگر اس سے زیادہ رعیت سے لوگے حساب کے وقت تمہیں مجرا ندوں گا یہ سن رکھو اگر حساب میں نے اپنے روبرو کیا جو کچھ ازروئے واجبی ہو گا وہ منظور اور وہی ان سے دلاؤں گا اور جو کچھ سرکار کا پیسہ واجبی ہوا سے کچہری میں داخل کرو لیکن پیپا خریف کا خریف میں اور ربیع کا ربیع میں کہ باقی انہی سرکار کی پرگنے کے ویران ہونے کا سبب ہے، اور عامل و رعیت کے درمیان موجب دشمنی کا ہے، حاکم کو چاہیئے جریب کے وقت زراعت کا ہونا نہونا دیکھ کر رعایا پر احسان

کرے لیکن تحصیل کے وقت مدنظر مال کی کرکے خاطر ان کی نکرے اور بتقید تمام زر وصول کرے اگر جائے کے پیسا دینے میں رعیت حیلہ وحالاکرتی ہے ایسی تنبیہ کرے کہ اوروں کو ڈر ہو اور دوبارہ حرکت وہ ایسی نکرے پھر رعیت سے کہا جو بات تمہیں کہنی ہو آپ آکر عرض کیجو اور ظلم تم پر کسی کو نکرنے دونگا یہ کہہ کر رخصت کیا کہ کشت و کار میں مشغول ہو اور دو تنخواہی سرکاری کریں جب وہ رخصت ہوئی اگلے عہدیداروں سے کہا رعیت جو میری تابعدار تھی اسے دلاسا دے کر رخصت کیا اور رعایا کے احوال سے ہمیشہ خبردار رہوں گا تا ان پر کوئی ظلم و تعدی نکرے اگر حاکم ریزہ رعیت کو زبردستوں سے نہ بچا سکے تو محصول لینا ان سے ظلم ہے۔ ابیات

مخالف گدھا اس کا لے نہ خرچ

رہے خاک پھر زینت تخت و تاج

جو دشمن گدھا روستائی کا لے   تو شہ .... اس سے لے کس لئے

گرے کے نہ و جے کبھی در کہیں   کہ سیمرغ دول دانہ چیونٹی سے چھین

پٹھے زمین دار جو ان دونوں پرگنوں میں حرمزدگی کرتے ہیں اور کچہری میں حاکم کے پاس حاضر نہیں ہوتے محصول جو چاہیئے سو نہیں پہنچاتے اور گردپیش کے گاؤں والوں کو آزار دیتے ہیں، ان کو کسی تدبیر سے ہلاک کیا چاہیئے۔ عرض کیا چند روز صبر کیجئے کیوں کہ لشکر، خداوند نعمت کے ساتھ ہے، فرمایا مجھے اس کی تاب نہیں کہ میرے ہوتے یہ کچہری میں حاضر نہوں اور خلق خدا کو ستاتے رہیں، تم دیکھیو کس طرح ان حرامزادوں کی تدبیر کرتا ہوں اور کیسی گوشمالی دیتا ہوں کہ زمانے میں یادگار رہے۔ عاملوں سے فرمایا دو سو زین بنواؤ اور جس قدر جوان دونو پرگنوں میں پٹھانوں اور فیل داروں کے بے جاگیر تھے ان سے بلاکر کہا جب تلک قبلہ و کعبہ آدیں کھانا کپڑا دوں گا اور جو جنس و نقد مفسدوں سے تمہارے ہاتھ لوٹ میں

آدے وہ بھی تم لو، اس کی ہرگز طمع نکروں گا اور جو کوئی تم میں سے جوانمردی کرے گا اس کے واسطے قبیلہ وکعبہ سے جاگیر خاطر خواہ لوں گا اور گھوڑے سواری کو تمہارے لئے اپنے پاس سے دوں گا۔ جب یہ باتیں سنی خوش ہو کر کہا تمہارے قدموں کے نیچے ہم جان نثاری میں قصور نہ کریں گے اور جن لوگوں نے کہ یہ خدمت اختیار کی تھی ان پر ہر ایک طرح کی مہربانی کی اور پارچہ وغیرہ سے سرفراز کر، کچھ زر نقد بھی عنایت فرمایا اور کہا یہ تمہارے خرچ بالائی کے کام آئے گا۔ ابیات

بحال تباہ ہو سپاہی اگر   لڑائی کے دن کب وہ دے اپنا سر
سپاہی جو خوشدل نہو شاہ سے   حد ملک کی کب حفاظت کرے

پھر گھوڑے رعایا سے مانگے اور کہا تھوڑے دنوں کے واسطے بطور عاریت کے ہمیں دو کہ درکار ہیں اس مہم کے انصرام ہونے کے تمہیں پھر دیں گے۔ سب نے بخوشی تمام گھوڑے دینے قبول کئے اور ہر ایک گاڑی سے ایک ایک دو دو گھوڑے لاکر حاضر کئے سرکار میں جو زین بنوائے تھے ان پر بندھوائے اور ان سپاہیوں میں سے جو گھوڑا نرکھتا تھا اس کے لائق اسے دیا۔ پھر سب کو تیار کر ایک بار دوڑ کر ان حرام خوروں کے جو دو لڑکے گائے بھینس نقد وجنس جو کچھ تھا کتنے ایک گاؤں سے لوٹ لاکر سپاہیوں کو فرمایا جو مال ومعاشی تمہارے ہاتھ آئے ہیں تمہیں بخشی، اور زن وفرزند رعایا کے قید کر مقدموں سے کہلا بھجوایا جو پیسا سرکار کا تمہارے ذمے ہے دو ورنہ زن وفرزند تمہارا پکڑ لاؤں گا اور تمہیں لینے ندوں گا اور جدھر تم بھاگو گے تمہارے پیچھا نچھوڑوں گا اور جس گاؤں میں جاؤ وہاں کے مقدموں کو کہلا بھیجوں گا یقین ہے وے تمہیں میرے حوالے کریں گے یا لڑیں گے جب مقدموں نے اس طرح کی باتیں سنی عرض کر بھیجا جو آگے ہم سے تقصیر ہوئی وہ معاف ہو آیندہ جو کوئی ہم سے ایسی حرکت ہو جو سیاست چاہیے سو کیجیے۔ شیر خاں نے کہلا بھیجا ضامن دو اگر کوئی تقصیر کر کے بھاگو ضامن تمہیں حاضر کرے جن مقدموں

کے اہل وعیال پنڈت خانے میں تھے انہوں نے جو باقی پیسا سرکار کا تھا دام دام ادا کیا اور حاضر ضامن دے کر اپنے لڑکے بالے قید سے چھڑا کر لے گئے اور بعضے زمیندار کہ ہر طرح کا فساد کرتے تھے جیسے چوری رہزنی اور پیسا سرکار کا نہ پہنچانا، کچہری میں حاضر نہ ہونا یہی ان کا کام تھا اور اپنی جمعیت پر غرور کرتے تھے، ہر چند ان کو سمجھایا نہ سمجھے۔ شیر خاں نے فوج کو جمع کر رعیت کو حکم کیا جو کوئی گھوڑا رکھتا ہے وہ سوار اور جس کے پاس نہیں وہ پیادہ حاضر ہو اور آدھے لوگوں کو اپنے ساتھ لائے اور آدھے اپنے اپنے گھر کے کاروبار اور عمارت و زراعت کے کام میں مشغول رہیں جب سپاہی و رعیت حاضر ہوئے تب ان حرام خوروں کے گاؤں کی طرف
کوچ کیا اور ان کے گاؤں سے کوس بھر کے فاصلے پر گڑھی[۱] بنوا کر حکم کیا جنگل کو کاٹیں۔ سواروں کو صـ۲۷
فرمایا گاؤں کی گرداوری کرو ان حرام خوروں میں سے جسے پاؤ اسے قتل کرو اور ان کے زن و فرزندوں میں سے جو ہاتھ آوے اسے پکڑو زراعت نہ کرنے دو جو ہوتی ہو اسے خراب کر ڈالو مویشی کو گھیر لاؤ اور چاروں طرف سے ایسا زنہ کرو کہ ان کے گاؤں میں کسو طرف سے کسی کو کچھ نہ لانے دو اور گاؤں میں سے جو کوئی کچھ لے جانا چاہے نہ لے جانے دو شب و روز راہ کی نگہبانی کرتے رہو اور سواروں کو ہر روز یہی تقید تھی گاؤں سے خبردار رہو، کسو کو نکلنے نہ دو اور پیادوں کو بھی یہی حکم تھا، جنگل کاٹو، جب جنگل کٹ چکا اس گڑھی سے کوچ کر ایک اور گاؤں کے پاس گڑھی بنوا کر داخل ہوا آخر الامر حرامزادوں نے عاجز ہو عرض کر بھیجا اگر ہماری تقصیر معاف ہو، قدمبوسی کو حاضر ہوں۔ شیر خاں نے فرمایا۔ ہماری طرف سے کہو تمہارے آنے کی حاجت نہیں ہے ہمارے تمہارے درمیان لڑائی ہے۔ حق تعالیٰ جسے چاہے اسے فتح دے، ہر چند انہوں نے منت وزاری کی اور بہت پیسا دینے لگے لیکن شیر خاں نے قبول نہ کیا اور اپنے لوگوں سے
فرمایا ان مفسدوں کا قاعدہ ہے اہل حاکم سے لڑتے ہیں اگر کم زور پایا تو اپنی بدذاتی ـــــ سے صـ۲۸

۱؎ صحیح لفظ گڑھی ہے۔ یہ چھوٹے قلعہ کو کہتے ہیں۔

دست بردار نہوئے اور جو حاکم زبردست ہوا تو ہر ایک طرح کے حیلے سے پیش آتے ہیں۔ منت وزاری کرتے ہیں پیسا دینے کو تیار ہوتے ہیں غرض اس فریب سے حاکم کو اپنے سر پر سے ٹالتے ہیں پھر فرصت کے وقت اپنی حرکات بد سے باز نہیں آتے۔ تم جانتے ہو غالب ہونے سے آگے ہر چند دلاسا و تسلی سے کہلا بھیجا کہ تم ان حرکتوں سے باز آؤ اور جو پیسا سرکار کا واجبی ہوا سے ادا کرو کسی طرح نمانا، اب چاہتے ہیں کہ میں پیسوں کے لالچ سے ان کی تقصیر معاف کروں اور پھر جاؤں اگر حق سبحانہ تعالیٰ نے چاہا ان کو قتل کروں اور ان کے زن و فرزند کو بندی کروں اور ان کا نام و نشان یہاں نچھوڑوں اور اس جاگہ پر اور رعیت بساؤں تاکہ خلق ڈرے اور جس حاکم نے از راہ خام طمی (طبعی؟) کے زر لے کر ان حیلہ گر مفسدوں کو چھوڑ دیا یعنی اُس نے اپنے ملک میں ظلم و فساد کی بنیاد رکھی اور وہ ان کے مظلمے میں شریک ہوا کس واسطے کہ یہ مفسد زر اپنے گھر سے نہیں دیتے ہیں۔ جب حاکم پیسا لے کے ان کو چھوڑ دیتا ہے یہ چوری رہزنی کر کے پھر پیسا پیدا کرتے ہیں اور جو رعایا سے غریب، وے چارے ان کے پاس رہتے ہیں یہ ان سے بزور پیسا لیتے ہیں اور جو پیسا سرکار میں دیتے ہیں ان کے ملک سے زیادہ تحصیل کرتے ہیں حاکم کو چاہیئے زر کی طمع کے لئے ان مفسدوں کے قتل و سیاست کرنے میں دیر نکرے اور ریزۂ رعیت سے خبردار رہے کہ مقدم ریزہ رعیت پر ظلم نکریں میں ہرگز ایسا گناہ نہ بخشوں گا انشاء اللہ تعالیٰ لڑوتیں سواروں کے گھوڑوں کے سم اور سپاہیوں کٹاریوں لڑھنے والوں کی برق دم شمشیر سے کافروں، سگ صفتوں ناہنجاروں دیو شکلوں، روباہ خصلتوں کے خرمن زندگی کو جو اپنی شجاعت پر مغرور ہیں، جلا کر برباد کروں گا۔

مفسدوں اور فتنہ پردازوں کو سزا دینا اور رعایا کی فریاد رسی

پھر شیر خاں تڑکے سوار ہوا ان مفسدوں پر دوڑ گیا اور ان سب حرام خوروں کو قتل

کیا۔ قبائل کو ان کے بندی کر، سپاہ کو حکم کیا بنیچو (؟) کوئی اپنے پاس نہ رکھے گاؤں میں اور لوگ بسائے۔ جس وقت خبر قتل اور بندی، جلاوطنی کی اور حرام خوروں نے سنی ان کو بھی کان ہوئے حرام خوری سے سے باز آئے اور چوری اور قتاقی (قزاقی ؟) سے توبہ کی، جیسے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ بیت

اور کے لے مصاحبوں سے پند تا نصیحت لیں تجھے آکر اور

اور جو کوئی رعایا اور سپاہیوں میں سے فریادی ہوتا بدل آپ متوجہ ہو کر اس کی داد کو پہنچتا اور ہرگز غفلت وکاہلی کو کام نفرماتا اور تھوڑے عرصے کے درمیان دونوں پرگنے آباد کئے اور رعیت وسپاہ چین سے رہنے لگی جس وقت یہ خبر میاں حسن کو پہنچی بہت خوش ہوا اور اکثر مجلسوں میں دونوں پرگنوں کی آبادی اور اپنے بیٹے کی مردانگی اور برباد ہونا مفسدوں کا بیان کرتا۔ غرض کہ ملک بہار میں شیر خان کی حسن تدبیر نے شہرہ پایا اس دیار کے امیروں میں سے جو کوئی سنتا آفریں وتحسین کرتا اور خلق میں اعتبار کلی پیدا کیا اپنے بیگانوں کو آپ سے راضی اور شکر گذار کیا سوائے کتنے حاسدوں کے جیسے سلیمان کی ماں،

ابیات

سایہ بخشش کا رکھ رعیت پہ تا کہ راضی ہوں تجھسے ہمدیگر

اس طرح عدل سب میں ہو جاری شہر آسودہ روستائی بھی

شیر خان کی سوتیلی ماں، اس کے باپ کو بدگمان کرتی ہے

ایک مدت کے بعد جب میاں حسن مسند عالی جمال خاں کے حضور سے اپنے گھر کو آیا رعیت کو سپاہ کی زبانی باتفاق اس کا ذکر خیر سنا اور ملک آباد وخزانہ معمور دیکھ نہایت خوش ہوا، بہت آفریں وتحسین کی اور اگلی کدورت بھی دور ہوئی اور دونوں بھائیوں پر ہر طرح کی شفقت ومہربانی فرما کر کہا پرگنوں اور سپاہیوں کی سربراہی کی محنت ومشقت مجھ سے نہیں

ہو سکتی کہ میں بوڑھا ہوا ہوں اب تم دونوں بھائی سپاہ اور رعیت کی تدبیر کے مختار ہو۔ سلیمان اور اس
کی ماں اس بات کو سن کر رنجیدہ ہوئے۔ اور طرح طرح کے بہتان افترے میاں حسن کے روبرو
کرنے لگے اور سلیمان کی بہن کی شادی میں شیر خاں نے سونے کا گہنا جو دیا تھا اس کی عوض اور زیور ۲
میاں حسن کو دکھا کر کہا یہ ملمع کا ہے اسی طرح ہر روز گلہ شیر خان کا کرتے تھے لیکن وہ کان دے کر نہ
سنتا تھا جب سلیمان کی ماں نے دیکھا جھوٹی باتوں سے میاں حسن کا دل، فرید کی طرف سے نہیں پھرتا
خاموش رہی، پھر میاں حسن نے سلیمان کی ماں سے کہا تجھے باور نہیں آتا، جو ہر بار فرید کی شکایت
کرتی ہے، سوائے تیرے اور کوئی عزیز و سپاہی و رعیت سے فرید کا گلہ مند نہیں ہے اور
میں بھی اس کے اس افعال و کردار نیک سے راضی اور شکر گزار ہوں جس وقت سلیمان کی ماں
نے میاں حسن کی زبانی اس طرح سے سنا مغموم ہو کر اس کے پاس سے اٹھ گئی۔ پھر اس روز سے
اس کے ساتھ اختلاط کرنا کم کیا اور خفا رہنے لگی، اور وہ جو اس کے ساتھ خصوصیت اور تعلق
خاطر قدیم سے تھا اس نے اس میں فتور برپا کیا۔ اور میاں حسن اس کے دام محبت میں تھا
رہ سکا۔ ایک روز سلیمان کی ماں سے پوچھا اس قدر موجب خفگی کا کیا ہے اور کم اختلاطی کا باعث
کیوں ہے۔ اس نے التماس کیا میں تیری ایک بدترین لونڈیوں سے ہوں تو نے اپنے اخلاص و
مہربانی سے مجھکو سرفراز اور اکثر اہل و عیال تمہارے میرے ساتھ ازراہ حسد کے دشمنی رکھتے
ہیں اور میں اپنے مقدور بھر ان کی خدمت میں قصور نہیں کرتی، لیکن یہ میرے اور میرے
لڑکوں کے حال پر کم الطفات (التفات!) کرتے ہیں، یہ بات آپ سے بھی پوشیدہ نہیں ہے
جس وقت کہ عزیزوں اور دوستوں کی خاطر سے فرید کو پرگنوں کی حکومت دیتے تھے، اس
وقت میں نے التماس کیا تھا، میرے لڑکوں کے حق میں کیا کرو گے؟ تم نے ازراہ مہربانی کے
وعدہ کیا جس وقت یہ حکومت کے لائق ہوں گے ان کو بھی حکومت دوں گا کہ میرے جیتے جی
ان کو بھی پرگنوں کی حکومت دی الحمد اللہ اس نے عدالت و جواں مردی میں اپنا نام نکالا اور
بند و بست پرگنوں کا بوجہ احسن کیا اور اپنا سر و سامان بھی ایسا بہم پہنچا کہ تمہاری محتاجی سے

نکلا، اگر تمہاری خدمت میں حاضر رہا۔ بننے والا ہے جو اور کہیں گیا تو زر کے زور سے اپنا
کام بخوبی نکالے گا اور تمہارا بڑا بیٹا ہے۔ وہی تمہارا جانشین ہووے گا اگر اپنے جیتے جی میرے
لڑکوں کو فرید کی طرح سرفراز نکیا اور کسو پرگنے کی حکومت ندی تو تیرے روبرو اپنے تئیں
اور اپنے لڑکوں کو مار ڈالوں گی اگر تیرے جیتے جی صاحب سامان ہوئے تو بہتر والّا فرید ۲۴۲
اور عزیز تیرے جو میرے اور میرے لڑکوں کے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں بعد تیرے، تیرے
پرگنوں سے بے حرمت کرکے نکالیں گے، تیرے روبرو مرنا بہتر ہے، اس زندگی سے
دشمنوں میں بے آبروئی سے ہو۔ میاں حسن اس کی محبت کے سلسلہ کا بندھا ہوا تھا عشق
کے غلبے سے کہ عاشق کو معشوق کی دید کے سوا قرار نہیں اتفاق یہ پڑا کہ محبت دلی ٹیڑے
بیٹے کی دل سے اٹھا دے، درپے اس کے ہوا کہ اس کو اس رتبے سے گرا کر سلیمان کو اس
کا قائم مقام کرے۔ پھر سلیمان کی ماں نے عرض کی، تمہاری شفقت و مہربانی سے سراسر
امیدواری ہے لیکن تمہارے عزیز اس بات سے دست بردار نہوں گے کہ فرید کو حکومت
سے تغیر کرو از بسکہ وہ جو اس کے دام الفت میں گرفتار تھا، اس کی تسلی کے لئے قسم
مغلظہ کھائی۔ بعد اس کے اس بات کے درپے ہوا کہ فرید کا قصور ثابت کرکے موقوف
کرے پھر اس کے احوال کی کوشش و جست و جو کرنے لگا اور میاں حسن و فرید کے
درمیان باتیں کدورت آمیز ہونے لگیں۔

شیر خان کی انتظام جاگیر سے دست برداری

جس وقت فرید کو معلوم ہوا کہ میاں حسن نے سلیمان کی ماں سے قرار کیا ہے کہ میرے
لڑکوں کو دونوں پرگنوں کی حکومت دوں گا اور عزیزوں سے جو قرار کیا تھا اس قرار
سے وہ پھر گیا، فرید دونوں پرگنوں کی حکومت سے دست بردار ہوا اور میاں حسن سے کہلا ۲۴۳
بھیجا کہ جب وقت تک شفقت پدری آپ کی میرے حق میں تھی سربراہی پرگنوں کی کرتا تھا

اب جسے چاہے اسے سرفراز فرمایئے اور بعضے لوگوں نے جو ازراہ حسد و دشمنی کے
سمع مبارک میں ایسی باتیں پہنچائیں کہ باعث خفگی کا ہوئیں اور قبلہ و کعبہ اس طرح سے
تحقیق فرمادیں کہ جس طرح سے بندہ عرض کرے حاکم کو لازم ہے کہ اپنے عاملوں اور رعایا
کے احوال سے مخفی خبردار رہے تاکہ کسو طرح کی ان سے خیانت و غفلت نہ ہونے پائے اور
یہ سبب ملک کے آباد ہونے اور نیکنامی اور دلجمعی کا ہے تاکہ غرض گو کے کہنے سے کچھ اس
کے دل میں خیال نہو جیساکہ خواجہ نظامی فرماتا ہے ۔ ابیات

خبرداری کیا ہے گی اچھی صناع ۔۔۔ ہو اس نقد سے خلق کو انتفاع

وہ ہوتا ہے آفاق میں سربلند ۔۔۔ کہ جو کار عالم میں ہو ہوشمند

اور بہتر یہ ہے کہ اس کے قول پہ اعتماد نکرے ۔ بیت

اہل غرض کی تو کچھ سنیو بات ۔۔۔ جو مانیگا تو تلخ ہوگی حیات

اگر اہل غرض کے کہنے سے حاکم کے دل میں یاکہ اس کے عاملوں سے کسو نے شاید
خیانت کی ہو چاہے اس کو اس طرح سے تحقیق کرے پہلے اپنے عاملوں کو تغیر کرے بعد
اس کے جو اس کے معتمدوں میں سے امانت و دیانت کے وصف سے موصوف ہو
اسے تعین فرماوے اور حکم کرے امقدم کو خبر ہونے نپائے کہ کئی ایک گاؤں کا کاغذ
لے بعد اس کے مقدم و نویسندہ کو اور کچا کاغذ لے کر حضور میں آوے بہتر یہ ہے کہ
حاکم آپ متوجہ ہو کس واسطے کہ اس زمانے میں ایسا معتمد آدمی کہ طمع پیسے کی نرکھتا ہو کم
پیدا ہوتا ہے ۔ والا جو لوگ صاحب شعور اور دیانت دار ہوں انہیں یقین کرے کہ اس
امر کو بخوبی تحقیق کریں اگر بے دیانتی ظاہر ہو ایسی تنبیہ کرے اور عاملوں کو عبرت ہو تا کوئی
بے دیانتی اور ظلم نکرے کہ ظالموں کے ظلم سے سیاست لوگوں کے اہل و عیال کے
کا سبب ہے اور حکام کی تعدی سے خلق کی امنیت کا باعث ہے

ابیات

نہ صبر عامل جو ہو ظلم دوست — وہ جیسا ہے فربہ تو کھینچ اسکا پوست
سر گرگ پہلے ہی تو کاٹ یو — نہ اس وقت جب کھا گیا بھیڑ کو

اور اگر حاکم کو تغیر نکرے کسواور کو مقرر کرے کہ کچا کاغذ اور وہاں کے مقدم اور قانون گو
کو لاوے اس واسطے کہ اس کے ڈر سے کچا کاغذ نہ دیویں گے اور حقیقت پرگنے کی
کماحقہ نہ بیان کریں گے کیونکہ اگر رعیت حاکم سے موافق ہے تو مخالفت نکرے گی پس حاکم
۴۷ کو لازم ہے کہ عامل قدیم کو تغیر کرے اور نئے عامل کو بھیجے اس لئے سعی کرے گا کہ اگلے عامل
کی چوری ظاہر ہو اس میں بھی خلل ہے کہ حاکم سابق عامل تو کو کچھ دے کر کہے گا رعیت کو بد
راہ نکیا چاہئے کسواسطے کہ آج مجھ پہ ہے تو کل تجھ پر، تو حاکم تو رعیت کو حقیقت کہنے سے باز
رکھے گا پس اس سے بہتر یہ ہے، عامل قدیم کو تغیر کرے اور ایسے شخص کو جو امانت و دیانت
سے آراستہ ہو اسے بھیجے کہ کچا کاغذ اور وہاں کے مقدم قانون گو کو لے آوے جیسے کہ آگے
ذکر ہوا ہے اسطور تحقیق کرے کہ جو نکا توں احوال دریافت ہو قبلہ و کعبہ کو معلوم ہو کہ میں
نے پرگنوں کی حکومت سے ہاتھ اٹھایا اب حضرت ایک ایسے شخص کو بھیجیں کہ وہ کچا کاغذ اور
مقدم و قانون گو کو خدمت عالی میں لاکر حاضر کرے اور حضرت آپ متوجہ ہو کر تحقیق کریں کہ جھوٹھ
سچ ظاہر ہو۔ بیت

خوب ہے گر محک تجربہ آوے بمیاں — ہو سیہ رو وہ کہ جس میں کہ کچھ غش ہوئے

میاں حسن نے فرید کو کہلا بھیجا کچھ احتیاج تحقیق نہیں ہے جواب تحقیق کروں جب میں لشکر میں تھا
حقیقت پرگنوں کی تب ہی معلوم ہوتی تھی لو تو نے ملک کو آگے کی نسبت دونا آباد کیا ہے اور
جو تمہارے تصرف میں آیا بہت اچھا ہوا تمہارا ہی مال تھا اس میں کچھ قباحت نہیں اور تجھے
جو میں نے حکومت دی تھی تو تجھ میں اس بات کی لیاقت جانتا تھا اور غرض اس سے یہ بھی
کہ تجھے بھی ایک سرمایہ ہووے اور وہ تیرے ایک روز کام آوے اور میں جانتا ہوں نام

نیک میرا جہاں میں تجھ سے رہے گا اور پسماندوں کی خبر گیری تجھسے ہووے گی اور میرے تئیں تیرے ناخلف بھائی سلیمان وغیرہ ہر روز ستاتے اور حیران کرتے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ ان سے ملک کی تدبیر نہو سکے گی۔ بہتیری ان کو نصیحت کرتا ہوں لیکن کچھ اثر نہیں کرتی اور ان کے ہاتھوں ایک دم آرام نہیں پاتا اور ان کی ماں بھی شب و روز ان کے واسطے مجھے دق کرتی رہتی ہے لاچار تھوڑے دنوں کے لئے سلیمان اور احمد کو دو پرگنوں کی حکومت دیتا ہوں کہ رات دن کی تشویش و حیرانی سے نجات پاویں جب فرید نے میاں حسن کی زبانی اس طرح کی باتیں سنی عرض کر بھیجا کہ دونوں پرگنوں کے حضرت مالک ہیں جسے چاہیں اسے ان کی حکومت دیں[1] جب عزیزوں نے یہ سنا میاں حسن دونوں پرگنوں کی حکومت فرید سے لیکر چاہتا ہے کہ سلیمان اور احمد کو دے اور فرید اسباب جمع کرتا ہے کہ واسطے روزگار کے آگرے کی طرف جائے اور ان دنوں میں دار السلطنت آگرہ تھا سب جمع ہو کر میاں حسن کے پاس آئے اور عرض کیا آپ کو کہ اس سے پرگنوں کی حکومت لے کر سلیمان و احمد کو دو۔ فرید نے بڑا تردد کر کے پرگنوں کو آباد کیا ہے جیسا دونوں پرگنوں میں اس نے بندوبست کیا ہے اس سے آگے بھی کسو نے ایسا نہیں کیا اور اس سے کوئی قصور بھی نہیں ہوا جو باعث اس کے تغیر کرنے کا ہو اور ایسے قابل بیٹے کو تو بڑھاپے میں آپ سے جدا کرتا ہے اور ان دنوں سلطان ابراہیم کی پادشاہت میں خلل واقع ہوا ہے جو پٹھان

---

[1] اسلام اور مسلم مشاہیر کو بد نام کرنے کی غرض سے بعض مستشرقین تاریخی واقعات کو مسخ کر کے پیش کرنے کے عادی ہیں۔ مثلاً سر وولزلے ہیگ لکھتے ہیں: "فرید اپنے باپ کو برا بھلا کہہ کر جس کا کوئی اثر نہیں ہوا، وہاں سے چلا گیا کہ آگرے میں ملازمت تلاش کرے" دیکھو کیمبرج ہسٹری آف انڈیا۔ جلد چہارم ۴۶۲

یہ صاف ظاہر ہے کہ شیر خان نے اپنے باپ کے سامنے ایک لفظ بھی بے ادبی کا نہیں کہا، لیکن سر وولزلے نے واقعہ کو اس طرح پیش کیا کہ جس سے شیر خان کے اخلاق پر ایک چھوٹا سا دھبہ پڑ جاسکے۔

دست قدرت رکھتا ہے وہ دعویٰ ریاست اور ملک گیری کا کرتا ہے۔ میاں حسن نے عزیزوں سے کہا کہ میں بھی جانتا ہوں کہ آزردہ خاطر کرنا مناسب نہیں ہے پر کیا کروں سلیمان اور اس کی ماں نے مجھے ایسا تنگ کیا ہے کہ ایک دم چین نہیں دیتے اور جب سلیمان لڑکا تھا ایک روز مجھسے کہنے لگا کہ حکومت پرگنے کی مجھے دے اس کی تسلی کے لئے میں نے کہا جس وقت تو بڑا ہو تجھے بھی دوں گا اس نے کہا بھائی فرید کو جو تم نے حاکم کیا ہے اس کو کس طرح سے موقوف کرو گے میں نے اس سے کہا فرید کو کہوں گا بہت دنوں تو نے حکومت کی تھوڑے دنوں اپنے چھوٹے بھائی کو دے کہ وہ بھی امور ملکی میں مہارت کلی پیدا کرے اور اب وہی بات یاد دلاتا ہے۔ اور مجھے اس کی ماں سے نہایت انس ہے جس وقت اسے دلگیر دیکھتا ہوں قرار و آرام مجھ سے بالکل جاتا رہتا ہے۔ ابیات

لگام شیروں کے دے منھ میں کھینچے بہت عشق

کہ جیسے ناک میں دے کھینچے ہیں زمام شتر

نہیں ہے صبر جو تجھ سے مجھے کروں پھر کیا

جو غصے سے جاتا ہوں آتا ہوں میں بمسکینی

میں بوڑھا ہوا ہوں اور میری مرگ نزدیک پہنچی ہے وعدہ خلافی مجھ سے نہ ہو گی اپنی زندگی میں ایک باری ان کو پرگنوں کی حکومت دوں گا اگر انہوں نے ایسا عمل کیا کہ پرگنوں کی آبادی اور آسودہ گی خلق و سپاہ کا سبب وقوع میں آیا تو بہتر ہے کہ میرے جیتے جی لوگوں کے درمیان یہ نام نکالیں جیسا خلق میں فرید نے اپنا نام نیک پیدا کیا اور فرید کی طرف سے میری خاطر جمع ہے جہاں جاوے گا اپنا روزگار کرے گا اور جو ناقابل نکلیں تو میری زندگی میں تھوڑے دنوں دنیا کا فائدہ اٹھا دیں کیونکہ اس قدر یقین ہے بعد میرے فرید کو ہی پرگنوں کی حکومت پہنچے گی اور وہی اس امر کے لائق ہے اور وہ حیثیت و قابلیت اور تدبیر ملک میں مجھ سے اور اپنے بھائیوں سے اور جو ہم سن اس

کے اقربا ہیں ان سے بہتر ہے اور بعضی باتیں جو امور مملکت میں کام آویں اس سے سن کر وے ہرگز کسو سے نہیں سنی جب عزیزوں سے میاں حسن نے یہ جواب سنا اس سے کہا پس ایک لونڈی کی خاطر تو فرید کو اپنے سے جدا کرتا ہے تجھے اب مناسب نہیں ہے ایک باندی کے لئے اس ہنگامے کے وقت کہ بہاریں جو لوحانی ہیں ان کے اطوار ایسے معلوم ہوتے ہیں نزدیک ہے کہ پادشاہ سے بغی ہو کر آپ سلطنت کریں اور قول داناؤں کا ہے کہ رنڈیوں پر اعتماد نکرے اور اپنا راز ان سے نہ کہے اور کسی امر کا ان سے مشورہ نہ لے اور جو اپنا مال سوائے قوت کے ہو ان سے چھپاوے اور جو کوئی عورت کے عشق میں گرفتار ہو اور اس کی محبت کی غفلت میں مبتلا ہو تو چاہیئے کہ اس سے چھپاوے اس لئے کہ باعث اس کے غلبہ کا ہے جس وقت عورت یہ سمجھی کہ خاوند میرے دام الفت میں گرفتار ہے اور بغیر میرے ایک دم اسے قرار نہیں پھر وہ اس کے کہنے میں نہیں رہتی اور اسے غلام کے برابر سمجھتی ہے کہتے ہیں رنڈیوں کی طینت میں حسد بھرا ہوا ہے اور نقصان عقل سے موصوف ہیں اور ہر ایک طرح کے مکر سے معروف ان کا کہنا نہ کیا چاہے بہتیرا عزیزوں نے سمجھایا میاں حسن جو اس کا فریفتہ تھا عزیزوں کی عرض نہ قبول کی۔ بیت

خراب ہووے جو خوباں سے اور مے سے کباب
کسی طرح سے نہ مرے وہ جیسے دی ہیں رباب

شیر خان گھر چھوڑ کر آگرہ کی طرف جاتا ہے

جب فرید میاں حسن سے بلکل مایوس ہوا عزیزوں سے رخصت ہوا ارادہ آگرے کی طرف کا کاہن پور کی راہ سے کیا جس جاگہ اعظم ہمایوں سروانی کا لشکر تھا اور اکثر

سے ایلینٹ اور ڈاؤسن کی مشہور ہسٹری آف انڈیا میں کاہن پور کو کانپور متصور کیا گیا ہے۔ یہ غلط ہے، لیکن تعجب ہے کہ حال کے بعض مورخوں نے اس کو تسلیم کر لیا ہے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سروانی منصب دار بھی اس جاگر رہتے تھے۔ فرید ادھر کو روانہ ہوا جب کاہن پور میں پہنچا جو سروانی میاں حسن کے رشتہ دار تھے انہوں نے فرید کی مہمانی کی قضارا اس مجلس میں شیخ اسمٰعیل وارد ہوا۔ فرید نے پوچھا یہ کون ہے سبھوں نے کہا سروانی ہے۔ پھر کہا تمہاری طرف سے سور ہے اور ننھیال کی طرف سے سروانی۔ فرید نے شیخ اسمٰعیل سے پوچھا، تو نے کیوں نہ کہا کہ میں سور ہوں، اُس نے عرض کی میں نے یہ بھی نہیں کہا کہ سروانی ہوں، جو یہ کہیں تو اس میں میرا کیا گناہ۔ پھر فرید نے کہا ہمارے ساتھ رہو، اس نے ہمراہی قبول کی اور ابراہیم بھی اسی نواحی میں نوکر ہوا جس وقت فرید نے قطب شاہ بنگالے کی لڑائی ماری، اس لڑائی میں شیخ اسمٰعیل نے بڑی جوانمردی کی اور حبیب خاں کاکڑ جو شیخ اسمٰعیل کا سالا تھا اس نے قطب شاہ کے ایسا نیزہ مارا کہ گر پڑا، پر وہ نوکر شیخ کا تھا اس واسطے یہ مشہور ہوا کہ قطب شاہ کو شیخ نے مارا۔ پھر فرید نے اس کو خطاب شجاعت خاں کا دیا اور جو ملک مندو شیر خاں کے ہاتھ آیا شجاعت خاں کو اس کی حکومت دی اور ابراہیم کو خطاب سرمست خاں کا عنایت فرمایا۔

شیر خان کا قیام آگرہ میں

جس وقت آگرے میں آیا دولت خاں بیٹا بدھو کا کہ خانہ زاد اعظم خاں ہمایوں سروانی کا اور بارہ ہزار سوار کا سردار تھا سلطان ابراہیم[1] اس پر نہایت شفقت و مہربانی فرماتا تھا[2] فرید نے

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) دیکھو ایلیٹ۔ جلد چہارم۔ ص ۳۲۱ و تاریخ خان جہانی مرتبہ ڈاکٹر ایس امام الدین شائع کردہ ایشیاٹک سوسائٹی آف پاکستان ڈھاکہ۔ ص ۲۲۷۔ نوٹ نمبر ۱

کاہن پور یقیناً ایک غیر معروف قصبہ ہوگا۔

[1] سلطان ابراہیم لودھی اپنے والد سلطان سکندر لودھی کی وفات پر ۱۵۱۷ء میں تخت نشین ہوا۔ اور ۱۵۲۶ء میں بابر کے خلاف جنگ پانی پت میں مارا گیا۔

[2] یہاں یہ ذکر بے محل نہ ہوگا کہ یہی دولت خان لودھی ہے جس نے بابر کو ہندوستان آنے کی دعوت دی تھی۔

اسے اپنا وسیلہ کیا اور اس کی ایسی خدمت کی کہ اکثر وہ کہتا کہ میں فرید کے منہ سے شرمندہ ہوں اور جو مدعا رکھتا ہو سو کہے۔ میں اپنے مقدور بھر کمیں (کمی) نہ کروں گا جب فرید نے جانا کہ دولت خاں متوجہ میرے حال پر ہے، واجب العرض لکھی کہ دولت خاں بوڑھا ہوا اور اس کے حواس میں خلل واقع ہوا اور والہ و مفتون ایک لونڈی پر ہے جو وہ کہتی ہے سو کرتا ہے اور تدبیر ملک کی اس پر مقرر کی ہے اور اس کے ہاتھوں سے تمام عزیز و رعیت اور دوبی (بھائی؟) بند حیران و سرگرداں ہیں اور اس بند وڑکی بے شعوری کے باعث دونوں پرگنے ویرانی پر ہیں، اگر عالم پناہ بندے کو ان دونوں پرگنوں کی حکومت مرحمت فرمادیں تو فدوی یا بھائی پانچسو سوار سے جس جاگہ حکم ہو وہاں نوکری میں حاضر رہے اور میاں حسن کی خدمت میں بھی حاضر رہے، جس وقت دولت خاں نے واجب العرض کو ملاحظہ کیا فرید کی ہر طرح سے تسلی کی اور کہا خاطر جمع رکھ، میاں حسن کی حقیقت حضور اقدس میں عرض کروں گا اور جہاں پناہ سے دونوں پرگنوں کی سند لے کر تجھے دوں گا پھر دولت خاں نے
ص ۲۴۸ میاں حسن کے ماجرے کی عرضی حضور اقدس میں گزرانی اور عرض کیا فرید جوان قابل ہے اور ایک مدت دونوں پرگنوں کی ریاست کی ہے اور رعیت و سپاہ سب اس سے راضی ہے اگر قبلہ عالم اسے دونوں پرگنوں کی سند عنایت کریں تو وہ یا اس کا بھائی پانسو سوار سے جو خدمت فرمادیں سو بجالاوے۔ پادشاہ نے فرمایا کیا وہ بُرا آدمی کہ اپنے باپ کا گلہ کرتا ہے۔ دولتخاں نے فرید سے کہا یہ بات پادشاہ کی زبان سے نکلی لیکن تو غمگین نہو، انشاء اللہ تعالیٰ حضور سے دونوں پرگنوں کی پروانگی لے کر تجھے دوں گا اور تیرے احوال سے غافل نہوں گا۔
جب یہ ماجرا سنا نہایت دل گیر ہوا پر دولت خاں کی تسلی سے اس کے پاس رہا اور وہ فرید کی بخوبی خبر لیتا تھا اور اتنا روزمرے کے خرچ کو دیتا کہ وہ جمع کرتا۔

حسن خاں کی وفات اور جاگیر کا شیر خاں کے نام منتقل ہونا

کتنی ایک مدت کے بعد میاں حسن مرگیا اور سیوم کے روز میاں حسن کی پگڑی سلیمان نے اپنے سر پر رکھی، جب فرید کے بھائی حقیقی میاں نظام نے سنا کہ سلیمان نے میاں حسن کی دستار اپنے سر پر رکھی، جس مجلس میں کہ وہ بیٹھا تھا نظام نے اپنے لوگوں سمیت وہاں جاکر اس کے سر سے پگڑی اتار لی اور کہا فرید کے ہوتے تجھے مناسب نہیں ہے کیونکہ ایسا بڑا بھائی جو جمیع اوصاف سے موصوف اور بادشاہ کی جناب میں حاضر ہے تجھے لائق نہیں کہ میاں حسن کا جانشین ہو خدا سے ڈر اور خلق خدا سے شرم کر خلاف رسم و قاعدے کے کام کرنا سبب عداوت کا ہے جو کچھ باپ کے جیتے جی ماں کی حمایت سے جو تو نے فرید سے بے مروتی کی قبلہ گاہی کی خاطر سے میں تجھے کچھ نہ کہہ سکا والا نہ تیرے زور و مردانگی کی قدر معلوم تھی اور اب وہ باتیں مناسب نہیں ہیں چاہیے بخلاف آگے کے اپنے بھائی کے ساتھ اخلاص و محبت کر اور نزاع چھوڑ دے کہ بڑے بھائی سے لڑنا خوب نہیں اور میاں حسن نے اپنے جیتے جی ہر ایک لڑکے کو جاگیر علحدہ تقسیم کر دی تھی اس پر قناعت کر اور ریاست سے ہاتھ اٹھا کہ یہ حق بڑے بھائی کا ہے اور اگر لڑائی سے باز نہ آئے گا تو غیروں کا محتاج ہوگا اور کوئی تجھے بھلا نہ کہے گا کس واسطے کہ سبب بدنامی اور پرگنوں کی ویرانی کا ہے۔ بیت

لڑائی سے پہنچے ہے یہاں تک سخن   کہ ویران ہوں خاندانِ کہن

سلیمان نے کہا اگر بھائی مجھ پر شفقت و مہربانی فرمائے گا تو اس کی خدمت سے مجھے بھی ننگ نہیں بعد اس کے میاں حسن کے مرنے کی خبر اور سب روداد میاں نظام نے شیر خاں کو لکھ کر بھیجی خبر کے پہنچتے ہی شرط ماتم کی بجالایا اور جو کچھ ماجرا سلیمان وغیرہ کا تھا دولت خان سے اظہار کیا اس نے کہا کسو طرح کا دل میں اندیشہ نہ کر، انشاء اللہ تعالیٰ بادشاہ دونوں پرگنوں کی سند دے گا۔ پھر دولت خاں نے بادشاہ سے تمام ماجرا عرض کر کے دونوں پرگنوں کی ریاست

کا فرمان لے فرید کو رخصت کر حضور میں آیا۔ جب فرید پرگنوں میں پہنچا سب عزیزوں نے فرمان کو قبول کیا سلیمان نے دیکھا فرید سے عہدہ بر نہ ہو سکوں گا، محمد خاں سور داؤد شہ خیل پندرہ ہنسو (پندرہ سو) سوار کا رسالہ دار اور حاکم پرگنہ چوند کا تھا اس کے پاس گیا اور میاں حسن سے وہ دل میں کدورت رکھتا تھا اس نے چاہا کہ دونوں بھائیوں کے درمیان دشمنی ہو اور طرفین سے میرے محتاج ہوں، یہ سوچ کر کہا تھوڑے دنوں صبر کر، فرید حضور کی سند رکھتا ہے لیکن دولت خاں یوسف خیل مغلوں کو لایا ہے، سلطان ابراہیم کے ساتھ لڑائی ہوگی۔ اگر فتح مغل کی ہوئی تو میں فرید سے بزور پرگنہ لے کر تجھے دوں گا اور اگر فتح پادشاہ کی ہوئی تو تجھے حضور جانا ہوگا اور میں بھی عرضی میں یہ لکھوں گا کہ میاں حسن فرید سے ناخوش تھے اور سلیمان سے نہایت راضی۔ آگے تیرے طالع جو کریں گے سو ہوگا۔ سلیمان نے محمد خاں سے کہا میں نے فرید کے ڈر سے تمہاری پناہ لی ہے اور یہاں سرداروں میں تمہارے برابر کوئی نہیں اور میں نے اپنا اختیار تمہیں سونپا جو تم فرماؤ سو قبول ہے۔ پھر محمد خاں نے اپنے وکیل کے ہاتھ فرید کو کہلا بھیجا اگر تو میرا کہنا مانے اور میرے آنے کی شرم رکھے تو میں اگر تم دونوں بھائیوں میں صلح ٹھہرا دوں اور جو میرے کہنے سے پھرے اسے سب عزیز ملزم کریں۔ فرید نے اس کے جواب میں یہ عریضہ لکھا کہ آپ داؤد شہ خیل کے رئیسوں میں بڑے اور بزرگ ہیں اور آپ ہمیشہ سے اپنی قوم کے سردار ہیں آپ کا تشریف لانا اس طرف مناسب نہیں مجھے یاد فرماویں اور میرا بھائی سلیمان خدمت عالی میں میرا گلہ کرتا ہے، احوال یہاں کا آپ سے چھپا نہیں کہ قبلہ گاہ کے جیتے جی ہمیشہ مجھ سے دشمنی کرتا تھا بعد ان کے ہر چند اس کو سمجھایا کہ بھائی جو جاگیر تیری قبلہ گاہ کے روبرو تھی میں اس سے دوچند دیتا ہوں اور ان کے سامنے جو خفگی ہماری تمہاری تھی اسے درمیان سے دور کریں اور باقی عمر الفت محبت سے بسر کریں۔ شعر

آسودگی دو جگ کی دو حرفوں کا بیاں ہے　　　احباب پر تلطف اعدا سے مدارا

پر میری نصیحت نے کچھ اسے اثر نکیا اور جو عزیز یہاں تھے انہوں نے بھی اپنی طرف سے اس امر میں بہت سعی کی اور ہر ایک طرح سے مانع ہوئے کہ آپس میں دشمنی خوب نہیں لیکن نہ مانا اگر آپ بھی اسے فرما دیں کہ تو عداوت سے باز آ تو یہی دوستی کی دلیل ہے کہ میاں حسن کے خاندان کی شرم رہے اور بھائی نظام کو آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں کہ تمہارے روبرو اس کی تسلی کر کے یہاں لے آوے اور جاگیر خاطر خواہ اسے دوں گا لیکن جو وہ چاہتا ہے کہ بطور شراکت کے میاں حسن کی جاگیر کا حصہ لوں سو میرے جیتے جی اس کی یہ آرزو بر نہ آوے گی کیونکہ دو تلواریں ایک میان میں اور دو حاکم ایک مکان میں نہیں رہ سکتے۔ بیت

کہ شہر میں میں رہوں یا تو ہی رہ
دو شخصوں سے ہے کام ولایت کا تبہ

جو وکیل سے محمد خاں کے فرید نے کہا تھا اور عرضی میں لکھا تھا اسے جب محمد خاں نے معلوم کیا سلیمان سے کہا میں جانتا ہوں کہ فرید تیرا حصہ سہج میں ندیویگا خاطر جمع رکھ تیرا حصہ بزور لے دوں گا جو تم تینوں بھائی میرے پاس آئے ہو تو بخرہ تمہارا دلا دینا مجھپر لازم ہے۔ سلیمان نہایت خوش ہوا اور فرید کو خبرداروں نے خبر جوں کی توں پہنچائی۔ اس نے اپنے بھائی نظام وغیرہ سب دولت خواہوں سے مصلحت کی کہ ہمیں بھی کسو تلک رجوع کیا چاہیئے تا وہ محمد خاں کو اس حرکات سے باز رکھے اور اپنے نزدیک ایسا کوئی نہیں مگر پہاڑ خاں[1] بیٹا یادر خاں نوحانی کا لیکن چند روز صبر کیا چاہیئے۔ اگر فتح سلطان ابراہیم کی ہوئی تو کچھ کسو سے نہ کہیئے کیونکہ فرمان بادشاہ کا ہمارے پاس ہے اور جو عیاذاً باللہ پادشاہ کو مغلوں نے شکست دی تو تجھے پہاڑ خان سے ضرور سازش کرنی پڑی اور اس کی خدمت میں حاضر رہنا ہوا۔

---

[1] صحیح نام بہار خان تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ولا کے پیش نظر نسخہ میں یہ نام غلطی سے پہاڑ خان لکھ گیا تھا ا صولت شیر شاہی مرتبہ سید احمد مرتضیٰ (علیگڑھ ۱۹۳۴ء) میں بہادر خان ہے۔ دیکھو ص ۲۳ الیٹ کا نسخہ میں بہار خان ہی ہے۔ دیکھو۔ جلد چہارم ص ۲۲۵

شیر خان کا والی بہار کے پاس جانا اور اس کے بیٹے کا اتالیق مقرر ہونا

پھر ایک مدت کے بعد خبر آئی کہ سلطان ابراہیم شہید ہوا اور ملک دہلی کا سن نو سو بتیس ہجری میں سلیمان ثانی ظہیرالدین محمد بابر پادشاہ کے ہاتھ آیا۔ فرید لاچار ہو کر پہاڑ خان کے پاس آیا اور اس کی خدمت میں آٹھ پہر رہتا اور ایک دم اس کے حضور سے نہ سرکتا، خدمت کے سبب سے ایسی مصاحبت حاصل کی کہ خلوت و جلوت میں کوئی اسے منع نہ کرتا اور اس کے مقربوں سے ایک یہ بھی ہوا اور اپنے حسن تدبیر سے بہار کے ملک میں مشہور تھا ایک روز پہاڑ خان کے ساتھ شکار کو گیا تھا اتفاقاً شیر شکارگاہ میں سے نکلا فرید نے اس شیر کو مارا پہاڑ خان نے کہ اپنا نام سلطان محمد رکھا تھا اور سکہ و خطبہ ملک بہار میں اپنے نام کا مقرر کیا تھا۔ فرید کو شیر خان خطاب دیا اور اپنے بیٹے جلال خاں کی نیابت اسے دی اور وہ اس کام پر مشہور تھا ایک مدت بعید کے بعد سلطان محمد سے رخصت لے کر اپنے پرگنوں میں آیا اور وہاں اسے عرصہ ہوا۔ دیر رہنے کے باعث سلطان محمد نے اس کا گلہ کیا کہ تھوڑے دنوں کا وعدہ کیا تھا اور بہت دن گذرے کہ نہیں آیا اس واسطے کہ ایام خلل کے تھے ایک کو دوسرے پر کلی اعتماد نہ تھا۔

محمد خان نے بھی شکوہ شیر خاں کا سلطان محمد سے کیا کہ سلطان محمود کہ جو بیٹا سلطان سکندر کا ہے اس کے آنے کی راہ دیکھتا ہے کیونکہ اکثر امرا پٹھانوں کے اس کے ساتھ ہوئے ہیں اور اگر قبلۂ عالم فرما دیں تو اس کے آنے کی میں تدبیر عرض کروں۔ پادشاہ نے پوچھا وہ کیا ہے اس نے عرض کی کہ بھائی اس کا سلیمان جوان قابل ہے اور میاں حسن نے اپنے جیتے جی اسے دونوں پرگنوں کی حکومت دی تھی اور شیر خان کو پرگنوں سے نکال دیا تھا۔ اس نے جا کر سلطان ابراہیم سے اپنے باپ کا شکوہ کیا۔ پادشاہ نے کہا کیا بد ہے کہ اپنے باپ کی شکایت کرتا ہے۔ دولت خاں نے جو بدھو خاں کا بیٹا تھا اسے اپنا وسیلہ کیا تھا اسی نے میاں حسن کی وفات

کے بعد شیر خاں کے نام سلطان ابراہیم سے دونوں پرگنوں کی حکومت کا فرمان لکھوا دیا تھا۔ سلیمان نے بھی چاہا تھا کہ جو میاں حسن نے قریب مرنے کے سفارش لکھی تھی، اسے جا کر حضور میں گزارنے۔ اس میں ہنگامہ برپا ہوا اور اس کا جانا سلطان ابراہیم کے پاس نہ ہوا اب آپ کے پاس فریاد کو آیا ہے، اگر حضور سے اسے دونوں پرگنوں کی سند عنایت ہووے تو شیر خاں شتابی سے حضور میں حاضر ہو، ایک مدت سے سلیمان نے اس کے ظلم سے بھاگ کر میری پناہ لی ہے اگر وہ اپنے حق کو پہنچے تو بندہ ہمیشہ حضور کا منت دار رہے گا۔ سلطان محمد نے کہا کہ اس نے میری خدمت بہت سی کی ہے تھوڑے سے قصور کے باعث بے تحقیق کئے اس کی جاگیر کیونکر ضبط کروں۔ لیکن تیری خاطر عزیز ہے تو اس قصے کو کہ یہ دونوں تیرے ساتھ نسبت عزیزی اور برادری کی برابر رکھتے ہیں اس طرح سے انفصال کر کہ کسو کی خاطر نہ ہو، تا حق اپنے مرکز پر قرار پاوے اور ان دونوں میں جو فتنہ برپا ہوا ہے دور ہو وے جیسے کہ نظامی گنجوی کہتا ہے۔ بیت

میانجی گر ایدا ہر آئے صواب　　　که هم سیخ بر جا رہے ہم کباب

محمد خان کی فوج، شیر خان کے دستوں کو شکست دے کر جاگیر پر قبضہ کرتی ہے

جب محمد خاں سلطان محمد سے رخصت لے پرگنہ جوند میں آیا اور اپنے چیلے شادی کو کہ معتمد اس کا تھا، شیر خاں کو اس کے ہاتھ کہلا بھیجا یہ مناسب نہیں ہے کہ دونوں پرگنے اپنے تصرف میں لائیے اور چھوٹے بھائی کو محروم رکھئے اور اپنے خاندان میں نزاع کا طور برپا کرے شادی کو بھیجتا ہوں، توقع ہے کہ جو کچھ کہے اس میں تفاوت نہ ہو میں منت دار ہوں گا۔ تیرے بھائی ایک مدت سے میرے پاس ہیں اور رسم و قاعدہ پٹھانوں کا تجھ سے چھپا نہیں۔ جس وقت شادی شیر خاں کے پاس آیا جو محمد خاں نے کہا تھا سب اظہار کیا شیر خاں نے اس کے

جواب میں کہا اے شادی خاں صاحب کی جناب میں میری زبانی عرض کر یہ ملک ردہ کا نہیں ہے کہ حصہ برادرانہ ہو۔ ملک ہندوستان کا پادشاہ کے حکم کے تابع ہے کہ اس میں کسی کی شرکت نہیں اور خوردی وبزرگی اور برادری سے تعلق نہیں رکھتا۔ سلطان سکندر نے یہ مقرر کیا ہے جو کوئی اس کے سرداروں میں سے مرے اس کا جو نقد وجنس ہو موافق مسئلہ فرائض کے وارثوں میں اس کا حصہ کردے جو اس کے فرزندوں میں سے لائق ہو اس کا پرگنہ و فوج اسے مرحمت فرمادیں اور اس کے سوا اور بھائیوں کا اس میں حصہ نہیں، سلطان ابراہیم نے دونوں پرگنوں کی سند بندے کو عنایت فرمائی ہے کہ اس میں کسو بھائی کو دخل نہیں اور جو مال وخزانہ میاں حسن کا تھا کہ سب وارث اس میں شریک ہیں سلیمان لے کر بھاگا ہے اور اس نے تمہاری پناہ لی۔ محض تمہاری خاطر عزیز کے باعث اسے کچھ نہیں کہتے جس وقت وہ تم سے جدا ہوا، وارث میاں حسن کے اپنا حق اس سے لے لیں گے آپ کو یہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ ٹانڈہ بلہو سلیمان کو دوں میں اپنی خوشی سے ندوں گا۔ اگر آپ بزور لے کر دیں حاکم ہیں، اور دوسری بات نہیں۔ یہ کہہ کر شادی کو کو رخصت کیا اس نے محمد خاں کے پاس آکر سب احوال عرض کیا، محمد خاں نے غصے ہو کر شادی کو حکم کیا ہمارا سارا لشکر اپنے ساتھ لے جا کر ٹانڈہ بلہو سلیمان کو بزور لے دے، اگر وہ لڑے تو اسے شکست دے کر دونوں پرگنے چھین لے، جب یہ خبر شیر خاں کو پہنچی۔ شکھا کو جو خواص خاں کے باپ کا غلام اور ٹانڈہ بلہو جو بنارس کے نزدیک ہے اس کا حاکم تھا اور شیر خاں کی شتیر فوج بھی اس کے ہمراہ متعین تھی پروانہ لکھا کہ سلیمان شادی کو لے کر تیری طرف آتا ہے بغیر لڑائی کے ٹانڈہ بلہو کو ندیجیو۔ اس نے شہر سے باہر نکل کر لڑائی کی۔ قضارا مارا پڑا اور فوج بھاگ کر شیر خاں کے پاس سہسرام اس کے پرگنے میں آئی۔ وہ بھی وہاں نہ ٹھیر سکا اگرچہ کسو کسو نے کہا پادشاہ کے پاس جا نگیا، جواب دیا کہ دن بلٹر کے ہیں میرے واسطے سلطان محمد خاں کو آزردہ نکرے گا، بصلح پیش آئے گا اور میرے نزدیک صلح مصلحت نہیں۔

شیر خان جاگیر پر دوبارہ قبضہ کرتا ہے۔ محمد خان سے صلح

میاں نظام نے کہا اگر صلح منظور نہیں تو بہتر یہ ہے کہ پٹنے میں جاکر وہاں کسو اچھے آدمی کی معرفت سلطان جنید کے حضور میں پہنچ کر اس کی نوکری کریں چاہے کہ اس کی خدمت کے باعث محمد خاں سے اپنا بدلا لیں اور اسے بھی جوند سے نکالیں جب یہ بات ٹھیری شیر خاں پٹنے میں آیا اور اپنے وکیل سے کہا آگرے میں سلطان جنید کے پاس جاکر عرض کر۔ اگر پادشاہ یہ قول و قرار اور عہد و پیمان کرے کہ ہمارا کسی طرح سے برا نچاہے تو اس کی نوکری کریں اور بدل و جان اس کی دولت خواہی میں حاضر رہے۔ پادشاہ نے قبول کیا۔ پھر شیر خاں بادشاہ کا نوکر ہوا اور اتنا کچھ حضور میں پیشکش گزرانا کہ پادشاہ نہایت راضی ہوا اور شیر خاں کے ساتھ اپنا لشکر کر دیا محمد خاں اور سلیمان اس کے مقابلے کی تاب نلا سکے بھاگ کر رہتاس کے پہاڑ میں آئے[۱] شیر خان اپنے پرگنوں کو اور محمد خاں کے جوند پرگنے کو اپنے قبضے میں لایا اور بعضے پرگنے پادشاہی خالصے کے بھی لئے اور عزیزوں میں سے جو بعضے پٹھان بھاگ کر پہاڑ میں گئے تھے ان کو لکھا کہ تم آؤ جاگیر تمہاری دو چند کر دیں گے اور مستورات کی شرم ایک ہے۔ میری غرض انتقام سے تھی کہ پرگنے لوں سو تصرف میں آئے چاہیے کہ خط کے دیکھتے ہی اپنے تئیں پہنچاؤ چنانچہ

۱؎ مترجم نے یہاں ترجمہ کی عبارت مبہم کر دی ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ پادشاہ کے ذکر کرنے واقعہ کو غلط رنگ دے دیا ہے، شیر خان نے جو پیغام، جنید برلاس کو بھیجا تھا اس میں بادشاہ کی ملازمت کا ذکر نہیں تھا، بلکہ خود جنید برلاس کو بھیجا تھا اس میں آمادگی ظاہر کی تھی۔ چنانچہ اس نے جنید ہی کی ملازمت اختیار کی، اسی کو پیش کش دی اور اسی کی فوج کی مدد سے، محمد خاں اور سلیمان کو شکست دے کر اپنی جاگیر پر دوبارہ قابض ہوا۔ دیکھو الیٹ کا انگریزی ترجمہ جلد چہارم۔ ص ۳۲۸۔

تاریخ خان جہانی۔ ص ۲۷۳۔ تاریخ داودی از عبداللہ (علیگڈھ ۱۹۵۴ء) ص ۱۱۴

اکثر پٹھان شیر خان کی ملازمت میں آئے جب اس نے جانا کہ بیشتر افغان میرے پاس جمع ہوئے، مغلوں کو بہت کچھ دے، رخصت کر، عرضی محمد خاں کو جو حاکم جوند کے پرگنے کا قوم سور ہے تھا اس مضمون کی لکھی کہ خان اعظم اپنے دل میں کچھ وسواس نکریں اور اسی طرح سے خاطر جمع رکھیں۔ پرگنہ جوند کا اپنے تصرف میں لائیں، میں نے پادشاہی پرگنے لئے ہیں اور عزیزوں کے ملک کی طمع نہیں رکھتا، کیونکہ ایام فتنہ انگیزی کے ہیں اور جو پٹھان کہ جمعیت رکھتا ہے میری ریاست و ملک گیری کا دم مارتا ہے، اور صاحب دول کو ایسے وقت میں اپنے قوم کی سپاہ کی جمعیت سے یار و مددگار رچاہیئے، تا ملک اپنے سے خبردار رہے اور پرگنوں میں اوروں کے تصرف کرے، پس مناسب دولت یہ معلوم ہوتا ہے کہ حسد اور عجب وکینہ، جو جان بین (جانبین ؟) سے دلوں میں رکھتے تھے اُسے دور کریں اور اس کے عوض نہال مہر و محبت کا زمین دل میں بٹھادیں تو ثمرہ اخلاص کا حاصل ہووے اور عزیزوں کی جمعیت کا باعث ہووے اور اس سے قدر و منزلت اور جاہ و عزت زیادہ ہووے شعر

نہال دوستی بٹھلا کہ دل کا کام بر آوے
درخت دشمنی کر دور تا سب رنج ہٹ جاوے

شیر خاں کی عرضی کے ملاحظہ کرتے ہی محمد خاں نے پہاڑ پر سے آکر جوند کے پرگنے میں عمل کیا اور اگلی کدورت کی باہم دیگر عذرخواہی کی اور محمد خاں شیر خاں کے احسان کا رہون ہوا۔

شیر خان، بابر کی ملازمت اختیار کرتا ہی

یہ محمد خان کی طرف سے خاطر جمع کر کے آگرے میں سلطان جنید کے پاس آیا وہاں سے اس کے ساتھ ہو کر فریدون ثانی ظہیر الدین محمد بابر پادشاہ کی ملازمت کے لئے آیا اور شرف آستان بوسی کا حاصل کیا، چنانچہ چندیری کی مہم لئے آیا اور شرف۔ ایک مدت مغلوں میں رہ لڑائی

لہ چندیری، مالوہ اور بندیلکھنڈ کے حدود پر واقع ہے۔ اس کے راجہ کا نام میدنی راؤ تھا۔ بابر نے جنوری ۱۵۲۸ء میں اس پر قبضہ کیا۔

کا طور اور تدبیر ملک داری کی اور رویہ ارکانِ دولت کا معلوم کیا۔ پھر اکثر اوقات پٹھانوں کی مجلسوں میں کہتا اگر میرے بخت نے مساعدت کی اور اقبال نے یاوری کی تو مغلوں کو ملک ہند سے بآسانی نکالوں گا۔ جس وقت لوگ اس سے یہ بات سنتے، ہنستے، جب اس محفل سے اٹھ تے تو آپس میں کہتے شیر خاں کیا گھمنڈ کرتا ہے اور باتیں اپنے منہ سے۔

مغلوں کو ہند پاکستان سے نکالنے کا خیال اور اس کا اظہار

میں جو عباس مؤلف شیر خاں کے احوال کا ہوں اپنے عمو شیخ محمد کی زبانی جو سردار بڑے مشائخوں کا اور بیٹا شیخ ماہی قتال جو برگزیدہ اہل کمال کا عمر اس کی قریب اسی برس کے تھی میں نے سنا فرماتے تھے کہ میں چندیری کی مہم میں سکندر ثانی ظل سبحانی بابر بادشاہ کے لشکر کے ساتھ تھا۔ خانخاناں یوسف خیل کے ملازموں میں تھا کہ شیخ ابراہیم سروانی نے مجھ سے کہا آؤ شیر خاں سور کے پاس چلیں اور باتیں وہ اپنے مرتبے سے ایسی زیادہ کرتا ہے کہ لوگ ہنستے ہیں انہیں ہم سنیں میں نے کہا بہت اچھا پھر دونوں سوار ہو کر اس کے ڈیرے میں گئے۔ باتوں ہی باتوں میں شیخ ابراہیم نے کہا مشکل ہے کہ ملک ہندوستان کا پھر پٹھانوں کے ہاتھ آوے اور مغل ہندوستان سے خارج ہو دیں شیر خاں نے شیخ محمد سے کہا تو اس کا گواہ رہیو جو میرے اور شیخ ابراہیم کے بات ہوتی ہے اگر میرے طالع نے یاوری کی تو تھوڑے دنوں میں مغلوں کو ہند سے نکال دوں گا۔ اس واسطے کہ مغل پٹھان سے تلوار کی لڑائی میں زیادہ نہیں۔ آپس کی مخالفت کے سبب پٹھانوں نے ہند کا ملک اپنے ہاتھ سے دیا جب سے کہ میں مغلوں میں آیا رویہ ان کی لڑائی کا معلوم کیا کہ ان کے پاؤں لڑائی میں نہیں ٹھیرتے اور بادشاہ ان کا عالی نسبی اور بلند مرتبے کے باعث اپنی ذات سے تدبیر ملک میں متوجہ نہیں ہوتا اور امور مملکت کی مہمات کو اپنے امرا اور ارکان دولت کو سونپتا ہے اور ان کے قول و فعل پر اعتماد کرتا ہے اور وے رعیت اور سپاہی اور زمیندار جو حرام خور ہیں ان کے برآمد کار کے لئے دام رشوت میں گرفتار ہیں بھلا برا جو کہ صاحب زر ہے پیسے کے زور سے

خاطر خواہ اپنے کام نکالتا ہے جو کہ زر نہیں رکھتا اگر ہزار دولت خواہی کرے یا ہر چند سپاہی جان دے لیکن اپنی داد کو نہ پہنچے۔ بیت

ملے کوئی جس در پہ راشی تجھے
اگر مال رکھتا ہے تو جی بچے

زر کی طمع کے سبب سے دوست و دشمن میں آپ فرق نہیں کرتے اگر اقبال نے میرے یاوری کی تو شیخ جی دیکھو گے یا سنو گے کہ پٹھانوں کو اس طرح سے قابو میں کروں کہ متفرق نہونے دوں۔

بابر کو شیر خان کی طرف سے اندیشہ

کتنے ایک دنوں کے بعد خاصے کے وقت پادشاہ کی مجلس میں شیر خاں حاضر ہوا اس کے آگے بھی قاب بھری ہوئی آش ماہیچے کی رکھی وہ اس کے کھانے کا طور نجانتا تھا۔ شیر خاں نے اسے چھری سے ٹکڑے ٹکڑے کر چمچے سے بآسانی کھایا ظل سبحانی بابر پادشاہ' شیر خاں کی عقل کو دیکھ کر متعجب ہوئے اور خلیفہ سے جو اس کا وزیر تھا کہا کہ شیر خاں کے احوال سے غافل رہا چاہیئے کہ صاحب تدبر ہے اور آثار پادشاہت کے اس کے چہرے سے پیدا ہیں اور اکثر اس سے بڑے بڑے سردار پٹھانوں کے دیکھے ہیں اور مطلق کچھ میرے میں خطرہ نہیں گذرا لیکن دیکھتے ہی اس شخص کے یہ میرے دل میں خیال آتا ہے کہ اسے پکڑا چاہیئے کیونکہ آثار بزرگی و ریاست کے اس میں پائے جاتے ہیں، جو سلطان جنید نے رخصت کے وقت خلیفہ سے شیر خاں کی سفارش بہت سی کی تھی اور اس نے بھی خلیفہ کو پیش کش خاطر خواہ گذرانی تھی عرض کیا کہ شیر خاں بے تقصیر ہے اور اس قدر جمعیت نہیں رکھتا کہ اس سے کسی طرح کا دل میں کچھ وسواس ہووے۔ اگر قبلہ عالم نے شیر خاں کو پکڑا تو جتنے پٹھان رکاب سعادت میں ہیں سب کو اندیشہ ہوگا اور کسو افغان کو ہمارے عہد و پیمان پر اعتماد نرہیگا

اور یہ باعث تفرقے کا ہے۔ پادشاہ اس میں ساکت ہوا۔

شیر خان کا ملازمت چھوڑ کر جان کے خوف سے بھاگنا

شیر خان نے فراست سے دریافت کیا کہ پادشاہ میرے حق میں کچھ فرماتا ہے پھر اپنے ڈیرے میں آکر لوگوں سے کہا آج پادشاہ نے میری طرف بہت دیکھا اور وزیر سے کچھ کہا۔ بلکہ نظر عبرت سے دیکھا۔ اب میرا یہاں رہنا خوب نہیں، میں یہاں سے جاتا ہوں، یہ کہا اور اسی وقت سوار ہو کر لشکر سے گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پادشاہ جو دیکھے تو شیر خان مجلس میں نہیں، اسے یاد فرمایا لوگ جو اس کے مکان پر گئے تو وہ نہ تھا پادشاہ نے خلیفہ سے فرمایا اگر تو مجھے منع نہ کرتا میں اسے اسی وقت پکڑتا مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ ہونے والا ہے اور آگے خدا کو علم ہے جب شیر خان لشکر سے اپنے پرگنوں میں گیا۔ تحفے اچھے اچھے سلطان جنید کے واسطے بھیجے اور عرضی لکھی جو پادشاہ سے میں رخصت مانگتا تو مجھے اجازت نہ دیتے اور میں اس ضرورت کے باعث کہ بھائی نظام نے لکھا تھا کہ محمد خان اور بھائی سلیمان نے سلطان محمود سے عرض کی تھی کہ شیر خان، مغلوں کے ساتھ ہے اور ان کے زور سے یہ پرگنے ہم سے لئے تھے اگر حکم ہو تو اس کے پرگنے لیں، سلطان محمود نے کچھ جواب نہ دیا جب یہ خبر مجھے پہنچی اس جاگہ میں رہ نہ سکا اور میں آپ کے احسان کا بندہ ہوں۔ جب خدمت کا مجھے حکم ہو اسے بجالاؤں[1]۔

بہار کی حکومت پر قبضہ : شاہ بنگال کی فوج پر شیر خاں کی فتح

بعد اس کے میاں نظام اور سب عزیزوں سے مشورت کی کہ نہ اب مغلوں کو میرا اعتماد ہے

---

[1] شیر خان کے اصول سیاست، موجودہ دور کی ڈپلومیسی سے بہت کچھ ملتے جلتے تھے ان اصولوں پر اس نے اکثر عمل کیا، اس موقع پر بھی مغلیہ حکومت سے تعلقات خوشگوار رکھنے کے لئے واقعات کو ایک خاص طریقہ پر بیان کر کے جنید کی ہمدردی اپنے ساتھ قائم رکھی۔

اور نہ مجھکو ان کا اور اب مجھے سلطان محمد کے پاس جانا لازم ہوا یہ کہا اور گیا پھر اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا کیونکہ سلطان محمود نے حسن تدبیر اس کی دیکھی تھی۔ چنانچہ اپنے لڑکے جلال خاں کو اسے سونپا اور کہا اس کی نیابت تجھے دی اور اس کی تربیت میں سعی کرے یہ ابھی لڑکا ہے اس بات سے شیر خاں نہایت خوش ہوا اور اس کی تربیت میں مصروف تھا جب کہ سلطان محمود کا وصال ہوا اور جلال خاں کو اس کی جاگہہ بٹھایا۔ جلال خاں کی ماں کہ جس کا دودو نام تھا سلطان محمد کی حرم محترم تھی اور جن دنوں میں جلال خاں لڑکا تھا، حکومت ملک بہار کی دودو کرتی تھی اور اس نے بھی نیابت کا عہدہ شیر خاں پر بدستور بحال رکھا تھا جب کہ دودو کی بھی وفات ہوئی۔ شیر خاں نیابت کے طور پر جلال خاں کا کاروبار کرتا تھا اور بہار کے ملک کی تدبیر بھی اسی پر موقوف تھی۔ مخدوم عالم جو حاکم حاجی پور کے پرگنے کا اور پادشاہ گوڑ بنگالے کے امیروں سے تھا، شیر خاں کے اور باہم اس کے دوستی نہایت تھی، اور مزاج بنگالے کے پادشاہ کا مخدوم عالم سے منحرف ہوا۔ اس کا یہ ارادہ ہوا کہ بہار کا ملک رہیلوں سے لے لے[1]۔

نوحانیوں کی شیر خاں کے خلاف سازش اور ان کی ناکامیابی

پھر قطب خاں کو بڑی فوج سے بھیجا اور شیر خاں نے بہت طرح سے صلح کا پیغام کیا کہ ہم مسلمان ہیں اور ہم نے کبھی تم سے مخالفت نہیں کی اور اپنی حد سے ہم نے کبھی تجاوز نہیں کیا، چنانچہ مسند عالی دریا خاں بھی تم سے دوستی و اخلاص رکھتا تھا، اور سلطان محمد کا بیٹا جلال خاں[2] بھی چھوٹا ہے، تمہیں مناسب نہیں کہ ایسے وقت میں اس کے ملک لینے کا

---

[1] قطب خاں کو خان جہانی میں "از امرار کبار" بتلایا گیا ہے۔

[2] جلال خاں، لوحانی قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ تاریخ کی کتابوں میں اس قبیلہ کے نام پر اختلاف ہے۔ بعض مستند مورخین نے اس کو لوحانی لکھا ہے اور بعض نے نوحانی۔ مثلاً کیمبرج ہسٹری میں لوحانی ملتا ہے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ارادہ کرتے ہو، ہر چند عجز و زاری کی، پر قطب خاں نے نہ مانی، شیر خاں نے پٹھانوں سے کہا ایک طرف مغل کا لشکر اور دوسری طرف فوج بنگالے کی، سوا جوانمردی کے چھٹکارا نہیں، روہیلوں نے شیر خاں سے کہا خاطر جمع رکھ، اس قدر کوشش کریں گے کہ میدان کو نچھوڑیں گے۔ اس میں فتح ہو ہماری یا مارے جائیں، کیونکہ کتنے برسوں سے جو تیری بدولت پرورش پائی ہے نمک حرامی نکریں گے۔ پھر شیر خاں نے اپنی فوج کا میمنہ و میسرہ اور قلب و جناح آراستہ کر، ان کا مقابلہ کیا تو دونوں لشکروں میں بڑی لڑائی ہوئی آخرالامر بنگالے کے لشکر کی شکست ہوئی اور اس لڑائی میں شیخ اسمٰعیل نے بڑی جوانمردی کی۔ چنانچہ حبیب خاں گاگڑ جو سالا شیخ اسمٰعیل کا تھا اس نے ایک ایسا نیزہ قطب شاہ کے مارا کہ گھوڑے پر سے گرتے ہی جاں بحق تسلیم ہوا اور فتح شیخ اسمٰعیل کے نام ہوئی۔ پھر شیر خاں نے شیخ اسمٰعیل کو شجاع خاں خطاب عنایت فرمایا اور اس قدر خزانہ اور ہاتھی گھوڑے مال و اسباب لوٹ سے ہاتھ آیا کہ شیر خاں صاحب سامان ہوا اور لوحانیوں کو یہ اس کی حرکت خوش نہ آئی۔ پھر شیر خاں اور لوحانیوں میں دشمنی ہوئی لیکن ظاہر نکرتے تھے۔ جب مخدوم عالم قطب خاں کی مدد کو نہ آیا اور قطب خاں کو یہ واقعہ پیش آیا تب بنگالے کے بادشاہ نے فوج مخدوم عالم پر بھیجی اس نے شیر خاں کو اپنی کمک کے واسطے بلایا۔ اس نے کہا میرے اور لوحانیوں کے دشمنی ہوئی ہے باہم دیگر اعتماد نہیں رہا۔

میں جو مصنف اکبر شاہی کا ہوں اور میاں حسّو عباس خاں سروانی کا بیٹا تھا وہ میرے بزرگوں میں سے تھا اور اس کی اولاد شیر خاں کے ساتھ بہت سی تھی چنانچہ میاں حسّو کو دریا خاں

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) صحیح لفظ لوحانی ہی ہے۔ کیونکہ اس قبیلہ کا نام ان کے جد اعلیٰ لوحان ابن اسماعیل پر تھا، لیکن جیسا کہ مولف حیات افغانی نے ذکر کیا ہے، پٹھان لوگ روزمرہ میں اس کو لوحانی بھی کہتے تھے۔ زیر نظر نسخہ میں لوحانی ہے جو صحیح ہے۔ اس لئے ہم نے یہی املا اختیار کیا ہے۔

خطاب دیا تھا اور شیر خاں کے امیروں میں سے اس کے برابر کوئی نہ تھا شیر خاں کی حقیقی بہن لے بیاہی تھی اور شیر خاں کی ابتدائے دولت میں دریا خاں کی وفات ہوئی اس بیان سے فقیر کی غرض یہ ہے کہ میرے اور شیر خاں کی ۔ درمیان کئی طرح کا رشتہ ہے۔ پس اس کے احوال سے میں خوب واقف ہوں کہ اپنے بزرگوں سے تحقیق کیا۔ آخر الامر دریا خاں کو مخدوم عالم کی مدد کو بھیجا اور اس نے اپنا تمام اسباب شیر خاں کے پاس بھیجا اور کہا اگر میری فتح ہوئی تو یہ میں تجھ سے لوں گا ورنہ تیرے پاس اس مالکا رہنا غیروں کے پاس سے بہتر ہے۔ جب مخدوم عالم لڑائی میں مارا پڑا اور میاں حسو جیتا آیا اور سب مال و متاع اس کا شیر خاں کے پاس رہا بعد اس کے شیر خاں اور لوحانیوں کے دن بدن دشمنی زیادہ ہوئی یہاں تلک کہ لوحانیوں نے شیر خاں کے مارنے کا ارادہ کیا اور آپسمیں یہ قرار ہوا کہ شیر خاں ہر روز تھوڑے لوگوں سے جلال خاں کے حضور میں آتا ہے ۔ جلال خاں بیماری کا بہانہ کرے۔ شیر خاں مقرر اس کی عیادت کو گھر میں آوے گا بعد احوال پرسی کے جب خدمت عالی سے رخصت ہو کر اٹھے اور ایک دروازے سے نکل دوسرے دروازے تلک پہنچنے نہ پاوے کہ محل کے دونوں دروازوں میں جلال خاں، شیر خاں کو مار ڈالے بعضے لوحانی جو نسبت برادری و عزیزی کے ساتھ اخلاص و محبت بھی شیر خاں سے رکھتے تھے وہ جوان کے مشورے میں شریک تھے انہوں نے شیر خاں کو جتایا کہ ان کا مشورہ یہ ہے خبردار ہو، اس سے پہلے ہی لوحانیوں کے اوضاع و اطوار سے معلوم کیا تھا کہ در پئے آزار کے ہوتے ہیں از بسکہ وہ دانا تھا، ہرگز اس کا اظہار نکرتا تھا، اور ہمیشہ اپنی حفاظت و تیاری میں رہتا تھا اور جو نیا ملک یا اعزاز و مال ہاتھ آتا قدیمو کے سوائے لوگوں کو رکھتا اور ان کو جاگیر خاطر خواہ دیتا اور لوحانیوں کو جائے داد نہ سے کچھ ندیتا جب شیر خاں یہ سمجھا کہ نئے لوگ اتنے جمع ہوئے ہیں کہ لوحانی مجھ کو آزار نہیں پہنچا سکتے اور لڑائی میں غالب نہو سکیں گے، دشمنی لوحانیوں کی ظاہر کی، اور جلال خاں سے کہا آپ کو معلوم ہے کہ بنگالے کا پادشاہ اس تدبیر میں ہے آج کل تم پر ایک بڑا لشکر بھیجے اور ملک بہار کا تم سے لے، اور لوحانی

تین پشت سے جاگیر کھاتے ہیں اور فراغت سے رہتے ہیں جو ملک نیا ہاتھ آتا ہے اس میں طمع کرتے ہیں اور میں دولتخواہی تمہاری اس میں دیکھتا ہوں کہ جو ملک و خزانہ نیا ہاتھ آوے نئے لوگ رکھوں تا زور و قوت ہووے اور جب مخالف ہماری جمعیت دیکھیں ارادہ بہار کا نکریں، اس باعث سے وے میرا شکوہ و گلہ کرتے ہیں اور در پے آزار ہیں۔ آپ کے حضور میں ازراہ حسد ہر ایک طرح کا بہتان باندھتے ہیں اور جھوٹھ بولتے ہیں اگر آپ مجھے دولتخواہ جانتے ہیں تو جو کچھ میں دولتخواہی سے کام کروں اسے جائز رکھئے، اور ان کو میری دشمنی سے منع کیجئے اور جو کچھ وے کہیں اسے نمانئے اور حضور میں روشن ہے کہ لوحانی قوم و قبیلے میں قوم سور سے زیادہ اور قوی ہیں اور قاعدہ روہیلوں کا یہ ہے کہ جو کوئی چار بھائی زیادہ رکھتا ہے اور اس کے قتل اور بے حرمتی کا اندیشہ کم کرتا ہے۔ دن ہنگامے کے ہیں اور تمہارا بھی لحاظ اور ڈر نہیں رکھتے اور مجھے یوں معلوم ہوتا ہے انہوں نے میرے قتل پر کمر باندھی ہے آج کے سوا میں جمعیت تمام سے حضور میں حاضر ہوا کروں گا اور آپ مجھے اندر محل کے آنے کی تکلیف نفرماویں اور اگر ضرور ہو کہ اندر بلایا ہی چاہیئے، پس حکم ہو کہ میں بھی محل میں بہت سے لوگوں سے آؤں۔ جب جلال خاں اور لوحانیوں نے جانا کہ شیر خاں ہماری مشورت سے آگاہ ہوا، ان کا مکر پیش نگیا، جلال خاں نے شیر خاں سے کہا لوحانیوں کا کیا مقدور ہے کہ تیری طرف میری نظر سے دیکھ سکیں، لیکن سب پٹھان جانتے ہیں کہ ہیں وے بدزبان ہیں اور فکر و اندیشہ نہیں رکھتے اور زبان ان کی ان کے کہنے میں نہیں جو منہ میں آتا ہے سو کہتے ہیں، لیکن عمل میں نہیں لاتے۔ جس میں تیری خاطر جمع ہو اس وضع سے اپنے لوگوں کے سمیت آیا کر اور تو اپنے دل میں کچھ وسواس نکر جو کچھ تو کرے گا مجھے قبول ہے غرض شیر خاں کو بہت تسلی و دلاسا دے رخصت کیا۔

اس روز کے بعد ایک کو دوسرے کا اعتماد نرہا اور لوحانیوں میں بھی اتفاق نرہا اور جن لوگوں نے کہ شیر خاں کو اس مشورے کی خبر دی تھی وے شیر خاں کے متفق ہوئے اور لوحانیوں کی جمعیت میں تفرقہ پڑا اور جب وے دشمن ہوئے ان میں سے اکثروں نے بقسمیہ اس سے عہد و پیمان کیا۔ تب

شیر خاں نے ان سے کہا کہ مجھے جلال خاں کی دولتخواہی کے سوا کچھ بن نہیں آتا، کیوں کہ اس کے ماں باپ کا مجھ پر احسان ہے اور جب کہ وہ لڑکا تھا اس کی تعلیم کے واسطے مجھے مقرر کیا تھا اور میں نے بھی اپنے مقدور بھر اس کی تربیت میں کوئی درجہ باقی نہیں رکھا اور اسے وہ خوب جانتا ہے اگر تم اطلاع نکرتے تو بعضے غرض گوؤں نے ازراہ حسد مجھے قتل کیا تھا، جب تک میں جیتا ہوں تمہارے احسان کا بندہ ہوں، اگر تمہارے نزدیک مصلحت وقت ہو، تو جلال خاں سے عرض کروں، کتنے ایک لوحانی جو باعث فتنہ وفساد کے ہیں ان کو تو دور کر اور اگر وہ ان کو دور نکرے تو میں اس کی نیابت سے دستبردار ہوں، مخالفت سے متفق لوگوں کے ہمراہ رہنا مناسب نہیں، جیسے جلال خاں اپنا دولتخواہ سمجھے اسے اپنی نیابت دے مجھے نیابت سے کچھ غرض نہیں۔ اور اگر وہ مجھے اپنا دولتخواہ جانے اور ان کے قول پر اعتماد نکرے ہماری تمہاری خاطر سے ان کو برطرف کرے جب تک جیوں گا اس کا منت دار رہوں گا اور اس کی جمیع مہمات میں بدل د جان کوشش کروں گا جو لوحانی کہ شیر خاں سے متفق ہوئے تھے انہوں نے التماس کیا جو آپ کی رائے صائب میں آیا بجا ہے اور نہایت خوب کہ درمیان ہمارے اور ان کے دشمنی مالی وجانی ہوئی ہے۔ ایک جا رہنا مناسب نہیں اور ان کے قول وقرار پر اعتماد نکیا چاہیے جس سے کہ تیری دولت کو زوال ہو ایسی انہوں نے تدبیریں کی تھیں ہم اس سے ایک شمہ عرض کیا ہے سراسر تیرا اقبال تھا اور تیری عمر کے دن باقی تھے جو انہوں نے چاہا وہ نہوا اب ایسی کچھ تدبیر کیا چاہیے کہ ان کے ضرر سے اپنے تئیں بچائے۔ شیر خاں نے ان لوحانیوں سے جو اس سے موافق تھے کہا اپنی حفاظت اور جلال خاں کی دولتخواہی کی فکر جو میں نے کی یہ ہے کہ جلال خاں سے عرض کیجئے تمہیں دو مہمیں درپیش ہیں ایک تمہارے روبرو جو بنگالے کا بادشاہ ہے دوسری باغیوں سے ملک کی حفاظت کرنی اور رعیت سے زر کی تحصیل اور تمہاری سپاہ کے بھی دو فرقے ہوئے ہیں اور آپس میں دوستی و اخلاص بھی نہیں رہا ایسے مقام میں باہم رہنا مشکل ہے غرض ان دونوں فرقوں میں سے جسے آپ کا جی چاہے اسے دشمن کے مقابلے کے واسطے حضور میں رکھے

اور دوسروں کو جاگیر کی طرف رخصت فرماویں کہ رعایا سے زر تحصیل کریں اور ملک کی نگہبانی۔ اور لوحانی جو شیر خاں کی طرف تھے انہوں نے کہا کہ تمہارے ساتھ آج بڑی جمعیت ہے، و نگنی لوگوں کے رکھنے کی کچھ احتیاج نہیں ہے۔ جلال خاں سے کھول کر کہو کہ ان کو برطرف کرے اور جاگیران کی اور سپاہیوں کو دے۔ شیر خاں نے کہا غرض میری ان کے شر سے اپنی حفاظت ہے جو دو سے منزل با ارادہ سفر اختیار کریں تو شاید کتنے ایک دنوں کے بعد اپنے کئے سے پچتاویں اور دشمنوں کے واسطے بڑی سیاست یہ ہے کہ احسان و لطف و کرم سے پشیمان ہوویں، اور مروت ان کے دل سے بغض کو دور کرے اور حسد و عداوت کی جڑ کاٹ ڈالے اور ان کی اکھاڑ پچھاڑ میں اظہار دشمنی کی رخصت نہیں، ہر چند دفعیہ شر کا شر سے ہے۔ حاضران مجلس نے نہایت آفرین و تحسین کی۔

شیر خان کی عرضداشت

بعد اس کے شیر خاں نے واجب العرض اس مضمون کی لکھی کہ جب سلطان محمد نے مجھے آپ کی نیابت سے سرفراز کیا تھا، لوحانیوں کو حسد کے سبب خوش نہ آیا۔ پھر سلطان محمد کے وصال ہونے پر تمہاری والدہ صاحبہ نے مجھے امور ملکی میں دخل دیا تھا ان کو اور حسد زیادہ ہوا ظاہر و باطن میں میری شکایت کرنی اپنا شیوہ کیا جو میرا دامن آلودگی خیانت سے پاک تھا ہر چند میرے احوال کی جستجو کی، لیکن میرے کام میں کسو نوع کی کچھ خیانت نپائی نہ کوئی بات ایسی میرے نہ سے نکلی تھی جسے دست آویز کر کے مجھے نیابت سے دور کروادیں۔ بیت

امین وابد اندیش ہیں طشت مور
نہیں رخنہ کر سکتے اس میں بزور

اور میرے تئیں ان کے احوال کی خبر تھی لیکن میں بخیتی اس کی سعی کرتا تھا اور کبھی خلوت و جلوت میں اس سے ظاہر نکیا اور عزت و حرمت اور مہمات دنیوی میں ان کی اپنے مقدور بھر

کمی نہیں کی اور بدلا اس کا لڑائی اور دشمنی سے جائز نہیں رکھا، اس واسطے کہ مخالفت باعث زوال نعمت و دولت کا ہے۔ مغلوں نے سلطان ابراہیم سے جو ملک لیا نہ تلوار کے زور سے بلکہ آپس کی پھوٹ سے، جب اکثر لوگوں سے مجھے معلوم ہوا کہ نوحانی میرے قتل کے درپے ہیں اور رات دن اسی فکر میں ہیں کہ کسی طور سے مجھے یہاں سے نکالیں اور اپنی قوم کی زیادتی پر مغرور ہیں تم دو مہمیں رکھتے ہو ایک ملک بنگالے کا جو دشمن تمہارے مقابل ہے دوسری غیر لوگوں سے ملک کی نگہبانی اور رعیت سے زر کی تحصیل، تمہارے لشکر کے در گروہ ہوئے ہیں، بہت سے ہیں کہ میرے ساتھ اخلاص و محبت رکھتے ہیں اور بہتیرے ان کے ساتھ اور دونوں فرقوں کا یکجا رہنا ممکن نہیں، ان دونوں میں سے جسے چاہو حضور میں رکھو اور دوسرے کو جائے دادپر بھیجو۔ جب ایسا ہی ضرور ہوا، تب میں نے عرض کیا، کیونکہ جان عزیز ہے ناحق نہیں دی جاتی۔

شیر خاں کے مخالف نوحانی امرا کا جلال خاں کو مشورہ

جب جلال خاں نے شیر خاں کی عرضی اس مضمون کی پڑھی اس کے وکیل سے کہا کہ اس سے کہو میں بھی اتنا جانتا ہوں کہ حق تیری طرف ہے، جب دوستی جاتی رہی، باہم رہنا منا نہیں تو مختار ہے، جو مصلحت تیری ہوگی وہی کروں گا اس سے کہو بعض باتیں حضور کے آنے پر موقوف ہیں، جس وقت ہم تم ہوں گے ایک بات ٹھہرا کر اس پر عمل کریں گے، اور تھوڑے روز میں صبر کر کہ دشمن زبردست ہیں، اس فتنے کو بآسانی موقوف کروں گا اور حق و باطل تحقیق، جب شیر خاں نے اپنی عرضی کا جواب معلوم کیا وکیل کی معرفت پھر جلال خاں کو عرض کر بھیجا جو آپ فرماتے ہیں نہایت بجا اور مناسب ہے تھوڑے دنوں پر کیا موقوف ہے بلکہ ایک مہینے تلک آپ اس امر کو بخوبی تحقیق کریں، اور جس میں آپ کی دولتخواہی تمی وہ میں نے عرض کیا آپ کے حکم سے باہر نہیں ہوں، جو آپ فرماویں گے۔ اس پر عمل کروں گا۔ اور اس میں ایک موفق

نہ ہوگا بعد اس کے جلال خاں نے لوحانیوں کو جو شیر خاں کے قتل کے درپے تھے انہیں بلا شیر خاں کی واجب العرض دیکھا کر کہا بھنے لوحانی جو ہمارے مشورے سے آگاہ تھے، انہوں نے شیر خاں کے پاس جا کر ساری حقیقت کہی اور اس کے متفق بقسمیہ ہوئے، جو بھلا برا ہے ایک دوسرے کے پاس سے جدا نہ ہووے، اب کہو کیا کیا چاہیئے۔ جو لوحانی کہ جلال خاں کے متفق تھے انہوں نے عرض کیا ہمارے تئیں شیر خاں کی خیر ہونے کا کچھ اندیشہ نہیں لیکن یہ برا ہوا کہ ہمارے بہت سے بھائی اس کے رفیق ہوتے، اور اب لوحانیوں کی قوم میں تفرقہ پڑا اور جو قوم کہ ہلاک ہوئی ہے آپس کی مخالفت کے باعث، ہیں نے دشمنوں کے دفع کرنے کے واسطے تدبیر کی تھی، ہمارے طالع کی زبونی کے سبب نہ بن پڑی، اور وہ اس سے خبردار ہوا اور اس کے ساتھ لوگ بہت ہیں اور مغلوں سے بھی موافقت رکھتا ہے۔ تمہارا پیسا ان کی پیش کش کے لئے بھیجتا تھا اور کا اپنا بنانا تھا اور بہار کے ملک پر اعتماد نکیا چاہیئے کہ تین پادشاہ اس کے لینے کی فکر میں ہیں، اور یہ محل حوادث ہے اگر ہمارے اور شیر خاں کے درمیان دوستی رہتی تو ہم حفاظت کر سکتے تھے تمہارے اور شیر خاں کے درمیان اس روز سے نزاع باطنی ہوئی کہ ہم نے قطب خاں کو مارا اور جو مال ومتاع گھوڑے ہاتھی اس کے ہاتھ آئے اور تمہیں نہ دیئے، لوگ شکوہ کرنے لگے کہ شیر خاں کو یہ مناسب تھا کہ جو قطب خاں کا مال ہاتھ آیا تھا، سب جلال خاں کو دیتا کہ مالک لشکر اور ملک کا وہ تھا اور ان باتوں سے آپ کو بھی اس کی طرف سے رنج پہنچا اور اب وہ مخالفت ظاہر ہوئی اور بالفعل ایک جگہ رہنا اور ایک کو دوسرے پر اعتماد کرنا مناسب نہیں ہے اب ہم کو یہ چاہیئے کہ بنگالے کے پادشاہ کو بہار کا ملک دیں اور ہر روز کی محنت و رنج سے جو اس کی نگہبانی کے واسطے کھینچتے ہیں، نجات پاویں اور اپنے اہل وعیال کو بنگالے کے ملک میں رکھیں تو مغلوں کے غارت کرنے اور بندی سے چھٹیں، اور بنگالے کے پادشاہ کے پاس آپ کے جانے کی تدبیر یہ ہے کہ اس نے آپ سے یہ بات کہلا بھیجی ہے تمہارے لشکر کے دو فرقے ہوئے ہیں، ایک کو جاگیر کی طرف بھیجیئے اور دوسرے کو اپنے پاس رکھیئے اس کے تئیں جاگیر کو رخصت کیجیئے اور آپ بفراغ خاطر

دل جمعی سے بنگالے کے بادشاہ کے پاس جاکر اس کی فوج لایئے اور اپنی جاگیر بنگالے کے ملک میں لیجئے اور بہار کا ملک اس کی پیش کش کیجئے پیش از اس کے کہ کسو نے بہار کے ملک کا ارادہ نکیا تھا کہ جلال خاں کو لوحانیوں کی بات پسند آئی۔ شیر خاں کو بلا کر کہا کہ لوحانیوں نے میری دولت خواہی کے باعث تجھسے مخالفت کی، ان شاء اللہ تعالیٰ اپنی سزا کو پہنچیں گے۔ تم مغلوں کے مقابلے کو جاؤ اور تدبیر ملک کی کرو، میں بنگالے کے پادشاہ کے مقابل ہوں۔ جب شیر خاں نے جلال خاں کی زبانی سنا مقبول کیا، اور اسی وقت جلال خاں نے خلعت اور گھوڑا دے کر رخصت کیا۔

جلال خان کا شاہ بنگال کے پاس جانا۔ بنگال کی فوج کا شیر خان کے مقابلہ میں شکست کھانا

پھر شیر خاں سہسراؤں کے پرگنے میں آیا بعد اس کے جلال خاں بادشاہ بنگالے کی ملازمت کے لئے آیا اور اس نے جلال خاں کے ساتھ قطب شاہ کے بیٹے ابراہیم شاہ وغیرہ اور لشکر کو بھی کر دیا۔ جب شیر خاں نے سنا کہ جلال خاں بنگالے کے بادشاہ کے پاس گیا، خوش ہو کر کہا کہ بہار کا ملک میرے ہاتھ آیا، اور مجھے یقین تھا کہ بنگالے کے پادشاہ کا لشکر ملک بہار کے لینے کو البتہ آوے گا۔* جلال خاں کے لشکر میں میرے اور لوحانیوں کی مخالفت تھی۔ اس واسطے ڈرتا تھا کہ دشمن کی فتح ہو گی کیونکہ بڑا اسباب ہزیمت کا ہمارے لشکر میں آپس کی مخالفت ہے اب کسو طرح کا نفاق ہمارے لشکر میں نہ رہا۔ جب پٹھانوں کے لشکر میں خصومت نہ رہی لڑائی کے دن بنگالی کیا ہیں بلکہ مغل بھی برابری نہیں کر سکتے۔ جس وقت میں نے پادشاہ بنگالے کے لشکر کو شکست

* تاریخ خان جہانی میں صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ جب لوحانیوں نے دیکھا کہ وہ شیر خاں کے مقابلہ سے عاجز ہیں تو انہوں نے جلال خاں کو جو خود بھی لوحانی تھا۔ راضی کیا کہ وہ شیر خاں کو چھوڑ کر بنگالہ کی طرف جائے اور وہاں کے بادشاہ کی مدد سے بہار پر حملہ کرے۔
(دیکھو تاریخ خان جہانی ص ۲۷۸)

دی اگر میں جیتا ہوں تو دیکھو گے کہ مغلوں کو کس طرح ہندوستان سے نکال تا ہوں بعد اس کے شیر خاں نے سر نو سے نگہداشت شروع کی اور جہاں کہیں پٹھان ہوتا وہاں اپنا آدمی بھیجتا اور جو روپے مانگتا، سو دیتا، اسی طرح بہت سے لوگ جمع کر استعداد تمام بہم پہنچائی پھر بہار کو اپنی پشت دے کر حریف کی فوج کے مقابل ہوا۔ اور اپنے لشکر کی گنجائش کے موافق ایک گڑھ بنایا اور قراولی شروع ہوئی لیکن ابراہیم شاہ کے ساتھ ہاتھی اور توپ خانہ بہت تھا اور اپنے لشکر پر ایسا مغرور تھا کہ شیر خاں کو خاطر میں نلاتا تھا اور وہ گڑھ کی پناہ کے باعث ہر روز آگر لڑتا اور بہتیرا ابراہیم خاں کے لشکر نے ارادہ کیا لیکن گڑھ کے باعث شیر خاں کے لشکر کو کچھ آزار نہ پہنچا سکتا تھا اور روہیلے جانبازی کرتے تھے اور جب فوج ابراہیم شاہ کی قلعہ کے پاس آتی بے کامیاب ہوئے پھر جاتی اور دونوں لشکر میں سے کوئی کسی پر غالب نہوتا، لیکن ابراہیم شاہ جو بنگالیوں کی تلوار پہ مغرور تھا اور جانتا تھا لڑائی کے دن بنگالی پٹھانوں پہ غالب ہووینگے ہاتھی اور توپ خانے اور لشکر کی کثرت کے سبب اب تلک ان کے مقابل رہے، اپنے بادشاہ کو عرضی لکھی کہ خداوند عالم از راہ تفضلات کے کمک بھجوادیں کہ شیر خاں نے گڑھ کی پناہ لی ہے اور میں اتنے لشکر کے ساتھ اسے گڑھ سے نہیں نکال سکتا پھر شیر خاں نے پٹھانوں کے سرداروں کو جمع کر کے کہا اتنے روزوں میں بنگالیوں سے میں نے صف جنگ نہیں کی گڑھ کی پناہ لی ہے، اور تھوڑے لوگ نکالتا تھا۔ وہ ان سے لڑتے تھے اس واسطے کہ لشکر کی آوائی کی دہشت بڑی ہوتی ہے اور مجھے یقین تھا کہ بنگالی پٹھانوں سے لڑائی میں برابری نہ کر سکیں گے لیکن اس لئے میں نے تھوڑے دنوں گڑھ کی پناہ لی کہ پٹھان، بنگالیوں سے لڑیں اور احوال دونوں لشکر کے لوگوں کی جوانمردی کا معلوم کریں تا غرور بنگالیوں کا کم ہووے اور فوج کی کثرت اور دبدبہ آوائی کا روہیلوں کے دل سے دور ہووے، بعد اس کے میں صف جنگ کروں کہ بغیر صف جنگ کے دشمن پراگندہ اور ہلاک نہو سکیں گے الحمد للہ جب پٹھانوں اور بنگالیوں میں لڑائی ہوئی پٹھان لڑائی میں غالب ہوئے اور وے ان سے لڑائی میں برابر نہیں ہو سکتے اب میرے دل میں یوں آتا ہے اگر سب عزیز متفق ہوں تو تڑکے

ہی خدا کے فضل پر بھروسا کر کے اور اس آیہ کریمہ پر مدنظر کر کے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله پیشتر تھوڑے لوگ بہت لوگوں پر غالب ہوتے ہیں اب میں صف جنگ کروں کہ صف جنگ میں اہمال و درنگ کرنا مناسب نہیں ہے کیوں ان کی کمک آوے گی۔ سرداروں نے عرض کیا جو آپ کے مزاج مبارک میں آیا عین صواب اور اب کاہلی ڈھیل کرنی لڑائی میں خوب نہیں اور آپ خاطر جمع رکھیے کہ سب دل و جان سے لڑائی پر متفق ہیں اور اپنے مقدور پر جان فشانی میں کمی نہ کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ جو اس کے باپ کو شربت شہادت کا پلایا تھا اسے بھی پلائیں گے اور کسو نوع کا اپنے دل میں اندیشہ نہ کیجیے لشکر کی بہتایت کا اور دشمن کے حشم کا کچھ خطرہ دل میں نہ لائیے کہ مارے ہوئے کو پھر بھی مار سکتے ہیں جب شیر خاں نے دیکھا کہ لڑائی میں بنگالیوں پر پٹھان دلیر ہیں پھر ان سے کہا ابراہیم خاں مجھے ہر روز کہلا بھیجتا ہے کب تلک گڑھ میں رہے گا باہر نکل کے صف جنگ کر اور اپنے لشکر کی کثرت پر غرور کرتا ہے اور پناہ گڑھ کی بھی نہیں لیتا البتہ اس سے صف جنگ کیا چاہیئے اور اپنے وکیل کو اس کے پاس بھیجا چاہیئے اور اسے کہلا بھیجیے کہ تو تڑکے ہی مستعد ہو کر آ اور ہیں بھی اپنی تیاری سے نکلوں اور باہم صف جنگ کریں۔

شیر خان اور ابراہیم خان کی جنگ۔ شیر خان کی فتح، جلال خان کا فرار، شیر خان کا بہار پر قبضہ

جب شیر خان نے عزیزوں سے یہ باتیں کیں انہوں نے قبول کیں۔ پھر شیر خاں نے ابراہیم خاں کو اپنے وکیل کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ تو مجھ سے اکثر کہتا تھا گڑھ کے باہر نکل کر صف جنگ کریں تا جوانمردی دونوں کی معلوم ہو جائے میرے دل میں تھا کہ تھوڑے دنوں لڑائی موقوف رکھیں کہ ہمارے تمہارے درمیان شاید صلح ہووے اگر تم صلح پر راضی نہیں تو تڑکے ہی اپنے لشکر کو آراستہ کر کے آ تا صف جنگ کریں دیکھیں طالع کس کی مدد کرے اور بخت کس کی یاوری، ستارہ کلہ کس

سے کے سر پر رکھے فلک رخت کو کس کے در پر رکھے سا براہیم خاں نے شیر خاں کے وکیل سے کہا ہمارے تمہارے درمیان ہرگز صلح نہیں ہے مگر جنگ ، جو کہلا بھیجا اس پر قائم رہو اور اپنے وعدے سے نہ پھرو پھر دھند حل کے ہی اپنے لشکر کے سمیت جنگاہ میں حاضر ہو، شیر خاں یہ بات سن کر بہت خوش ہوا اور اپنے لوگوں سے کہا لڑائی کی تیاری کرو، ابراہیم خاں نے بھی فتح خاں سے کہا سب لوگ تڑکے ہی تیار رہو کر ہوں جب پہر رات رہی شیر خاں نے سارے لشکر کو گڑھ کے باہر بھیجا اور آپ بھی بعد نماز صبح کے باہر آیا اور سرداروں سے کہا حریف کے لشکر میں ہاتھی اور توپ خانہ اور فوج پیادوں کی بہت ہے اس طرح ان سے لڑنا چاہیئے کہ جس طرح نہوں نے اپنا لشکر آراستہ کیا ہے' اس طور پر نہ رہے اور بنگالیوں کے سوار اپنے توپ خانے اور پیادوں سے جدا ہو جاویں اور ہاتھی گھوڑوں کے سوار ایک جا ہو جاویں تا ان کے لشکر کے بندوبست میں خلل پڑے ۔ شیر خاں کے سرداروں نے عرض کیا کہ ہم تمہارے حکم کے تابع ہیں جس طرح فرماؤ گے اسی طرح سے لڑیں گے شیر خاں نے کہا بنگالیوں کی شکست کی تدبیر میرے دل میں یہ آتی ہے کہ اپنی بہت سی فوج یہ بلندی جو نظر آتی ہے اس کے پیچھے جا کر چھپے اور کتنے ایک سوار جو جنگ آزمودہ ہیں وہ ان کے مقابلے کو جاویں اور ان کے روبرو سے بطور شکست کے بھاگیں اور ان سے جو میں کہتا ہوں اس میں کچھ تفاوت نکریں ایک بار لڑ کر پھر نہ لڑیں اور ہزیمت کا فکر و اندیشہ نکریں اور ایسے لوگوں کو چن کر نکالوں کہ وہ بنگالیوں کے لشکر کے روبرو جا کر ایک باری تیراندازی کر کے وہاں سے بھاگیں، کیونکہ ابراہیم خاں اپنے باپ کے مارے جانے کا کینہ دل میں رکھتا ہے اور لشکر کی بہتایت کا غرہ بھی ۔ سمجھے گا کہ پٹھان بھاگے ' ایک بارگی توپ خانے اور اپنے پیادوں کو پیچھے چھوڑ کر بے اختیار دوڑے گا اس کے لشکر کی آراستگی میں خلل ہوگا ۔ بعد اس کے میرا لشکر جو ٹیلے کے پیچھے چھپا ہوا ہو گا وہ نکل کر ان سے لڑے گا، کیونکہ بغیر پیادے اور توپخانے کے بنگالیوں کے سوار پٹھانوں سے لڑائی میں برابری نکر سکیں گے خدا کے فضل سے امید یہ ہے کہ بنگالیوں کی شکست ہوگی اور بھاگیں گے ۔

سب پٹھانوں نے شیر خاں کی اس تدبیر پر تحسین و آفرین کی اور خوش ہو کر عرض کیا کہ اس سے بہتر لڑائی کی کوئی تدبیر نہیں بعد اس کے شیر خاں نے جو تدبیر ٹھیرائی تھی اسی طور پر اپنے لشکر سے لوگ چن کر نکالے اور انہیں سمجھایا ہم نے جو بات ٹھیرائی ہے اس میں تفاوت نکرو اور باقی لشکر ٹیلے کے اوجھل کر آگیا جب فوج ابراہیم شاہ کی نمودار ہوئی ان سواروں نے موافق وعدے کے حریف، حریف کے مقابل ہو' ایک باری سب نے تیر چلا کر گھوڑوں کی باگیں پھیریاں۔ بنگالیوں کے سواروں نے جانا کہ رو ہیلے بھاگے اپنی جاگہہ کو چھوڑ کر جس طرح شیر خاں نے تصور کیا تھا بے محابا پٹھانوں کے پیچھے گھوڑے ڈالے جس وقت شیر خاں نے معلوم کیا کہ بنگالی توپ خانے اور اپنے پیادوں کو پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھے، شیر خاں نے جو چھپا تھا تا معہ لشکر نمودار ہوا' بنگالی گھبرائے اور فوج جو مصلحتاً بھاگی تھی وہ شیر خاں کے آکے شامل ہوئی جسطرح کہ دستور پٹھانوں کا ہے ایک باری ہی بنگالیوں کے لشکر میں پہنچے اور انہوں نے بھی استقلال کیا اور اپنی جاگیر پر قائم رہے پھر دونوں لشکروں میں لڑائی ہونے لگی اور بڑی ہی لڑائی کے بعد جب بہت سے لڑویے نامی مارے گئے مشرق فتح کے کنارے سے آفتاب ابراہیم شاہ کا طلوع ہوا۔ بنگالیوں کے لشکر کی شکست ہوئی۔ ابراہیم خاں نے ہر چند کوشش کی اور بنگالیوں سے کہا پھر و اور ہمت کرو کہ پٹھانوں کا لشکر تھوڑا ہے پادشاہ کو کیا منہ دیکھاؤ گے، کچھ فائدہ نکیا۔ ابراہیم خاں کے لوگوں نے عرض کیا پادشاہ کے امراء سب بھاگے تمہارے ہمراہیوں سے تھوڑے سوار رہے ہیں اتنے لوگوں سے فتح ہونی معلوم۔

جو دیکھے کہ یاری نہیں کرتے یار
غنیمت ہے میداں سے کیجئے فرار

ابراہیم خاں نے اپنے لوگوں سے کہا پادشاہ کو کیا منہ دکھاؤں گا' اس نے اپنا حشم و لشکر میرے ساتھ کیا تھا اسے برباد کر کے میں جاؤں اور لوگ کہیں گے جب ابراہیم خاں بھاگا تب ہم بھی بھاگے۔ اس وقت میں کس کا نام دوں گا اور تھوڑے دن کی زندگی کے واسطے شرمندگی اٹھاؤں' اور مثل ہے کہ اگر آب حیات عوض آبرو کے بکے تو نہ لیجیے۔ اس میں میری فتح ہوئے' یا مارا جاؤں اس نے بہت سا

تردد کیا لیکن عمر جو آخر ہوئی تھی مارا گیا۔ جلال خاں بھاگ کر بنگالے کے پادشاہ کے پاس گیا۔ ہاتھی گھوڑے خزانہ اور حشم و توپخانہ سارا شیر خاں کے ہاتھ آیا اور ان کے ہاتھ کے مارے جانے کی ذلت سے چھوٹا اور اکثر بہار کے پرگنات کا حاکم ہوا حق سبحانہ تعالیٰ نے جو روز ازل سے چاہا تھا کہ شیر خاں کو ہندوستان کا ملک دے اور خلق خدا کی اس کے سایہ عدل میں امن اور رفاہیت سے زندگانی کرے اور وہ حاکم کامگار اور عدالت شعار ہو دن بدن دولت اس کی زیادتی پر تھی اور ملک اس کے قبضے میں آتا تھا اور وہ اس ملک کی عمارت و زراعت کے کرنے میں ایسا تردد کرتا کہ تھوڑے دنوں میں بہ نسبت سابق کے دونی آبادی ہوتی اس سبب سے کہ آپ ہی سب کی خبر لیتا اور ظالم اور سرکش کی خاطر نہ کرتا، اگرچہ اس کے اقربا یا نہایت عزیزوں میں سے کوئی ہوتا اور جو کوئی اس کے پاس نوکری کو آتا پہلے ہی اس سے یہ کہہ دیتا جو کچھ تیرا درماہہ مقرر کروں گا وہ تجھے تمام و کمال دیا کروں گا اور اس میں دام و درم کم نہ کروں گا لیکن تو کسی سے نلڑیو اور ظلم و بدعت نہ کیجیو اور جو کرے گا تو اس کے عوض میں ایسی سزا دوں گا کہ اوروں کو ڈر ہو تھوڑے دنوں میں نام نیک عالم میں نکلا اور شہرا ہوا کہ شیر خاں حق سپاہیوں کا دیتا ہے اور رعیت (پر) ظلم نہیں کرتا اور نکرنے دیتا ہے۔

لاڈ ملکہ سے شادی، قلعہ چنار پر قبضہ

عباس خاں بیٹا شیخ علی سروانی کا جو مؤلف شیر خاں کے احوال کا ہے اس کے قلعہ چنار کے لینے کا باعث اپنے اقربا اور عزیزوں سے جو امرائے عظام اس کے ساتھ تھے ان سے اس طرح سنا ہے کہ سلطان ابراہیم نے چنار کا قلعہ تاج خان سارنگی کو سونپا تھا اور خزانہ پادشاہی بھی اس میں رہتا تھا۔ تاج خاں کا جو قبیلہ لاڈ ملکہ تھی یہ اس کے سلسلۂ محبت کا قیدی تھا۔ سپاہ اور ملک کی تدبیر اس کے طور پر تھی اور تینوں بھائی جو ترکمانی تھے تاج خاں نے اپنی نیابت ان کو ۵۵ دی تھی۔ ایک کا میر احمد دوسرے کا میر داد اور تیسرے کا میر اسحاق نام تھا اور تینوں حقیقی بھائی تھے سربراہ کار اور نہایت عاقل و دانا تھے، جب انہوں نے دیکھا کہ وہ لاڈ ملکہ کا محکوم رہتے

ضرورۃً اس سے بقسمیہ عہد و پیمان کیا کہ تم کسی طرح ہماری مخالفت نکرو اور ہم تمہاری دولتخواہی میں قصور نکریں گے، اور لاڈملکہ کے کوئی لڑکا نتھا اور تاج خاں کے اور قبیلوں سے لڑکے تھے لیکن اس کی محبت کے سبب اپنے لڑکوں کو تنگئی معاش میں رکھتا تھا، یہاں تک کہ اس کے ڈر سے لڑکوں کو کھانا بھی رات دن کا فراغت سے نہ پہنچتا تھا۔ ہرچند اس سے احوال اپنا ظاہر کرتے تھے کچھ فائدہ نکرتا۔ ہمیشہ لڑکوں کو لاڈملکہ سے عداوت کینہ زیادہ ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک رات تاج خاں کے بڑے بیٹے نے لاڈملکہ کو تلوار ماری لیکن کارگر نہوئی۔ وہیں اس کے لوگوں نے غل مچایا کہ تاج خاں تلوار کھینچے ہوئے آیا چاہے کہ بیٹے کو مارے۔ بولا اے لڑکے تو نے تلوار چلائی تھی اب میری تلوار کا وار دیکھ۔ اس کے بیٹے نے جانا لاڈملکہ کے واسطے مجھے مارے گا یہ سمجھ کر ایک وار لگا کر گھر سے بھاگ گیا، اور تاج خاں اسی زخم سے شہید ہوا کیوں کہ لاڈملکہ کے سبب سے تاج خاں کے بیٹے اس کے نائبوں اور اکثر لشکر کے سرداروں سے عداوت رکھتے تھے ازبسکہ لاڈملکہ لائق اور سخاوت و مروت میں مشہور تھی۔ تاج خاں کے جیتے جی سارا لشکر اس سے راضی تھا اس کے مرنے کے بعد وہ بھی اس کے متفق ہوئے مگر تھوڑے لوگ جو رہے تھے تاج خاں کے بیٹوں سے جا ملے خزانے کے باعث ہر روز لڑائی ہوتی کیوں کہ تاج خاں کے بیٹے ناقابل تھے۔ اس سبب سے اکثر لشکر کے سرداروں کی طرف رغبت نہ کرتے تھے۔ شیر خاں نے میر احمد کو مخفی کہلا بھیجا کہ میرداد کو میرے پاس بھیجو کتنی باتیں میرے جی میں ہیں، تم کو کہلا بھیجوں۔ میر احمد نے اپنے بھائیوں سے کہا ہرچند کہ لاڈملکہ کی قابلیت رکھتی ہے، لیکن رنڈی ہے۔ قلعہ اور خزانے کے بہت شخص خریدار ہیں اور یہ قلعہ کو نہ رکھ سکے گی پس بہتر اس سے یہ ہے کہ ہم شیر خاں کو دیں اور اسے اپنا منت دار کریں کہ ایک روز ہمارے کام آوے گا۔ بھائیوں نے بھی میر احمد کی رائے پسند کی اور لاڈملکہ کے پاس آئے اور شیر خاں کا خط دکھا کر عرض کیا کہ ہم تمہارے تابع ہیں جو کچھ فرماؤ اس پر عمل کریں۔ اس نے کہا میرا اختیار تمہارے ہاتھ ہے جو کچھ کروگے مجھے قبول ہے، تمہارے برابر دولتخواہ نہیں رکھتی ہوں اور میرے باپ کی جاگہ تم ہو۔ میر احمد نے عرض کی۔ اگر آپ کی خاطر آزردہ نہ ہووے تو

ایک بات میرے دل میں ہے، عرض کروں۔ اس نے کہا کچھ دل میں خطرہ نہ لا جو تیرے جی میں آوے بے اندیشے کہہ میر احمد نے عرض کیا اگر قلعہ میں ہنگامہ نہوتا تو بھی تم نہ رکھ سکتیں کس واسطے کہ تم عورت ہو اور تمہارے کوئی بیٹا بھی نہیں، قلعہ کے خریدار بہت سے ہیں کہ مکان پادشاہوں کا ہے اب تلک کسو نے ارادہ نہیں کیا، شیر خاں کو قلعہ دو اور اس کے عقد میں آؤ تو امن و امان میں رہو۔ کس واسطے کہ قلعہ و خزانہ پادشاہی ہے۔ تمہارے پاس کوئی نہ چھوڑے گا اس نے کہا اپنے بھائی میر داد کو شیر خاں کے پاس بھیجتا وہ اس سے یہ قرار داد کرے کہ ہم قلعہ دیتے ہیں لیکن اس شرط سے کہ تو عہد کرے کہ جس بیٹے بدبخت نے اپنے باپ کو مارا ہے اس کی ناک اور کان کاٹے تا اوروں کو کان ہوں جب میر داد شیر خاں کے پاس گیا اس سے بقسمیہ عہد و پیمان کیا کہ لاڈ ملکہ اور تم تینوں بھائیوں کے ساتھ کسو نوع کی مخالفت نکروں گا اور مہمان داری کی رسم بخوبی بجا لایا۔ ۸۴۴
کوئی فرو گذاشت نکی اور ان کی آنے سے نہایت خوش ہوا محبت و اخلاص حد سے زیادہ کیا اور کہا اگر لاڈ ملکہ میرے تئیں قلعہ دیوے اور مجھ سے نکاح کرے تو میں اس کا نہایت ممنون احسان ہونگا مرغ دل کا شکار کرنا احسان سے خوب ہے اور اچھے کاموں سے ہے میر داد نے کہا کہ خزانہ اور قلعہ سوائے پادشاہ کے دینا مناسب نہیں ہے لیکن جو بندہ آپ کی ملازمت میں آیا اور تم نے بہت اشتیاق، آرزو و تمنا اظہار کی اور میرا بھی اعزاز و اکرام بہت سا کیا اور مہمانداری کا بھی حق جتنا چاہیئے بجالائے میرے دل میں بدلا اس کا سوائے اس کے کوئی نہیں آتا کہ یہ قلعہ تمہارے ہاتھ آوے اور میں بمقدور اپنے اس کی سعی میں قصور نکروں گا جناب باری سے یہ امیدواری رکھتا ہوں کہ وہ میرے کہنے کو عدول نکرے گی بعد اس کے جب کام تمہارا خاطر خواہ ہو تو ایسا معاملہ نکیجیو کہ موجب ہماری بدنامی اور شرمندگی کا ہو۔ شیر خاں نے اس کی خاطر خواہ جو وعدے کئے تھے ان پر بہت سی قسمیں کھائیں، اور میر داد کی تسلی کر کے کہا جب تلک جیتا رہوں گا تم سے کچھ بدی ۸۵۶
نکروں گا اپنے مقدور بھر لطف و احسان سے پیش آؤں گا تا اور لوگوں کو بھی میرے قول و قرار پر اعتماد ہو میری خدمت کی رغبت اور ملازمت کی آرزو کریں۔ میر داد نے موافق عہد و پیمان کے

کہا لازم ہے کہ جلدی چلو اور کاہلی نکرو۔ شیر خاں اس بات کے سنتے ہی سوار ہوا اور اپنے سالیے سامان سے روانہ ہوا۔ میرداد نے آگے جاکر شیر خاں کے آنے کی خبر دی اور کہا قلعہ کے دینے میں ڈھیل نکرو لاڈ ملکہ نے اور اس کے بھائیوں نے قبول کیا اور میرداد کو پھر بھیجا کہ ابھی جاکر اسے اپنے ساتھ جلدی سے قلعہ میں لاکہ اب تلک اس بدبخت لڑکے کو خبر نہیں ہوئی اسی وقت میرداد نے جاکر شیر خاں کو قلعہ وخزانہ اور لاڈ ملکہ کے عقد میں آنے کا مژدہ سنایا اور اس کے ساتھ ہو قلعے میں لایا، پھر لاڈ ملکہ اور شیر خاں کا عقد اسی وقت بندھا۔ لاڈ ملکہ نے ڈیڑھ سو رقم جواہر کے بہتر سے بہتر اور سات من موتی اور ڈیڑھ سو من سونا دیا بعد اس کے چنہار کے پرگنوں پر عمل کیا، پھر نصیر خاں کی جورو کہ جس کا نام گھر گسائیں تھا وہ اس کے عقد میں آئی اور ساٹھ من سونا بھی اس کے ہاتھ آیا اور صاحب قلعہ وخزانہ ہوا۔ سوار پیادے کی بہت سی جمعیت ہونے سے اس کے کام نے استحکام پایا۔

سلطان محمود

بعد اس کے سلطان محمود جو بیٹا سلطان سکندر کا تھا کہ جسے حسن خاں میواتی اور رانا سانگا اور بعضے پٹھانوں نے تخت پر بٹھایا تھا وہ فتح پور سیکری کے پر گنے میں جمشید ثانی ظل سبحانی بابر بادشاہ سے لڑا حسن خاں بیٹا علاول خاں میواتی کا مارا پڑا اور راول نام راجہ دونگر پور کا تھا جب وہ بھی مارا گیا تب سلطان محمود اور رانا سانگا بھاگ کر چتوڑ میں آئے پھر سلطان محمود اس گرد ونواح میں مدت رہا، بعد اس کے پٹنے میں جانے کی یہ وجہ ہوئی کہ مسند عالی عیسیٰ خاں بیٹا مسند عالی عمر خاں گکھڑ کا جو حاکم لاہور کا تھا اور ابراہیم خاں اور احمد خاں اور پوتا مبارک خان یوسف خیل کا اور میاں تین بیٹا میاں عطا شاہو خیل جو حاکم سرہند کا تھا اور میاں بایزید وغیرہ اس وقت باہم متفق تھے اور ملک پادشاہی میں خلل کرتے تھے، لیکن میاں ببن اور میاں بایزید صاحب جمعیت تھے اور مغلوں سے اکثر لڑتے تھے اور نام جوانمردی کا پیدا کیا تھا، ان امیروں نے سلطان محمود کو پٹنے میں بلاکر پادشاہ کیا۔

جب پادشاہ ان امیروں کے سمیت بہار کے ملک میں آیا تب شیر خاں کو بھی ضرور ہوا کہ ان امیروں سے دشمنی نکیا چاہیئے کہ بیشتر ہیں اور بہت سا لشکر رکھتے ہیں اور شیر خاں پٹھانوں میں اتنا اعتبار نہ رکھتا تھا کہ ان سے دشمنی کر کے پیش لے جائے لاچار ہو کر سلطان محمود کی ملازمت میں آیا اور پٹھانوں نے بہار کا ملک آپس میں بانٹ لیا اور شیر خاں کو کہا جب جونپور کا ملک مغلوں سے ہم لیں گے تب بہار کا ملک تجھے دیں گے کہ تو نے بنگالیوں سے مار کے لیا تھا کچھ اپنے دل میں وسواس نکر جس طرح کہ بہار کا ملک سلطان سکندر نے دریا خاں کو مرحمت فرمایا تھا، سلطان محمود نے بہار کا ملک تجھے عنایت کیا ہے۔ شیر خاں نے عرض کیا اگر بادشاہ نے اس بندہ کو عنایت فرمایا ہے تو اس کا فرمان بندے کو مرحمت فرمادیں بادشاہ نے حکم کیا کہ فرمان لکھدو۔ جب شیر خاں نے بہار کے ملک کا فرمان حضور سے حاصل کیا اپنے لشکر کا سامان درست کرنے کے واسطے کئی ایک مہینہ کی پادشاہ سے رخصت لے کر جاگیر میں آیا۔

سلطان محمود کا جونپور پر حملہ۔ ہمایوں سے شکست کھانا

جب سلطان محمود نے اپنی فوج مکمل کی جونپور کی طرف کوچ کا ارادہ فرمایا۔ شیر خاں کو فرمان بھیجا کہ اس کے دیکھتے ہی جلدی حاضر ہو اس نے عرضی لکھی کہ اپنی فوج کا سامان درست کر کے حضور میں پہنچتا ہوں جب پادشاہ کے امرا شیر خاں کی عرضی کے مضمون سے مطلع ہوئے، عرض کی کہ وہ مغلوں سے اخلاص رکھتا ہے پادشاہ کے ساتھ نجائے گا۔ مکر وحیلے کو اپنا پیشہ کیا ہے اور اس کے کہنے اور لکھنے پر اعتماد نکیا چاہیئے، اسے نچھوڑیئے۔ اعظم خاں ہمایوں سروانی نے عرض کیا کہ اس کے ساتھ لے چلنے کی تدبیر سہج ہے کچھ اندیشہ نکیجیئے کہ شیر خاں اپنی جاگیر میں ہے جس جاگہ وہ ہے کوچ فرما کے وہاں جایا چاہیئے۔ اس کے نہ آنے کی سزا یہ ہے کہ مہمانیاں خوب سی اس سے لے کر ہمراہ لے چلیئے پادشاہ نے اور اس کے امراؤں نے اعظم خاں کی رائے عالم آرائے پر بہت سی آفرین وتحسین کی اور کوچ بکوچ سہراؤں کے پرگنے میں کہ شیر خاں جس مقام میں تھا اس کے

قریب پہنچے، اس نے سنا کہ پادشاہ اپنے سارے لشکر سمیت آتا ہے اور مجھے خواہ مخواہ ساتھ لے
جائے گا اس بات سے متفکر ہو کر اپنے دولتخواہوں سے کہا کہ جو میں نے سوچا تھا وہ ہوا پادشاہ
کے امیروں سے اعظم خان ہمایوں سروانی اور مسند عالی عیسیٰ خان سروانی عاقل و دانا ہیں اور
کار و بار ملکی میں نہایت رسا ہیں اپنی قومیت کی شرم اور قرابت قریبہ کے سبب اس لشکر کے ہمراہ
ہیں لیکن جانتے ہیں ان لوگوں سے کچھ نہ ہو سکے گا کیوں کہ اس لشکر کے امیر آپس میں اتفاق نہیں ۹۲
رکھتے اور بے اتفاقی سے کوئی کام نہیں ہو سکتا اور اس لشکر میں میاں بَبَن اور بایزید فرملی جمعیت
بہت سی رکھتے ہیں اور نام بھی جوانمردی سے مشہور کیا ہے لیکن بے شعور ہیں اور امور ملکی کو
نہیں پہنچ سکتے میں نے چاہا تھا حیلہ و حوالہ سے ان کو یہاں سے روانہ کروں جب یہ میرے ملک
کی حد سے نکل کر آگے جاویں بعد اس کے ایک بہانہ کر کے رہ جاؤں لیکن ان دونوں سروانیوں
کے سبب پادشاہ اس راہ سے آیا اب بہانہ کرنا مناسب نہیں یقینی اس لشکر کے ساتھ جانا ہوا تم
اپنے لوگوں سے کہو کہ کوچ کی تیاری کریں اور میں پادشاہ کے اور اس کے امیروں کے استقبال
کو جاتا ہوں میں انہیں تسلّی و دلاسا دے کر اپنی عذر خواہی کروں اور ان کو اپنے ساتھ لاؤں
کہ مہمان عزیز ہیں لیکن تم ان کی مہمانی کا اسباب و اشیاء مہیا کرو بعد اس کے شیر خاں پادشاہ
کا استقبال کر کے لایا اور ہر ایک امیر کے مرتبے کے موافق خوب سا مہمانی کا سامان اپنے گھر
سے تیار کر کے بھیجا اور پادشاہ کے واسطے پیش کش بہت سی اور مہمانی خوب سی بھیجی اور
مہمانوں کی ایسی مہمانداری کی کہ سب نہایت راضی ہوئے اور ذکر خیر کرنے لگے شیر خاں نے پادشاہ ۲۰
سے عرض کی اگر تھوڑے دنوں حضرت توقف فرمائیں تو میں اپنے لشکر کا سامان درست کر کے
ہمراہ رکاب کے ہوں پادشاہ نے شیر خاں کی عرض قبول کی اور چند روز وہاں دائرہ دولت
رہا جب شیر خاں اپنے لشکر کی تیاری کر چکا تب پادشاہ اسے اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوا
جس وقت متصل جونپور کے پہنچا، سردار مغلیہ کہ جونپور میں تھے وہاں سے چلے گئے - جب
جونپور پادشاہ کے ہاتھ آیا کتنے دنوں وہاں رہا اور اپنے لشکر کو آگے روانہ کیا بعد اس کے لکھنؤ

اور ملک اس کے سرداروں کے ہاتھ آئے۔ اس عرصہ میں سلطان محمود نے سنا کہ ہمایوں پادشاہ کے رایات ظفر آیات اس سمت کو چلے سلطان محمود نے بھی جونپور سے کوچ کیا اور قریب لکھنؤ کے دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا ہر روز لڑائی ہوتی تھی مبارز طرفین سے نکل کر آتے تھے اور کارزار کرتے تھے۔ جس وقت شیر خاں نے معلوم کیا کہ پٹھانوں کے لشکر میں اتفاق نہیں، ہر ایک سر خود ہے، ہندو بیگ کو لکھا کہ میں خانہ زاد حضور کا ہوں اور یہ مجھے بزور ساتھ لائے ہیں لیکن لڑائی کے دن بدون لڑائی کے چلا جاؤں گا میرا احوال حضور معلی میں عرض کرنا کہ میں روز نبرد کے خدمت نمایاں کروں گا۔ ان کے لشکر کی شکست کا باعث میں ہوں گا جب ہندو بیگ نے شیر خاں کی عرضی حضور میں گذرانی، پادشاہ نے ملاحظہ کر کے شیر خاں کو فرمان اس مضمون کا لکھ کر بھیجا: ان کے ساتھ جو تو آیا اس کا اپنے دل میں کچھ فکر و اندیشہ نکر اور جو کچھ تو نے اپنی عرضی میں لکھا ہے اگر وہ بات تجھ سے عمل میں آوے گی تو موجب تیری سرفرازی کا ہوگا۔ کتنے ایک دنوں کے بعد دونوں لشکروں کی صفیں آراستہ ہوئیں اور کارزار ہونے لگا۔ شیر خاں بغیر لڑائی کے اپنی فوج کو ساتھ لے کر نکل گیا اور سلطان محمود کے لشکر کی شکست کا وہی باعث ہوا۔ ابراہیم خاں یوسف خیل نے اس لڑائی میں بہت سا ترود اور جوانمردی کی اور کوئی مرتبہ باقی نہ رکھا جب تلک کہ وہ جیتا رہا مغلوں کی جو فوج اس کے مقابل ہوتی تھی اسے پسپا کر دیتا تھا جب وہ شہید ہوا اور میاں بایزید جو رہے، انہوں نے اس روز ایسی حد سے زیادہ شراب پی کہ اس کے نشہ سے مست و بیخبر تھے چنانچہ اسی بے خبری میں مارے پڑے۔ پھر سلطان محمود اور باقی امیر بھاگ کر بہار کے ملک میں آئے۔ سلطان محمود صاحب ملک و خزانہ نہ تھا کہ لشکر اس کے طور پر رہے جن امیروں نے کہ اسے تخت پر بٹھایا تھا ان میں سے اکثر لکھنؤ کی لڑائی میں مارے گئے اور بعضے جو جیتے رہے تھے، مخالف کے باعث پراگندہ ہو گئے۔ سلطان محمود کو ناچ راگ سے بہت شوق تھا اور اکثر اوقات لہو ولعب میں مشغول رہتا پٹھانوں کی مخالفت کا تحمل نہ کر سکا اور پادشاہت سے دست بردار ہو کر پٹنے

کے ملک میں جا کر بیٹھ رہا۔ بعد اس کے کبھی سلطنت کا خیال نکیا اور نو سو انچاس ہجری میں اس کا وصال ہوا۔

قلعہ چنار پر ہمایوں اور شیر شاہ کی جنگ

جب حضرت ہمایوں پادشاہ نے سلطان محمود جو بیٹا سلطان سکندر کا تھا اس کی لڑائی ماری اور اکثر اعدا قتل میں آئے ہندو بیگ کو تعین فرمایا کہ شیر خاں سے چنار کا قلعہ لے جب اس نے ہندو بیگ کو قلعہ ندیا حکم ہوا کہ رایات نصرت آیات ہمارے چنار کے قلعہ کی طرف روانہ ہوں وہیں شیر خاں نے جو سنا کہ ہمایوں پادشاہ قلعہ لینے آتا ہے اپنے بیٹے جلال خان کو کہ بعد شیر خاں کے مرنے کے وہی قائم مقام اس کا ہوا اور نام اپنا اسلام شاہ رکھا تھا اور جلال خاں جو بیٹا جلّو کا تھا ان دونوں کو چنار کے قلعے میں چھوڑا اور اپنے اہل و عیال ساتھ لے کر ان پہاڑوں میں کہ جن پر اپنا نام کھدوایا تھا وہاں آیا اور یہاں ہمایوں پادشاہ نے قلعے کو محاصرہ کیا اور اس جاگہ ہر روز لڑائی ہوئی کرتی تھی اور ان لڑائیوں میں دونوں سے ایسی جوانمردی ظہور میں آئی کہ کہنے اور لکھنے میں نہیں آسکتی اور نام ان کی مردانگی ۲۰
کا اس لڑائی میں مشہور ہوا اور شیر خاں کا یہ قاعدہ تھا ہر ایک ملک کی طرف جاسوس بھیجکر وہاں کی خبر معلوم کرتا۔

ابیات

خبرداری کیا ہے گی اچھی متاع | ہو اس نقد سے خلق کو انتفاع

وہ ہوتا ہے آفاق میں سربلند | کہ جو کار عالم میں ہو ہوشمند

اور شیر خاں جانتا تھا کہ ہمایوں پادشاہ ان ضلعوں میں بہت نرہے گا کس واسطے کہ خبردار اس کے خبر لائے تھے کہ سلطان بہادر جو پادشاہ گجرات کا تھا اس نے ملک مندو کا لیا اور دہلی کے لینے کا ارادہ رکھتا ہے تھوڑے دنوں کے بعد قصد کرے گا اور ہمایوں پادشاہ کو بھی خبر ہوئی ہے کہ سلطان بہادر دہلی کی طرف آیا چاہتا ہے شیر خاں نے اپنے وکیل کو قبلہ

عالم کے پاس بھیجا اور عرضی میں لکھا کہ یہ غلام فرمانبردار حضور کا ہے اور تربیت کیا ہوا اسی خاندان کا ہے اور جو غلامی لکھنؤ کی لڑائی میں کی تھی حضور میں روشن ہے اگر جہاں پناہ چنہار کا قلعہ غلام موروثی سے لیں گے تو کسی اور خادم کو عنایت فرمائیں گے بندہ بھی اس بارگاہ کے خاموں سے ہے جو بندہ کو قلعہ چنہار کا عنایت فرماویں تو میں اپنے بیٹے قطب خان کو حضور میں بھیجوں اور اس طرف سے قبلہ عالم خاطر جمع فرماویں اگر اس بندہ سے یا اور کسو رسالہ دار سے ایسی کوئی حرکت ظہور میں آئے کہ حضور کی دولتخواہی کے مناسب نہو وے تو غلام زادے کو جو حضور میں رہے گا اسے ایسی سیاست فرمائیے کہ اوروں کو عبرت ہووے جب ظل سبحانی نے اس کی واجب العرض ملاحظہ فرمائی وکیل کو ارشاد فرمایا کہ اس شرط سے شیر خاں کو چنہار کا قلعہ دوں گا کہ جلال خان کو میرے ساتھ کر دے شیر خاں نے عرض کیا کہ لڑکے ماں باپ کے نزدیک شفقت و مہربانی میں برابر ہیں، میرے نزدیک جلال خاں قطب خاں سے بہتر نہیں ہے لیکن میرے دشمن بہت ہیں اور میں نے عہد کیا ہے کہ کسو متنفس کو نچھوڑوں کہ پادشاہ کے ملک میں بعد پادشاہ کے آوے اور کسی کو آزار دے کہ اس عرصہ (میں) خبر پہنچی مرزا محمد زماں جسے بیانے کے قلعہ میں قید کیا تھا وہ فرمان لباسی دکھا کر بند سے چھوٹا اور ملک میں ہنگامہ برپا کیا اور سلطان بہادر جو گجرات کا پادشاہ ہے وہ ملک دہلی کے آنے کا ارادہ رکھتا ہے شیر خاں کے وکیل نے کہا وہ حضور کا دولتخواہی ہے، مابدولت نے اس کی عرض قبول کی قطب خاں کو حضور میں بھیجے کہ چنار کا قلعہ ہم نے اسے عنایت فرمایا یہ سنتے ہی شیر خاں نے خوش ہو کر اپنے بیٹے قطب خاں اور عیسیٰ خاں حجاب کو ہمایوں پادشاہ کی خدمت میں بھیجا[1] اور عالم پناہ

[1] جوہر آفتابچی کے بیان کے مطابق ہمایوں نے قلعہ چنار کا چار مہینہ تک محاصرہ کیا۔ شیر خان جب ناامید ہو گیا تو اس نے اپنے بیٹے کو بھیج کر اطاعت قبول کر لی۔ دیکھو تذکرۃ الواقعات جوہر آفتابچی (اردو ترجمہ از ڈاکٹر سید معین الحق۔ کراچی ۱۹۵۵ء) ص ۱۰۴

نے آگرے کی طرف مراجعت فرمائی۔

ہمایوں کا گجرات پر حملہ شیر شاہ کا اپنی قوت بڑھانا

سلطان بہادر نے جو فتنہ برپا کیا تھا اس کے دفع کرنے میں مصروف ہوا اس عرصے میں شیر خاں نے فرصت پاکر کسو دشمن کو بہار کے ملک میں نچھوڑا اور پٹھانوں کا تربیت کرنا شروع کیا اور بعضے پٹھانوں نے جو حوادثات زمانہ سے فقیر و پریشان ہوئے تھے ان کو گدائی کے حال سے نجات دے کر سپاہیوں کی ذیل میں داخل کیا اور جنہوں نے سپہ گری اختیار نکی اور گدائی کا پیشہ لیا انہیں مار ڈالا اور کہا، جو پٹھان کہ سپاہی نہو گا اسے مار ڈالونگا اور پٹھانوں کی لڑائی کے دن بہت سی احتیاط کرتا تاکہ تا بیجا نہ مارے جاویں، جب روہیلوں نے سُنا کہ شیر خاں پٹھانوں کی نہایت خواہش رکھتا ہے ہر ایک طرف سے اس کے پاس نوکری کو آئے۔ اور جب سلطان بہادر شکست پاکر صورت[1] کے ملک میں گیا جتنے پٹھان کہ سلطان بہادر کی ملازمت میں تھے امرا وغیرہ سب شیر خاں کے پاس آئے اور بعضے بڑے بڑے سردار کہ شیر خان کی ہمراہی سے عار رکھتے تھے جب ۲۶۴
انہوں نے دیکھا کہ اقبال اس کا روز بروز ترقی پر ہے ترک عار وننگ کا کیا اور اس کی ملازمت اختیار کی جیسے کہ مسند عالی عیسٰی خاں بیٹا ہیبت خان سروانی کا اور اعظم ہمایوں سروانی اور میاں بیبن شاہو خیل اور قطب خان موجی خیل اور میاں معروف فرملی اور اعظم ہمایوں بیٹا سلطان عالم شاہو خیل کا اور کوئی پٹھانوں سے نامی سردار نرہا کہ اس کی خدمت میں نہ آیا اور اس نے اپنا خطاب حضرت اعلیٰ مقرر کیا اور بی بی فتح ملک بیٹی میاں محمد کالا پہاڑ فرملی کی صاحب خزانہ تھی اور میاں مذکور بھانجا سلطان بہلول کا بڑا صاحب تدبیر تھا سپاہ تھوڑی رکھتا تھا اور خزانہ کے جمع کرنے کی خواہش بہت تھی اور سلطان بہلول نے تمام سرکار اودھ

---

[1] یعنی سورت

کی اور پرگنے بھی اس کی جاگیر کر دیئے تھے اور باپ کے ورثے سے بھی خزانہ اس کے ہاتھ آیا تھا اور سلطان بہلول اور سکندر اور سلطان ابراہیم کے عہد تلک اس کی جاگیر میں کچھ خلل نہوا اور اس مدت میں خزانہ کے جمع کرنے کے سوا اور کام کی طرف متوجہ نتھا یہ بات ثقہ لوگوں سے سنی ہے کہ تین سو من زرِ سرخ کی چاشنی جمع ہوئی تھی اور سوا جواہر اور سونے کے کچھ مول نہ لیتا تھا اور بی بی فتح ملک کے سوا کوئی اولاد نتھی اور بی بی فتح ملک کے بیٹے کا نام شیخ مصطفیٰ رکھا تھا سلطان ابراہیم کے عہد اخیر میں جب میاں محمد کالاپہاڑ کی وفات ہوئی اور ایک بیٹا مجہول النسب بھی تھا کہ نام اس کا میاں نعمو تھا اور مجہول النسبی کا اس کے سبب یہ ہے کہ میاں محمد کالاپہاڑ نے اپنی حرم غلام کو بخش دی تھی جب اس لونڈی کو غلام سے چھین کر اپنے گھر میں رکھا تب اس لڑکے کو اپنا بیٹا کر مشہور کیا اور وہ لڑکا قابل ہو نکلا۔ سلطان ابراہیم نے میاں محمد کالاپہاڑ کا اسے قائم مقام کیا اور تھوڑا سا خزانہ میاں مذکور کا اور کتنے ایک پرگنے سرکار اودھ کے میاں نعموں کی جاگیر دیئے اور بہت سا خزانہ میاں مذکور بی بی فتح ملک کی ملک میں رہا اور سلطان ابراہیم کے عہد میں اور بعد اس کے بھی میاں مصطفیٰ نے کارزار نمایاں کئے بزرگوں کی زبانی یوں سنا ہے کہ سلطان ابراہیم کے عصر میں میاں مصطفیٰ اور میاں معروف فرملی سے ملک کے لئے نزاع ہوئی آخر ش لڑائی ٹھہری اور قاعدہ میاں مصطفیٰ کا یہ تھا جس وقت کہ لڑائی پر سوار ہوتا تو شیخ محمد صلیمان[١] جو اس کی اجداد میں تھا کئی من حلوا پکوا اس کے نام فاتحہ دلوا فقرا کو دیتا بعد اس کے لڑائی پر چڑھتا چنانچہ اسی طرح سوار ہوا اور میاں معروف دعائیں پڑھنے میں مشغول تھا کہ میاں مصطفیٰ کی فوجیں نزدیک پہنچیں ایک راجپوت ظریف کہ نوکر میاں معروف کا تھا ان سے کہا کہ وقت دعا پڑھنے کا نہیں ہے کہ فوجیں پہنچیں انہوں نے کہا کہ دشمنوں کی ہزیمت کے واسطے شیخ محمد صلیمان نے جو دعائیں فرمائیں ہیں ان کو پڑھتا ہوں اس رجپوت نے کہا اٹھ سوار ہو کر شیخ محمد صلیمان

---

[١] یعنی سلیمان

حلوے کو چھوڑ کر دعا پڑھنے سے تیری مدد کو نہ آوے گا اور اسی لڑائی میں میاں معروف کی
کی شکست ہوئی جب میاں مصطفیٰ کا وصال ہوا ان کی ایک خورد سال بیٹی جہر سلطان نام رہی
اور بی بی فتح ملک بہت قابل تھی میاں بایزید چھوٹا بھائی جو میاں مصطفیٰ کا تھا بی بی فتح ملک
نے اس کو سمجھا کر کہا تو فوج رکھ پیسا میں دوں گی میاں بایزید نے اس پیسے سے بہت سی
جمعیت پیدا کی اور بڑے بڑے کام کئے چنانچہ ظل سبحانی ہمایوں پادشاہ کی فوج سے لڑا اور
فتح پائی اور نام میاں ببن اور بایزید کا مشہور ہوا اور ان کے مارے جانے کا احوال جو
لکھا تھا اس واسطے مکرر نہ لکھا گیا جب میاں بایزید مارا پڑا بی بی فتح ملک بہار کے ملک میں
بھی خزانہ کی حفاظت کے واسطے بہت سے لوگ رکھ ملک بہار کے نزدیک جو پہاڑ تھے ان میں
آکر چاہا کہ بیٹے کی طرف جاوے کہ وہاں کے راجہ نے جو پٹھان زردار تھے ان سے برا سلوک کیا تھا
جب میاں بایزید مارا پڑا اور سلطان محمود نے پادشاہت ترک کی تب بیٹے کے راجہ نے جانا کہ
پٹھانوں کے سلسلۂ دولت کو زوال آیا ان پٹھانوں کے مال پر کہ جنہوں نے اس کی پناہ لی تھی دست
ظلم دراز کیا یہ خبر جو بی بی فتح ملک کو پہنچی بیٹے کا جانا مارے ڈر کے موقوف کیا اور بہت خوش
ہوئی جونہیں شیر خاں نے سنا اس فکر و تردد میں ہوا کہ کسو مکر و حیلے سے بی بی فتح ملک کو اپنے
قابو میں لائے مبادا بی بی فتح ملک کسو اور راجہ کے ملک میں جاوے اور یہ خزانہ مفت میرے
ہاتھ سے جاتا رہے اور یہ حسرت ندامت قیامت تلک میرے دل سے نہ نکلے اپنے وکیل کو
بی بی فتح ملک کے پاس بھیجا اور اس مضمون کی عرضی لکھی کہ سارے امرا اور امرازادے سلطان
بہلول اور سلطان سکندر کے اس دیار میں تشریف لائے اور بندہ کو سرفراز کیا اپنی قومیت کے
ننگ سے جمع ہوئے اور میں نے بھی ان کی خدمت کے واسطے برضا و رغبت کمر باندھی ہے
اور تم دو وجہ سے پٹھانوں کی قوم پر حق و حرمت رکھتی ہو ایک یہ کہ تم شیخ صلیمان کی اولاد میں ہو
اور دوسرے سلطان بہلول سے نسبت فرزندی کی رکھتی ہو مجھ سے ایسی کیا تقصیر ہوئی ہے کہ
تم نے اس طرف کے آنے میں توقف فرمایا اس دیار کے لوگوں پر اعتماد نہیں رہا جو تم ان پہاڑوں میں

پھرتی ہو عیاذاً باللہ اگر آپ کے ملازموں کو کسو نوع کا آسیب پہنچے تو یہ بدنامی میرے واسطے قیامت تلک رہے گی اس لئے کہ لوگ کہیں گے کہ شیر خاں سے اطمینان خاطر نہتی کہ اس کا ملک میں نہ گئی جب وکیل شیر کا بی بی صاحبہ کی ملازمت میں گیا اور شیر خاں کی عرضی اس نے ملاحظہ کر اس کے جواب میں لکھا اگر تو مجھ سے عہد و پیمان بقسمیہ کرے تو میں آؤں اس نے قبول کیا بی بی فتح ملک نے ایک آدمی اپنا معتبر شیر خاں کے پاس بھیجا۔ خان مذکور نے اس کے روبرو قسمیں سخت کھائیں تب بی بی آئی اور ایک مدت وہاں تھی۔

شیر خان کا بنگالہ پر قبضہ

نصیب شاہ جو بنگالے کا حاکم تھا جب اس کا وصال ہوا بنگالے کے امیروں نے سلطان محمود کو حاکم کیا لیکن بنگالے کے ملک کا وہ کچھ بندوبست نہ کر سکا اور اس ملک میں ہنگامہ رہنے لگا۔ تب شیر خاں کا یہ ارادہ ہوا بنگالے کا ملک لیجئے تین سو من سونا بی بی فتح ملک سے جو بیٹی میاں محمد کالا پہاڑ فرملی کی تھی اس سے لیا اور بی بی کے پاس تھوڑا سا مان اس کی معیشت کے واسطے چھوڑا تاکہ وہ کسو اور کی محتاج نہووے اور کتنے ایک گاؤں بطور مدد معاش کے دیئے جلال خاں نے چاہا کہ بی بی اپنی پوتی مہر سلطان کو مجھے دے، بی بی نے قبول نکیا شیر خاں نے یہ بات سن کر جلال خاں کو منع کیا بی بی نے اپنی پوتی کو سلطان سکندر جو اس کا رشتہ دار تھا اسے دیا اور وہ بہت ناقابل نکلا۔ جب تلک کہ مہر سلطان جیتی رہی سامان خوب تھا سلیمان ثانی جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے عصر اور سن ایک ہزار ستانوے[1] ہجری میں مہر سلطان ہندوستان کی طرف جاتی تھی کہ کانت کے پرگنے میں پہنچ کر مظفر خاں کے گھر میں موئی اور شیر خاں نے زر مذکور سے لشکر کا سامان درست کر کے ملک بنگالے کا لینا شروع کیا اور جتنا ملک تیلیا گرہی کے اس طرف تھا وہاں تلک سب اپنے تصرف میں لایا[2]۔

---

[1] ایک ہزار ستانوے غلط ہے ممکن ہے نو سو ستانوے ہو۔

[2] تاریخ خان جہانی کا بیان ہے کہ ایک روز شب کے وقت شیر خان پٹنہ کے بازار میں گھوم رہا تھا کہ ایک مجذوب نے اس کو دیکھا اور کہا۔ دیکھتے ہو دہلی کا بادشاہ پیادہ آرہا ہے۔ اسی وقت سے

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہمایوں اور شیر شاہ کی پہلی جنگ

جب حضرت ہمایوں پادشاہ گجرات سے آئے خانخانان یوسف خیل نے عرض کیا، شیر خاں سے غافل نہ رہیئے کہ فتنہ ہے اور ملک کی تدبیر خوب جانتا ہے اور سب پٹھان اس کے پاس جمع ہوئے ہیں لیکن حضرت ہمایوں بادشاہ کو سلطنت کا ازبسکہ غرور تھا، شیر خاں اس کی نظر میں نہ ٹھہرتا تھا اور برسات کے موسم میں پادشاہ نے آگرہ میں توقف فرما، ہندو بیگ کو یہ فرما کر جونپور کی طرف رخصت کیا کہ جیتنا شیر خاں کا احوال ہے جو لکھا وہیں لکھ، جب شیر خاں کو معلوم ہوا کہ پادشاہ کا ارادہ ہمارے ملک کے آنے کا ہے ہندو بیگ جو حاکم جونپور کا تھا اس کے واسطے پیشکش بھیجی اور کہا پادشاہ سے جو وعدہ میں نے کیا تھا اس میں کچھ مجھ سے تفاوت نہیں ہوا اور تمہارے ملک میں دخل نہیں کیا از راہ مہربانی میری دولتخواہی حضور میں ظاہر کر، ملتمس ہوں، کہ اس ضلع میں نہ آویں کہ اس بارگاہ کا ایک میں بھی خدمت گار اور دولتخواہوں سے ہوں۔ جس وقت ہندو بیگ نے شیر خاں کے تحفے دیکھے بہت خوش ہو کر اس کے وکیل سے کہا کہ شیر خاں سے کہو کہ جب تلک میں جیتا ہوں سب طرح سے اپنی خاطر جمع رکھ کہ تجھ سے کسو سے آزار نہ پہونچے گا اور اس کے وکیل کے روبرو وہی ہندو بیگ نے پادشاہ کو عرضی لکھی کہ ایک شیر خاں بھی حضور کے دولتخواہوں سے ہے۔ خطبہ و سکہ حضور کے نام کا جاری رکھتا ہے اور اپنے ملک کی حد سے تجاوز نہیں کیا اور حضرت کے دائرہ دولت کے جانے کے بعد کوئی اس سے ایسی حرکت ناشائستہ عمل میں نہیں آئی کہ موجب ملال کا ہو، ہندو بیگ کی عرضی پادشاہ نے ملاحظہ فرما کر اس سال توقف کیا۔ شیر خاں نے اپنے بیٹے جلال خان اور بڑے خواص خاں کو اور امیروں کو بھی متعین کیا کہ بنگالے کا ملک اور گوڑ کا شہر سلطان محمود سے لیں جب جلال خاں اور خواص خاں

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) شیر خان کے دل میں یہ خیال پختہ ہو گیا کہ اس کو بادشاہ ہونا ہے۔ دیکھو۔ صفحہ ۳۹

بنگالے کے ملک میں آئے سلطان محمود ان سے لڑائی کی تاب نہ لا سکا اور گوڑ کے قلعے میں محاصرہ ہوا پٹھانوں نے گرد و نواح کا ملک لے لیا گوڑ کے قلعے کو بھی مانند مرکز کے گھیر کر بیٹھے اور ہر روز لڑائی ہوا کرتی تھی۔

ہمایوں کا بنگالہ پر حملہ۔ فتح چنار

دوسرے سال[1] حضرت ہمایوں پادشاہ کے بہار اور بنگالے کا ملک کی طرف رایات نصرت آیات روانہ ہوئے جب چنار کے قلعہ کے پاس پہنچے اپنے امراؤں سے پوچھا کہ ہم پہلے چنار کا قلعہ لیں یا گوڑ کی طرف جاویں کہ شیر خاں کے بیٹے نے محاصرہ کیا ہے لیکن اس کے ہاتھ ابھی نہیں آیا ہے جو مغل کہ امیر تھے انہوں نے عرض کیا کہ پہلے چنار کے قلعے کو لیجئے بعد اس کے بنگالے کی طرف جائیے اور بھی تدبیر ٹھہری۔ ۴۴

جب خانخانان یوسف خیل آیا ظل سبحانی ہمایوں پادشاہ نے اس سے پوچھا اور وہ بھی سن چکا تھا کہ امرائے مغلیہ سے یہ صلاح ٹھہری ہے کہ پہلے چنار کا قلعہ لیا چاہیئے خانخانان یوسف خیل جو پٹھان کی قوم سے تھا اس نے عرض کی کہ ایک تدبیر جوانانہ یہ ہے کہ پہلے قلعہ لیجئے اور دوسری رائے پیرانہ ہے کہ گوڑ کے قلعے میں خزانہ بہت سا ہے پہلے اسے لیا چاہیئے بعد اس کے چنار کا قلعہ لینا آسان ہے۔ ظل سبحانی ہمایوں پادشاہ نے فرمایا کہ میں جوان ہوں مجھے رائے جوانانہ پسند ہے، قلعہ بن لئے نجاؤں گا، میں نے خان خانان یوسف خیل کے ان مصاحبوں سے جو پٹھانوں سے معتمد اور اس کے اسرار کے محرم تھے جب خانخانان اپنے ڈیرے میں آیا کہنے لگا شیر خاں کے طالع بڑے زبردست ہیں کہ مغل گوڑ کی طرف نگیا جب تلک یہ قلعہ لیں گے روہیلے گوڑ کو فتح کریں گے اور خزانہ ان کے ہاتھ آوے گا اور شیر خاں، غازی خان سعار، اور سلطان بروانی[2] جو چنار کے قلعے کے شقدار تھے ان کو چنار

---

[1] اصولاً ہمایوں کو چاہیئے تھا کہ فوراً بنگالہ پر حملہ کرے۔ لیکن اس نے ایک سال آگرہ میں رہکر قیمتی وقت ضائع کیا۔
[2] الیٹ کے پیش نظر جو خطوطے تھے، ان میں اس نام کو سلطان بلاقی اور رقیبہ (بقیہ صفحہ پر)

کے قلعے میں چھوڑ کر اپنے اہل وعیال اور پٹھانوں کے جو اس کے ساتھ تھے بھرکنڈھ[1] کے قلعے میں ان کی گنجائش نہ ہوئی۔

قلعہ رہتاس کے متعلق چورامن سے گفت و شنید

شیر خان کو رہتاس کے راجہ سے ایک سلسلہ محبت و دوستی کا تھا خصوصاً چورامن کے ساتھ جو نائب راجہ مذکور کا تھا نہایت اخلاص و یگانگی تھی اور چورامن ذات کا برہمن تھا اور راجہ کو اس پر بالکل اعتماد تھا۔ آگے اس سے اہل وعیال کے ساتھ میاں نظام کہ شیر خان کا حقیقی بھائی تھا ازراہ مروت کے رہتاس کے قلعہ میں جاگہ دلوادی تھی جب وہ ہنگامہ برطرف ہوا تب قلعہ راجہ کے حوالہ کر اپنے اہل وعیال لے آیا۔ ان دنوں میں شیر خاں نے بھی اس سے کہا کہ مجھے بہت ضرور ہے اگر تھوڑے دنوں کے واسطے بطور عاریت کے رہتاس کا قلعہ دیں تو جب تلک جیتا ہوں منت دار رہوں گا، جب یہ فساد برطرف ہوگا، تمہارا قلعہ تمہیں دیں گے۔ چورامن نے کہا خاطر جمع رکھ کہ رہتاس کا قلعہ راجہ سے دلوادوں گا۔ پھر اس نے راجہ کے پاس آکر کہا کہ شیر خان کو نہایت مشکل پیش آئی ہے اور تم سے التجا کرتا ہے کہ اپنے اہل وعیال کے واسطے عاریت رہتاس کا قلعہ چاہتا ہے کیوں کہ تمہارا ہمسایہ ہے مصلحت وقت یہ ہے کہ اس پر احسان کرو اور اس کے قبائل کو جاگہ دو۔ راجہ نے قبول کیا۔ جب شیر خاں نے اپنے اہل وعیال کو بھرکنڈھ سے نیچے لایا راجہ اپنے قرار سے پھر گیا اور کہا جن دنوں میں کہ میں نے میاں نظام کو قلعے میں جاگہ دی تھی، ان دنوں ان کی جمعیت کم تھی اور میں غالب تھا ۶۴۔
اور اب ان پاس لوگ بہت ہیں اور میرے پاس تھوڑے اور وے اب غالب ہیں۔ رہتاس کا قلعہ مجھ سے لے کر اگر نہ دیں تو مجھ پر غالب ہیں۔ میں بزور نہیں لے سکتا۔ چورامن

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) سلطان برولی ہے، دیکھو الیٹ۔ جلد چہارم ص ۲۵۷

[1] بھرکنڈہ کو بعض نے جہرکنڈا لکھا ہے۔ غالباً یہی صحیح ہے، راقم الحروف کے قلمی نسخہ اکبرنامہ میں جہرکنڈا لکھا ہے۔ اس کے علاوہ دیکھو طبقات اکبری ص ۲۰۰۔ فرشتہ جلد اول۔ ص ۴۲۵، کیمبرج ہسٹری جلد ۴ ص ۳۰۲

نے شیر خاں کو کہلا بھیجا بعضے جو مجھ سے مخالفت رکھتے ہیں انہوں نے راجا کو بد راہ کر، قلعے کے دینے سے باز رکھا ہے۔ جب شیر خاں نے یہ خبر سنی بہت فکر مند و غمگین ہو چورامن کو کہلا بھیجا کہ میں تمہارے کہنے پر اعتماد کر کے اپنے قبائل بھرکندے سے نیچے لایا تھا، اگر یہ خبر بادشاہ کو پہنچی تو فوج بھیجکر سارے قبایل پٹھانوں کے اسیر کرے تو یہ وبال تمہاری گردن پر ہوگا' اور چھ من سونا رشوت کا چورامن کو بھیج دیا اور کہا جس طرح ہو سکے یہ قلعہ تھوڑے دنوں کے لئے ہمارے قبایل کے واسطے لو اور اگر راجہ نے بطور عاریت کے رہتاس کا قلعہ ندیا تو بادشاہ سے صلح کروں گا اور راجہ سے بے وجہ سمجھوں گا۔ چورامن نے کہا خاطر جمع رکھ کہ راجہ سے تیرے قبایل کے واسطے قلعے میں جاگہ دلوادوں گا' پھر چورامن نے راجہ سے آ کر عرض کی آپ کو یہ مناسب نہیں ہے کہ وعدہ خلافی کریں اگر ہمایوں بادشاہ کو یہ معلوم ہوا کہ شیر خاں
کے اہل و عیال کے رہنے کا کچھ ٹھکانا نہیں ہوا تو ان کو تاخت تاراج کرے گا اور یہ ہماری ۷۲
تمہاری گردن پر وبال ہوگا اور وہ تمہارے کہنے پر اعتماد کر کے اپنے اہل و عیال کو بھرکندے کے قلعے سے اتار لایا ہے جب شیر خاں نہایت تنگ آئے گا ضرورتاً وہ بادشاہ سے صلح کر کے تجھ سے لڑے گا اور تو شیر خاں سے لڑائی کی تاب نہیں رکھتا، بے موجب کیوں دشمنی کرتا ہے اور اپنے ملک میں کس واسطے خلل ڈالتا ہے اور میں برہمن ہوں وہ میری بات پر اعتماد کر کے اپنے اہل و عیال کو بھرکندے کے قلعے سے لایا ہے اگر اس کے قبایل مارے گئے اور بندی ہوئے تو ان کا وبال میری گردن پر ہوگا اگر تو رہتاس کے قلعے میں ان کو جاگہ ندے گا تو میں زہر کھا کر تیرے دروازے پر مروں گا۔ جب راجہ نے چورامن کی یہ حالت دیکھی شیر خاں کے اہل و عیال کے واسطے قلعہ میں جاگہ دینی قبول کی، ابھی شیر خان نے یہ بات نہ سنی تھی جو اس عرصہ میں جلال خاں کے لشکر سے خبر آئی کہ بڑا خواص خاں گوڑ کے قلعے کی خندق میں غرق ہوا اور یہ بھی خبر سنی کہ ہمایوں بادشاہ نے چنار کے قلعے کو محاصرہ کیا تھا۔ پھر صلح کر کے لے لیا یہ سن کر
بہت متفکر و حیران ہو خواص خاں کے چھوٹے بھائی کو کہ جس کا نام صاحب خاں تھا اسے ۱۰۸۲

خطاب خواص خاں کا وے رخصت کر بہت سی تقید کی کہ ظل سبحانی ہمایوں پادشاہ نے چنار کے قلعہ کو لیا ہے اور بنگالے کی طرف تھوڑے دنوں کے درمیان متوجہ ہو گا۔ تم قلعے کے لینے میں کاہلی نکرو۔

گوڑ پر قبضہ

جس روز کہ خواص خاں گوڑ میں پہنچا، جلال خاں سے عرض کیا کہ اس طرح حکم ہوا ہے کہ گوڑ کا قلعہ لینے میں اہمال و درنگ نکرو کہ پادشاہ بھی پیچھے آتا ہے جلال خاں نے کہا اچھا آج اور بھی صبر کر پھر اس نے کہا میں خلاف حکم نکروں گا۔ سوار ہوا چاہیئے جلال خاں نے کہا کہ اچھا تم اپنے ڈیرے جاؤ، جب خواص خاں اس سے رخصت ہو بھائی کے ڈیرے میں آیا سردار بھائی کے اس کے دیکھنے کو آئے اس نے ان کی تسلی کی اور کہا حکم حضرت اعلی کا یوں ہوا ہے کہ پہنچتے ہی ایسا تردد کرو کہ قلعہ لے لو اور اس میں ڈھیل و سستی نکرو نقیبوں کو حکم کیا کہ فوج کو خبر کرو کہ تیار ہو کر سوار ہو آوے کہ فرصت نہیں ہے آپ بھی باسلاح ہو کر مستعد ہو، سوار ہوا اور جلال خان کو اپنے وکیل کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ میں بموجب حکم حضرت اعلی کے ساری فوج سے سوار ہوا ہوں۔ خود بدولت بھی سوار ہوں انشاء اللہ تعالی فتح ہو گی۔ جلال خاں اور شجاعت خاں وغیرہ کو بھی یہ بات خوش نہ آئی لیکن بضرورت سوار ہوئے اور خواص خاں نے آپ بھی ایسا ارادہ و دلیری کی کہ جلال خاں آنے نہ پایا اور قلعہ فتح کیا اس روز سے لوگوں کے درمیان خواص خاں کا نام شجاعت سے مشہور ہوا اور بعد اس کے بھی جہاں گیا وہاں فتح کی۔ شیر خاں کے لشکر میں شجاعت و سخاوت مثل و نظیر نہ رکھتا تھا اور جب گوڑ کا قلعہ فتح ہوا، جلال خاں نے خواص خاں کے نام کا فتحنامہ اپنے باپ کے پاس لکھ کر بھیجا جب یہ خبر شیر خاں کو پہنچی بہت خوش ہوا اور چورامن نے بھی شیر خاں سے آکر عرض کی، راجہ نے رہتاس کے قلعہ میں تمہارے قبایل کو جاگہ دینی قبول کی، جب شیر خاں اپنے اہل و عیال کو لے کر قلعے کے نزدیک آیا، راجہ سے بہت سی اپنی خصوصیت اور منت داری اظہار مال و متاع

دنیاوی اور نقد وجنس بہت سی دے، وعدہ کیا اگر اقبال نے میرے یاوری کی تو میں تیرا احسان نہ بھولوں گا راجہ نے بہت خوش ہو کر عرض کی کہ رہتاس کا قلعہ تمہارا ہی ہے حکم کرو تمہارے قبایل آویں شیر خاں نے اپنے لوگوں کو سمجھایا تھا جو کوئی قلعہ میں جائے نہ آئے بعد اس کے آپ آیا اور قلعے کو چاروں طرف سے پھر کر دیکھا اور شکر خدا کا بجا کر کہا گو چنار قلعہ میرے ہاتھ سے گیا لیکن اس سے بہتر قلعہ میرے ہاتھ آیا۔ گو اس کی فتح سے اتنا خوش نہوا تھا کہ اس قلعے کے ہاتھ آنے سے خوش ہوا۔ قلعے کے نگہبانوں کو کہلا بھیجا کہ تم راجہ کے پاس جاؤ کہ تمہارا پٹھانوں کے ساتھ رہنا مناسب نہیں ہے تمہارے رنج کا سبب ہوگا اپنے لوگوں سے کہا اگر قلعے کے نگہبان تمہارے کہنے سے نیچے نجاویں تو مار مار کر نکال دو شیر خاں کے لوگ جو تیار رہتے قلعے کے نگہبانوں کے پاس جاکر جو کچھ شیر خاں نے کہا تھا کہا۔ انہوں نے قبول نکیا۔ شیر خاں کے لوگوں نے دست بشمشیر ہو کر انھے مار مار قلعے سے نکال دیا اور ان کی جاگہ اپنے نگہبان مقرر کئے، اور اس کی حفاظت میں نہایت احتیاط کرتے تھے اس طرح سے رہتاس کا قلعہ ہاتھ آیا تھا جو لکھا گیا۔

کیا شیر شاہ نے راجہ رہتاس کو دھوکا دیا؟

جس طرح خاص و عام میں شہرہ پایا ہے کہ شیر خاں نے عورات کے بہانے ڈولیوں میں پٹھانوں کو بھیجا بعد اس کے قلعہ لیا یہ سراسر بہتان اور جھوٹ تھا۔ یہ بندہ عباس خاں بیٹا شیخ علی کا جو مولف تاریخ تحفۂ اکبر شاہی کا ہے اس نے پٹھانوں کے سرداروں سے جو امرازادے تھے اور اب بھی وے امیر ہیں اور اس معرکہ میں شیر خاں کے ساتھ تھے اور جیسے کہ امیر الامرا مظفر خاں بھتیجا مسند عالی عیسٰی خاں بیٹا مسند عالی عمر خاں سروانی کا اور شیخ محمد بیٹا شیخ بایزید سروانی کا اور کتنے ایک اس معاملے میں جو شیر خاں کے ساتھ تھے تحقیق کیا ہے انہوں نے بندے سے کہا لازم ہے کہ تم ہم سے حکایت اپنے بزرگوں کی سنو کیونکہ تمہیں سلطان بہلول اور سلطان سکندر اور شیر شاہ اور اسلام شاہ سے نسبت قریب

قریب ہے۔ وے باتیں یاد کر لو گو کہ بہت روزوں کے گذرنے میں اختلاف و غلطی اکثر ہوتی ہے اور جو کچھ ہم نے دیکھا اور بزرگوں سے سُنا ہے تم سے کہتے ہیں اور میں نے خان اعظم مظفر خان جو بیٹا جلال خاں اور پوتا ہیبت خاں اور پروتا عمر خان کا تھا اس سے عرض کیا کہ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ شیر خاں نے روہیلوں کو ڈولیوں میں بھیج کر قلعہ رہتاس کا لیا اور آپ لوگوں کے خلاف فرماتے ہیں کوئی بات میری باور نکرے گا۔ فرمایا تم یقین جانو کہ میں اور عمو مسند عالی عیسیٰ خاں اس کے ساتھ تھے اور اہل و عیال بھی ہمارے رہتاس کے پہاڑوں میں شیر خاں کے ساتھ پھرتے تھے[1]۔

ہمایوں کا بنگالہ پر حملہ

الغرض جب شیر خاں نے ہمیں اپنے اہل و عیال کے پاس رہتاس کے قلعے میں چھوڑا اور بھر کندھے کے پہاڑوں میں جابجا پھرتا تھا اور کہیں ٹھہرتا نہ تھا، جب حضرت ہمایوں بادشاہ کے چنار کا قلعہ ہاتھ آیا تب بنارس میں تشریف فرما ہو، عیش و عشرت میں رہنے لگے چنانچہ ایک مدت بنارس میں دایرہ دولت رہا۔ اپنے ایلچی[2] کو شیر خاں کے پاس بھیجا کہ اسے ہماری خدمتیں لا، شیر خاں نے کہا میں ملاحظے حضور میں حاضر نہیں ہو سکتا لیکن میرے تئیں سوائے حضور کی دولتخواہی کے کچھ بن نہیں آتا اور جو خدمت فرما دیں لے میں بجا لاؤں اور بہت سے پٹھان میرے پاس جمع ہوئے ہیں اور حضور کے غلام زادے نے گوڑ کا قلعہ فتح کیا ہے کوئی جا گر مرحمت ہو کہ تھوڑے دنوں وہاں اوقات بسر کرے اور جس خدمت کا حضور سے حکم ہو، اسے سرانجام پہنچا دے اگر گوڑ کا قلعہ اور بنگالے کا ملک

۱؎ یہ حیرت انگیز بات ہے کہ جدید مغربی مورخین نے اس افواہ کو صحیح اور مستند مان کر شیر شاہ کے کردار پر سخت تنقید کی ہے، مردانی کی شہادت کے مقابلہ میں دوسرے بیانات کو ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ مغلوں کے عہد میں جو تاریخیں مرتب ہوئیں ان میں اس واقعہ کو جس میں ڈولیوں کا ذکر ہے صحیح مان لیا گیا ہے۔ مثلاً دیکھو تاریخ خان جہانی۔ ص ۲۹۴

۲؎ ہمایوں کے سفیر کا نام، جوہر نے حسین ترکمانی لکھا ہے۔ دیکھو ص ۲۶۲۔

مجھے مرحمت ہو تو سارا ملک بہار کا چھوڑ دوں جسے پادشاہ چاہے اسے دے اور سلطان سکندر کے عصر میں جہاں تلک بنگالے کی حد تھی اگر حضور سے مجھے ملے تو لوازمہ پادشاہت کا ہے جیسے چتر اور تخت وغیرہ ہے اور گھوڑے حضور میں بھیجوں اور ہر سال بنگالے کے ملک سے دس لاک روپیہ بھی حضور میں بھیجا کروں جو دائرۂ دولت حضور کا آگرے کی طرف مراجعت فرمائے جو کچھ شیر خاں نے اظہار کیا تھا اسے جو نکایتوں ایلچی نے حضور میں آکر عرض کیا پادشاہ نے قبول کر کے پھر وکیل کو شیر خاں کے پاس بھیجا گھوڑا اور ملبوس خاص شیر خاں کے لئے مرحمت فرما کر وکیل سے ارشاد کیا کہ اسے دیجو اور ہماری طرف سے تسلی تمام کہیو کہ جو تو نے عرض کی تھی وہ قبول ہوئی اور جو تو نے اقرار کیا ہے اس میں ڈھیل اور تساہل نکرنا جب وہ رخصت ہو کر شیر خاں کے پاس آیا گھوڑا خلعت اسے دیا اور جو کچھ پادشاہ نے فرمایا تھا اس سے کہا وہ خوش ہوا اور وکیل سے پادشاہ کے کہا جو کچھ میں نے عرض کیا تھا تھوڑے دنوں میں حضور کے ملازموں کے وقوع میں آئے گا اور رات دن خدا تعالیٰ کی جناب سے یہی دعا مانگتا ہوں کہ جب تلک زیست ہے میرے اور بادشاہ کے درمیان کسو نوع کی مخالفت وقوع میں نہ آئے کہ میں ان کے ادنا خدمتگاروں سے ہوں۔

سلطان محمود، شاہ بنگالہ کا ہمایوں کی خدمت میں حاضر ہونا

حضور کے وکیل کے روانہ ہونے کے بعد تیسرے روز سلطان محمود جو حاکم بنگالے کا تھا اس کا وکیل حضرت ہمایوں بادشاہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ پٹھانوں نے گوڑ کا قلعہ لیا اور اکثر ملک ابھی ہمارے تصرف میں ہیں شیر خاں کے قول پر حضرت اعتماد نکریں اور اس طرف توجہ فرماویں کہ اب تلک انہوں نے زور و قوت نہیں پکڑی ہے ان کو اس ملک سے نکالیں تو یہ فتنہ سر نہ اٹھاوے اور میں بھی خدمت میں پہنچتا ہوں اور ان کو اس قدر قدرت نہیں ہے کہ روبرو بادشاہ کے ہو سکیں۔ اس التماس کے سنتے ہی بادشاہ نے حکم

فرمایا کہ ایاتِ ظفر آیات ہمارے بنگالے کی طرف روانہ ہوں بعد اس کے خانخانان یوسف خیل
اور پری برلاس وغیرہ اور امیروں کو حکم ہوا کہ آگے روانہ ہوں اور میرزا ہندال کو
حکم ہوا کہ اردو کو اپنے ساتھ لے کر گنگا کے پار ہو، حاجی پور میں داخل ہو رہے اور سوار
جیدہ جمع کر کے آپ جریدہ رہتاس اور جھرکنڈے کے پہاڑوں کی طرف روانہ ہوئے۔
شیر خاں بھی انہیں پہاڑوں میں تھا کہ اس نے سنا جو بنگالے کا ملک تجھے دیا تھا جہاں پناہ
اس قرار سے پھر گئے[1] اور بنگالے کی طرف متوجہ ہوئے شیر خان جو پادشاہ سے توقع رکھتا
تھا اس سے اسے یاس کلی ہوئی اور پادشاہ کے وکیل سے کہا کہ میں نے حضور کے پاس ادب
سے کسو نوع کی حضور کے ملازموں کی تقصیر نہیں کی اور کبھی ان کے ملک میں نے دخل
نہیں کیا اور میں نے بہار کا لوحانیوں سے لیا تھا جب بنگالے کے پادشاہ نے ملک بہار کے
لینے کا ارادہ کیا میں نے اس سے بہت سی منت وزاری کی کہ مجھے میرے طور پر رہنے دے اور
ملک کے لینے کا ارادہ نکرے۔ اپنے لشکر کی بہتایت کے گھمنڈ پر قبول نکیا جو زیادتی اس کی طرف سے
تھی حق تعالیٰ نے مجھے فتح دی اور وہ ملک بہار کے لینے کی طمع رکھتا تھا۔ بنگالے کا ملک بھی اپنے
ہاتھ سے دیا۔ حضرت ہمایوں نے بنگالے کے پادشاہ کے قول پر اعتماد کیا اور میری خدمت میں
اور میں نے جو اس کی خدمت کے واسطے پٹھانوں کو جمع کیا۔ ان سب کو برباد کیا اور بنگالے کی
طرف کوچ کیا۔ جب قبلہ عالم نے چنار کے قلعے کو محاصرہ کیا پٹھانوں نے بہت سا کہا کہ ہم
لڑیں گے۔ ان سے میں نے کہا کہ بہت بڑا پادشاہ ہے، قلعے کے لئے اس سے لڑنا مناسب نہیں
کہ ہمارا دلی نعمت ہے اس واسطے کہ وہ سمجھے گا کہ باوجود اس لشکر کی کثرت کے میرا پاس ادب
کیا اور مجھے بھی ایک اپنے خدمت گاروں سے جانے اور ان لوگوں کو بھی کوئی ملک دیگا
اور یہ ملک داری کی تدبیر سے دور ہے کہ اتنی بڑی جمعیت کو اپنی خدمت سے دور کر کے
ان کے دشمنوں کے کہنے پر ارادہ پٹھانوں کے قتل اور جلاوطنی کا کرے اب مجھے کوئی بات ۶۴

---

[1] جوہر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمایوں نے حملہ کرنے کا ارادہ اس لئے کیا کہ اس (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بن نہیں آتی اور کسو نوع کی امیدواری نہیں رہی کہ پٹھانوں کی تسلی کردں اور حضور کی مخالفت سے باز رکھوں اور مانع ہوں' اور سنو گے کہ پٹھانوں نے کیا کام کیا' حضرت جہاں پناہ بنگالے کی طرف کے جانے سے ندامت و پشیمانی کھینچیں گے کہ ان دنوں میں روہیلے متفق ہیں اور آپس میں جو نزاع رکھتے تھے بالکل دور ہوئی' اور مغلوں نے جو پٹھان کو ملک سے نکالا تھا تو ان کے نفاق کے سبب پھر پادشاہ کے وکیل کو بہت سی پیش کش دے کر رخصت کیا۔ اور جتنا لشکر اس کے ساتھ تھا رہتاس کے قلعہ میں بھیجا اور تھوڑے سے سوار اپنے ساتھ لئے تا کوئی پیچھا نکرے مخفی گوڑ کی طرف جانا مقرر کر وہاں سے روانہ ہوا کہ گوڑ کی طرف جاوے اور ان پہاڑوں میں چھپا چھپا رہے تا کوئی نجانے اور خبرداروں کو ہمایوں پادشاہ کے لشکر میں بھیجا تا خبر لاویں کہ دیں کیا ارادہ رکھتے ہیں' جب قبلۂ عالم نے دو کوچ کئے خبر سُنی کہ شیر خاں گوڑ کی طرف جاتا ہے تب وہاں سے پھرے اور خانخانان یوسف خیل اور بری برلاس۔ جو پیشتر روانہ ہو شیخ یحیٰی کے پرگنہ منیر میں اترے ہوئے تھے سنا کہ گوڑ کی پادشاہ سلطان محمود آتا ہے ۲
بری برلاس اس کے استقبال کو گیا تھا' ہنوز وہ اس کو اپنے مقام میں نلایا تھا کہ حضرت ہمایوں پادشاہ منیر کے[1] پرگنے میں تشریف لائے بری برلاس سلطان محمود کو حضور اقدس میں لایا عالم پناہ نے جو اس کی خاطر خواہ اعزاز و اکرام نکیا سلطان محمود اپنے آنے سے پشیمان ہوا اور تھوڑے دنوں میں اس غم کی کوفت سے وفات پائی اور پادشاہ نے منیر کے قصبے میں اپنے لشکر کا بندوبست کیا ہو یدبیگ جو بیٹا سلطان محمود دُلدی اور جہانگیر قلی بیٹا ابراہیم بیگ کا اور میر لونگا اور ترتی بیگ اور بری برلاس اور مبارک فرملی وغیرہ اور امیر قریب تیس ہزار کے جو تھے ان کو حکم کیا کہ ساٹھ[2] کوس لشکر سے آگے چلا کریں جب شیر خاں نے

(بقیہ اگلے صفحہ کا) قاصد نے جس کو شیر شاہ کے پاس بھیجا گیا تھا' اگر یہ خبر دی کہ شیر شاہ اس کے لئے تیار نہیں کہ ہمایوں سے صلح کرے' بلکہ وہ اپنی تدابیر پر عمل پیرا ہے۔ دیکھو' جوہر ص ۲۶۲

[1] جوہر نے اس مقام کا نام منیہ لکھا ہے۔ ولیم ارسکن نے بھی یہی نام لکھا ہے۔ دیکھو' جلد دوم ص ۲۲۲

[2] یعنی سات' سات کوس۔

یہ سنا کہ پادشاہ بنگالے کی سمت کو متوجہ ہوئے آپ بھی تھوڑے سے سواروں سے مخفی روانہ ہوا جب دائرہ دولت پٹنے میں آیا اور فوج پادشاہ کی جو ساتھ کوس آگے جایا کرتی تھی ابھی منزل میں نہ پہنچے تھے کہ ان کی قراول جو آگے تھے ایک گاؤں کے متصل پہنچ کر دیکھتے کیا ہیں کہ اس گاؤں کے باغ میں سوار پھرتے ہیں وہاں کے ایک زراعت کرنے والے سے پوچھا یہ سوار ص
کس کے ہیں جو نظر آتے ہیں اس نے کہا شیر خاں ہے۔ قراولوں نے شیر خاں کا نام سن کر یہ تحقیق نکیا کتنے لوگ اس کے ساتھ ہیں موید بیگ کے پاس آکر کہا کہ اس گاؤں میں شیر خاں اترا ہوا ہے وہ سمجھا کہ لڑنے کو آیا ہے پھر یہ خبر حضور میں عرض کی کہ کیا حکم ہوتا ہے اور وہاں مقام کر کے خبرداروں کو بھیجا کہ تحقیق خبر لاؤ جب خبردار گاؤں کے نزدیک پہنچے دیکھا کہ ان سواروں میں سے کوئی نہیں۔ مغلوں نے اس گاؤں میں آکر وہاں کے مقدم سے پوچھا اس نے عرض کیا کہ شیر خاں تھوڑے سواروں سے آیا تھا، جب تمہارے سواروں کو دیکھا تب بہت شتابی (سے) منگیر کی طرف گیا جب خبردار یہ خبر لائے شام جو قریب پہنچی تھی اس باعث سے پیچھا نکیا جب شیر خاں کڑھی[1] کے دروازے سے نکلا سیف خان اجہ خیل سروانی کو دیکھا کہ اپنے اہل وعیال سمیت رہتاس کی طرف جاتا ہے شیر خاں نے کہا پھر کہ مغل پہنچے۔ جب سیف خاں نے جنت آشیانی کے لشکر کی حقیقت معلوم کی شیر خاں سے التماس کیا کہ تم
تھوڑے لوگوں سے جریدہ جاتے ہو اور فاصلہ بھی تھوڑا ہے وے البتہ تمہارا پیچھا ۱۲
بطور دوڑ کے کریں گے اس ارادے سے کہ شاید ہاتھ آویں حضرت اعلیٰ میرے اہل و عیال کو اپنے ساتھ لے کر جاویں تڑکے ہی میں گدار گڑھ کے دروازے کو روکوں گا جب تلک کہ میرے دم میں دم رہے گا جنت آشیانی کے لشکر کو آنے سے باز رکھوں گا تا تمہارے اور ان کے درمیان فاصلہ کلی ہو شیر خاں نے سیف خاں سے کہا کہ یہ مناسب نہیں ہے کہ میں اپنی حفاظت کے سبب تجھے تہلکے میں ڈالوں سیف خاں نے عرض کیا کہ سب آدمی برابر نہیں ہیں کہ ایک جان کو

---

[1] جوہر نے اس کو گدھی لکھا ہے اور یہی صحیح ہے۔ دیکھو ص ۲۷۳

واسطے ایک گھر کے لوگوں کے تصدق کیا جاتا ہے اور ایک گھر کے لوگوں کو ایک گروہ کے قربان کیا جاتا ہے اور ایک گروہ کو ایک جان کے واسطے فدا کیا جاتا ہے۔ جیسے آقا پناہ ہو۔ بسلامتی ایسے کی جو صاحبِ دولت اور صاحب اقبال ہو اور ساتوں اقلیم کو وہ فائدہ پہنچا سکے تو سپاہی کو کوئی چیز اس سے بہتر نہیں کہ اپنے آقا کی حفظ وحمایت کے واسطے اپنی جانِ عزیز کو نثار کرے میرے اقبال کے ستارے نے نیکنامی کے کنارے سے طلوع کیا ہے اگر جان میری اور میرے بھائیوں کی تمہارے کام آوے تو اس سے کیا بہتر ہے ہر چند شیر خاں نے ۱۲۰ب
مبالغہ کیا میرے ساتھ رہ کر وہاں میرے کام آوے گا اس نے قبول نکیا اور شیر خاں خوش ہو اس کے اہل وعیال کو اپنے ساتھ لے کر پادشاہ کے تعاقب سے خاطر جمع کر شتابی روانہ ہوا۔

سیف خاں نے تڑکے ہی اپنے بھائیوں سے کہا کہ مرنے کے واسطے تیار ہو اور مرنے سے کسو نوع کا دل میں اندیشہ نکرو، اجل وہ چیز ہے کہ کسو شخص کا اس سے بس نہیں چلتا، سردار جو سپاہی کو زر دیتا ہے اور اسی طرح کی رعایت اس سے کرتا ہے اس واسطے کہ کام کے وقت جان کو مجھ سے عزیز نکرے پس سپاہی کو چاہیئے کہ اپنے خداوند نعمت کے واسطے حیات چند روزہ کو صرف کرے اور زندگی کہ عبارت نیکنامی اور سعادت دارین کی ہے حاصل کرے اور یہ جاں فشانی اس کے لڑکے بالوں کے کام آوے سیف خاں کے بھائیوں نے عرض کیا کہ جب تو نے یہ کام اختیار تو ہزار جان ہماری تجھ پر اور تیری جان پر فدا ہے یہ کام کا وقت ہے نہ باتوں کا جو ہمارے ہاتھوں سے ہو سکے گا قصور نکریں گے بعد اس کے مسلح ہو کر گنڈار گڑھ کے دروازے پر مستعد رہے جب فوجیں ہمایوں پادشاہ کی نزدیک گنڈار گڑھ کے پہنچیں سیف خاں نے لڑائی شروع کی بہتیرا مغل وزلائے پر گنڈار گڑھ کے ۱۲۱ب
دروازے کو نلے سکے ایسی جوانمردی اس کے بھائیوں سے ظہور میں آئی کہ لکھنے اور کہنے سے باہر ہے۔ الغرض ظہر کے وقت تلک فوجوں کو باز رکھا، اور بہت سے بھائی اس کے مارے پڑے اور تین زخم ایسے کاری اس کے لگے بے ہوش ہو گیا پھر مغل سیف خاں

کو جیتا پکڑ موید بیگ کے پاس لائے موید بیگ نے سیف خاں کو حضور میں جنت آشیانی فردوس مکانی حضرت ہمایوں پادشاہ کے بھیجا جب ظل سبحانی اس کے احوال سے مطلع ہوئے بہت سی آفرین و تحسین کر فرمایا کہ سپاہی کو یہی چاہیئے کہ اپنے آقا کے واسطے اپنی جان کو نثار کرے۔ تجھے میں نے رخصت دی جہاں چاہے وہاں جا۔ اس نے عرض کیا کہ میرے اہل و عیال شیر خاں کے پاس ہیں میں اس کے پاس جاؤں گا۔ فرمایا جب ہم نے تیری جان بخشی کی اختیار تیرے ہاتھ ہے۔ پھر وہ شیر خاں کے پاس آیا۔

جس وقت شیر خاں منگیر کے شہر میں آیا وہاں ہیبت خاں نیازی تھا اس نے اس سے کہا کہ پادشاہ آتا ہے تو سیف خاں سروانی کے اہل و عیال کو لے کر اپنے ساتھ گڈھور کے قلعہ میں جا اور آپ لوارے پر سوار ہو کر گوڑ کے شہر کو روانہ ہوا جب اس شہر میں پہنچا اپنے بیٹے جلال خاں وغیرہ اور امیروں کو تعین کیا کہ راہ گڑھی کی گھیرو اور جب تلک پادشاہ کو ادھر کے آنے سے باز رکھو کہ میں اپنا سر و سامان درست کروں اور جو خزانہ میرے ہاتھ آیا ہے اسے رہتاس میں پہنچاؤں جب جلال خاں گڑھی میں آیا اور فوج پادشاہ کی پیشتر آتی تھی جب وہ نزدیک گڑھی کے آئی جلال خاں نے اپنے امیروں سے کہا کہ میں اس فوج سے لڑوں گا۔ سرداروں نے کہا لڑنا مناسب نہیں ہے شیر خاں نے تجھے لڑائی کے واسطے نہیں بھیجا اور لازم یہ ہے کہ اس گڑھی کی احتیاط کرو جلال خاں نے ان کا کہنا نہ مانا ہزار سوار کو گڑھی میں چھوڑ چھ ہزار سوار اپنے ساتھ لے پادشاہ کی فوج پر گیا بڑی لڑائی ہوئی، پر پادشاہ کی فوج نے شکست پائی۔ مبارک فرملی اور ابوالفتح لنگاہ وغیرہ بہت سے مغل مارے پڑے اور جلال خاں پھر کر گڑھی میں آیا اور گڑھی کی راہ کو مضبوط کیا۔

ہمایوں کا گوڑ پر قبضہ ۱۵۳۸ء

بعد ازاں لڑائی کے اس رات کو اوائل برسات ایسا پانی برسا کہ اس کی بہتایت

سے کے سبب رستا بند ہوا' اس مقام میں ایک مہینہ پادشاہ نے توقف فرمایا اس عرصے میں شیر خاں نے ۴۲
فرصت پائی اور جتنا خزانہ اس کے ہاتھ آیا تھا اسے لے کر جھاڑ کھنڈ[1] کی راہ سے رہتاس کی طرف کو
چلا --- جب شیر خاں رہتاس میں آیا جلال خاں کو کہلا بھیجا کہ گڑھی کو چھوڑ کر رہتاس میں آ۔ جب
پادشاہ نے یہ سنا کہ جلال خاں گڑھی کو چھوڑ گیا اور برسات کی شدت کے باعث اردوی معلائے
نصرت قریں کو مرزا ہندال کے ساتھ کر آگرے کی طرف رخصت فرمایا' اور آپ گوڑ کی طرف
جو دارالسلطنت بنگالا ہے توجہ فرما ہوئے اور گوڑ[2] میں جا کر تین مہینے تک محل میں رہے'
اور کوئی باریاب مجرے کا نہ ہوا اور شیر خاں نے بنارس میں آ کر حاکم بنارس کو محاصرہ کیا[3]۔ اور
وہاں سے خواص خاں کو منگیر میں بھیجا کہ جہاں کا خانخانان یوسف خیل حاکم تھا۔ یکایک رات
کے وقت خواص نے شہر میں آ کر خانخاناں کو باندھ کر بنارس میں لایا بعد اس کے
قلعہ بنارس کا فتح ہوا بیشتر مغل جو اس شہر میں تھے قتل ہوئے[4]۔ اور بعد اس کے ہیبت خاں
نیازی اور جلال جلوا[5] اور سرمست خاں سربنی وغیرہ اور امیروں کو بھی بہرائچ کا تعینات کیا ۱۴۴۲
انھوں نے مغلوں کو جو اس اطراف میں تھے مار مار کر نکال دیا سنبھل کے قلعے تک تصرف
کیا اور وہاں کے لوگوں کو پکڑا اور لوٹا اور لشکر جو جونپور کی طرف بھیجا تھا ان کے ہاتھوں

---

[1] اس کو پہلے بھر کنڈا لکھا تھا۔ جھاڑ کنڈا صحیح ہے۔

[2] گوڑ کا قدیم نام لکھنوتی تھا۔ ہمایوں کو یہاں کی آب و ہوا بہت پسند تھی' چنانچہ وہ تین ماہ تک یہاں مکمل آرام سے رہا یہ سخت غلطی تھی' اس نے یہ خیال نہیں کیا کہ اس قیمتی مدت کو ضائع نہیں کرنا چاہیئے' ورنہ شیر شاہ اپنی قوت میں اضافہ کرے گا۔ ہمایوں نے گوڑ کا نام جنت آباد رکھا تھا۔

[3] ہمایوں جس وقت گوڑ کی طرف پہاڑیوں کے جنوب میں بڑھ رہا تھا' اسی زمانہ میں شیر خان نے اپنا خزانہ رہتاس کے قلعہ میں محفوظ کر کے' مغربی جانب پہاڑ کے علاقے کی طرف رخ کیا۔ اس طرح ہمایوں بنگال پہنچ گیا اور شیر شاہ بہار میں داخل ہو گیا۔

[4] دوسرے مورخوں نے بتلایا ہے کہ اس موقع پر شیر شاہ نے سات سو مغلوں کو قتل کیا۔ دیکھو جوہر ۲۸۲

[5] یعنی جلوانی

سے لڑائی میں جونپور کا حاکم مارا گیا اور وہی فوج جو جونپور کی طرف گئی تھی کڑے کی سمت آئی، اور فوج جو مغلوں کی کڑے کے شہر میں تھی لڑی اور اس نے بھی شکست پائی۔ قنوج سے سنبھل تلک پٹھانوں کے قبضے میں آیا اور خواص خاں کو مہارت زمیندار کے پاس بھیج تا جنگل وہاں کا کٹے اور اسے اپنے قابو میں لا کر فصل خریف اور کچھ ربیع کی شیر خاں کے لوگوں نے تحصیل کی۔

ہمایوں کی بنگالہ سے واپسی

جب ظل سبحانی کو اطلاع ہوئی کہ ہندال میرزا نے شیخ بھول[1] کو مارا اور آگرے کے ملک میں ہنگامہ برپا کیا[2]۔ جب آفتاب ثور میں آیا بنگالے سے آگرے کی سمت توجہ فرمائی اور شیر خاں نے اپنے لشکر کو جو بہار اور جونپور میں تھا سوائے خواص خاں کے جو مہارت زمیندار پر تعینات تھا ان کو بلا کر رہتاس کی اطراف میں جمع کیا۔ جس وقت عالم پناہ شیر خاں کے مقابلہ سے اور رہتاس کے پہاڑوں سے آگے بڑھے شیر خاں نے اپنے امیروں سے پوچھا کہ لشکر بادشاہ کا بہت تباہ ہے اور آگرے کے ملک میں بھی ہنگامہ ہو رہا ہے اس واسطے مجھے چھوڑے جا

---

[1] بعض کتابوں میں ان کا نام شیخ بہلول بتلایا گیا۔

[2] ہمایوں کی یہ بڑی بدقسمتی تھی کہ اس کے بھائیوں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو اس کے ساتھ برادرانہ سلوک کرتا۔ مرزا ہندال کی بغاوت کے متعلق جوہر نے کچھ تفصیلات بیان کی ہیں؛ شیر شاہ نے بنارس جونپور اور سنبھل تک علاقے پر قبضہ کر لیا تھا، یہ خبریں بادشاہ کو موصول ہوئیں، ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ مرزا ہندال نے آگرہ میں علم بغاوت بلند کیا اور شیخ بھول کو جن کا ہمایوں بے حد احترام کرتا تھا، اس نے قتل کر دیا ہے، چنانچہ ہمایوں نے طے کیا کہ بنگالہ سے جلد آگرہ کی طرف واپس جائے، وہ چاہتا تھا کہ بنگالہ کا حاکم زاہد بیگ کو مقرر کرے جو اس کی بیوی بیگہ بیگم کا بہنوئی تھا۔ زاہد بیگ نے کہا کہ کیا میری موت کے لئے اور کوئی مقام نہیں، اس پر ہمایوں کو بہت غصہ آیا اور زاہد بیگ کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ لیکن بیگہ بیگم کی سفارش پر اس کو معاف کر دیا۔ زاہد بیگ چھپ کر آگرہ پہنچا اور وہاں ہندال کی حوصلہ افزائی کی اور بغاوت میں اس کو مدد دی۔ جوہر کا خیال ہے کہ ہندال نے شیخ بھول کو زاہد بیگ کے ورغلانے کے بعد قتل کرایا۔ دیکھو ص ۲۰۔۲۹

ہے اگر سب عزیزوں کی صلاح ہو تو بخت آزمائی کروں کہ اب میں بھی معہ لشکر مرد سامان درست رکھتا ہوں - اس سے آگے جو بادشاہ بنگلے کی طرف جاتے تھے میں نے بہت سی منت و زاری کی تھی اور ہر سال کا نذر دینا بھی قبول کرتا تھا کہ پادشاہ مجھے بنگالہ مرحمت فرماویں اس واسطے کہ ایسا نہو، نوکر ہو کر اپنے ولی نعمت کے ساتھ مخالفت کرے، اور پادشاہ نے بھی بنگالہ دینا قبول کیا تھا - جس وقت وکیل سلطان محمود پادشاہ بنگالے کا حضور میں آیا قبلہ عالم اپنے قول و قرار سے پھر گئے بعد اس کے مجھے لازم ہوا کہ میں پادشاہ سے مخالفت ظاہر کروں اور اس کی فوجیں جو بہار اور جونپور میں تھیں میں نے ان کو برباد کیا اور ان ملکوں کو تصرف میں لایا اور اب کوئی طور صلح کا باقی نرہا - اعظم ہمایوں سروانی جو بڑے امیروں سے سلطان سکندر اور ابراہیم کے تھا اس نے عرض کی کہ مشورہ مغلوں کی لڑائی کا سلطان بہلول اور سلطان سکندر کے امیرزادوں سے پوچھا چاہیئے جس تدبیر کو کہ ہم نے سوچا کم طالعی کے باعث بن نہ آئی اور جب مغلوں سے لڑے تب آپس کی مخالفت کے باعث شکست پائی اور تیرے اقبال نے یاوری کی ہے اور سب پٹھان دل و جان سے تیرے ساتھ متفق ہیں اور مغلوں کی لڑائی پر بھی من چلے ہیں اور دانائے روزگار مجھ سے کہتے تھے کہ پٹھان تلوار کی لڑائی میں مغلوں سے کم نہیں ہیں لیکن آپس کی مخالفت کے سبب سے بھاگتے ہیں اور رو پیلے اس وقت مغلوں کو ہند سے نکالیں گے کہ سردار ان کا ایک ہوگا اور سب گروہ افغانوں کے اس کے متفق ہوں گے اور وہ صاحب اقبال تو ہی ہے اپنے نئے نئے امیروں سے پوچھ جو کچھ وہ کہیں اس پر عمل کر تا فتح تیری مددگار ہو -

شیر خان لڑائی کی تیاری کرتا ہے

جب شیر خاں نے اعظم ہمایوں سروانی سے یہ باتیں سنی اپنے امرا سے پوچھا اور شیر خاں کے نئے نئے امیروں سے قطب خاں نائب اور ہیبت خاں نیازی اور جلال خاں بیٹا جلو کا اور شجاعت خاں اور سرمست خاں سربنی وغیرہ جو تھے سبھوں نے بالاتفاق عرض کیا کہ البتہ

لڑنا چاہیئے کہ پھر ایسا وقت ہاتھ نہ آوے گا جب شیر خاں نے معلوم کیا کہ سب پٹھان میرے ساتھ متفق اور مغلوں کی لڑائی پر دلیر ہیں، رہتاس کے پہاڑوں سے نکل کر ہمایوں پادشاہ کے لشکر کی طرف روانہ ہوا اور ہر منزل میں سنگر باندھتا اور ٹھہر ٹھہر کے تھوڑا تھوڑا کوچ کرتا۔ جب ظل سبحانی نے سنا کہ شیر خاں آتا ہے، پادشاہ نے بھی مراجعت فرمائی اور رخ شیر خاں کے لشکر کی طرف کیا۔ جب شیر خاں نے سنا کہ بادشاہ نے مراجعت فرمائی اس نے عرضی لکھی کہ اگر حضور سے بنگالے کا ملک بندہ کو مرحمت ہو تو سکہ اور خطبہ پادشاہ کے نام کا رائج ہو، بندہ بھی ایک حضور کے ملازموں سے ہے اور نمک پروردہ اس بارگاہ کا ہے اور آپ بھی کوچ بکوچ گاؤں بگاؤں اور فضا کی جاگہ اترتا ہوا آتا تھا۔ جب مقابل ہوا دریا کو درمیان دے کر اترا اور اس دریا کا پاٹ پچیس گز کا تھا اور خواص خاں جو مہابت زمیندار پر تعینات تھا اسے بھی کہلا بھیجا کہ جلدی لے آ۔ بعد اس کے اس کی عرضی ملاحظہ کر کے فرمایا کہ اپنی حد سے آگے بڑھ کر دریا کو درمیان دے۔ روبرو اترنا ہی چاہیئے کہ آداب حضور کے مدنظر رکھ کر پیچھے کو کوچ کر جائے اور راہ دریا کی چھوڑ دے کہ ما بدولت دریا سے گذریں اور دو دو تین تین منزل کے فاصلہ سے شیر خاں کا پیچھا کئے جائیں اور پھر پھریں۔ شیر خاں نے حضور کا فرمانا قبول کیا اور پانی کی راہ چھوڑ پیچھے کو کوچ کر لیا ظل سبحانی نے دریا پر پل بندھوا اردوئے معلا کو چھوڑ کر اپنے اہل وعیال کو اپنے ساتھ لے دریا سے عبور کر حکم کیا، خیمہ ایستادہ ہو۔ شیخ خلیل جو بیٹا قطب عالم اور پوتا شیخ فرید شکر گنج تھا اسے پادشاہ نے ایلچی کر، شیر خاں کی طرف بھیجا کہ اسے جاکر کہہ کہ کوچ بکوچ رہتاس کی طرف جاوے اور کسی جاگہ توقف نہ کرے اور کئی ایک منزل پادشاہ بھی تعاقب کر کے پھریں گے۔ بعد اس کے موافق وعدے کے بنگالے کی جاگیر کا فرمان شیر خان کے وکیلوں کو عنایت فرما دیں گے۔ جب شیخ خلیل شیر خاں کے پاس آیا جو کچھ پادشاہ نے فرمایا تھا شیر خاں سے کہا اس نے ظاہر میں حکم حضور کا قبول کیا اور تنظیم وتکریم اور مہمان داری کا کوئی درجہ جو بزرگوں کی خدمت گاری کا ہے نہ چھوڑا۔ دوسرے روز جو

لوگ حضور کے اس کے ساتھ آئے تھے ان کے روبرو شیخ خلیل نے صلح کے واسطے بہت سمجھایا۔ شعر

جو تو فیل زور آور ہے شیر جنگ   تو کر صلح لڑنے کی مت کرا منگ

اور درمیان یاقوں کے شیخ خلیل کے مُنہ سے نکلا، اگر صلح قبول نہیں کرتا تو اٹھ لڑ اور مار۔ اس نے کہا یہی قول حضرت کا تفول نیک میرے واسطے بس ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ماروں گا بہت زر نقد اور مالدہ اور بنگالے کے تحائف شیخ خلیل کو دیئے اور تمام نیک دل کو اپنے احسان کے دام میں شکار کیا۔ بعد اس کے شیخ خلیل کو تنہا خلوت میں بلایا اور خصوصیت پٹھانوں کی جو قطب عالم شیخ فرید شکر گنج کے خاندان سے تھی ظاہر کی اور رسم ہموطنی کی اور خاطر خواہ وعدے اس سے کئے اور کہا کہ میں چاہتا ہوں لڑائی اور صلح کے مقدمے جو میرے اور ظل سبحانی کے درمیان ہیں ان کے مشورے آپ سے کروں کہ حکیموں نے کہا ہے مشورہ صاحب عقل اور دانا اور دور اندیش لوگوں سے اور پیران جہاں دیدہ سے کیجئے اور حضرت تمام صفتوں سے موصوف[1] ہیں جو کچھ آپ کی ضمیر منیر میں میری بہبود کے واسطے آوے جو نکالوں فرماویں کہ پادشاہ سے صلح کرنا مناسب ہے یا لڑنا۔ بعد اس کے بہت ساتامل کر کے شیخ نے کہا۔ تیرے مشوروں کے پوچھنے میں دو باتیں مجھے مشکل پیش آئیں ہیں ایک یہ کہ پادشاہ نے ایلچی کر تیرے پاس بھیجا ہے یہ مجھے لائق نہیں ہے کہ سوا اس کی دو لتخواہی کے کچھ اور کہوں اور دوسری یہ کہ تو نے بطور مشوروں کے مجھ سے کچھ پوچھا اور بزرگوں نے کہا ہے اگر دشمن بھی مشوروں سے پوچھے تو چاہیئے کہ جو واقعی ہو سو کہے اور پٹھان اپنے باب میں اعتقاد اس خاندان سے رکھتے ہیں اگر خلاف مشورے کے کہوں تو اس میں خیانت کی جائے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ والہ وصلم نے زبان معجز بیان سے فرمایا ہے مشورہ اس سے کیجئے جو معتمد ہو واسطے ضرورت کے، جو واقعی ہو سو کہتا ہوں تجھے پادشاہ

---

[1] یعنی متصف

سے لڑنا بہتر ہے صلح سے، اس واسطے کہ ان کے لشکر میں یہاں تلک بے سامانی ہے کہ اسپ ویراق نہیں رہا اور ظل سبحانی کے بھائیوں نے بھی دشمنی ظاہر کی ہے لاچار تیرے ساتھ صلح کرتے ہیں آخر الامر اس صلح پر نہ رہیں گے وقت کو غنیمت جان کر ہاتھ سے نہ دے کہ پھر ایسا وقت ہاتھ نہ آویگا۔ شیر خاں صلح کے تردد میں تھا جب شیخ خلیل نے تحریص لڑائی کی کی شیر خاں نے ارادہ صلح کا فسق کیا اور لڑائی کی تدبیریں ہوا۔ خواص خاں جو چروے کے زمیندار مہارت پر تعینات تھا، لے بلایا، جب خواص خاں اردو کے نزدیک آیا حکم کیا کہ تمام لشکر مسلح ہو کر سوار ہو اور مہارت سے لڑنے کو چلو کہ وہ لڑنے آتا ہے جب تین چار کوس لشکر اس کی منزل گاہ سے دور گیا، حکم کیا کہ پھر و بہر کارے میرے خبر لائے ہیں کہ ابھی وہ دور ہے دوسرے روز بھی مکمل تیار ہو سوار ہوا اور کئی کوس جا کر پھر پھرا، اور فرمایا کہ آج بھی نہیں آیا۔ جب آدھی رات رہی اپنے سارے امیروں کو بلا کر کہا کہ میں نے ظل سبحانی سے صلح کا اقرار کیا تھا جس وقت اپنی اگلی خدمتوں کو خیال میں لایا تو کچھ ثمرہ نیک نہ دیکھا پہلے دولت خواہی حضور کی مجھسے وقوع میں یہ آئی تھی کہ میں سلطان محمود کی شکست کا باعث ہوا تھا اور جب اپنے لشکر سے خاطر جمع کی، مجھ سے چنار کا قلعہ طلب کیا جب میں نے نہ دیا تب فوج تعین کی، جب ان کی فوج سے کچھ نہ ہوسکا آپ متوجہ ہوئے تھے کہ قلعہ چنار کا مجھسے بزور لیں کہ خبر پہنچی کہ مرزا محمد زماں نے بند سے نکل آگرے کے ملک میں ہنگامہ برپا کیا ہے، اور سلطان بہادر جو پادشاہ گجرات کا ہے وہ دھیلکا ملک لینے کو آتا ہے تب ظل سبحانی کو ضرور ہوا کہ پھریں، میں نے اپنے بیٹے

لہ مروانی کے بیان کے مقابلہ میں جوہر کی عبارت صحیح معلوم ہوتی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ شیر شاہ نے شیخ خلیل سے کہا کہ اگر چنار کا قلعہ اس کو دے دیا جائے تو وہ صلح کرے گا۔ چنانچہ شیخ خلیل نے یہ پیغام ہمایوں کے پاس بھیج دیا، ہمایوں کے امراء اس پر راضی نہیں ہوئے کہ اتنا اہم قلعہ اس کو دے دیا جائے۔ عباس خان نے صلح ختم ہونے کی ذمہ داری تمام تر شیخ خلیل کے مشورے پر رکھ دی ہے، اگرچہ یہ بات صحیح نہیں کہ شیخ جو صلح کرنے کیلئے آئے تھے، شیر شاہ کو انہوں نے جنگ کا مشورہ دیا ہو۔ دیکھو جوہر ۳۳، ۳۵۔

قطب خاں کو ان کی خدمت میں دیا کہ وہ گجرات تلک ان کے ساتھ تھا اور مجھے اتنی دست قدرت تھی کہ اکثر ملک جونپور وغیرہ کے اپنے قبضے میں لاتا۔ لیکن پاس ادب سے خلاف حضور کا نکیا۔ اس واسطے کہ بڑا پادشاہ ہے جو مجھ سے باوجود اس دست رس کے سوائے حضور کی دولت خواہی کے کچھ وقوع میں نہ آئی تو مجھے خدمتگار خاص اپنا جانے گا اور میرے آزار کے درپے نہوگا اور جس وقت گجرات سے آئے اپنے لشکر کا سامان درست کر میری دولت خواہی کو کچھ خاطر میں نہ لائے اور نکالنے کی سعی کی لیکن میرا اقبال جو قوی تھا جو چاہتا تھا سو نکیا۔ بہتیرا میں نے عجز و انکسار کیا اور خدمتیں اپنی ظاہر کیں فایدہ نکیا۔ جب ظل سبحانی بنگالے کو گئے میں ان کے تفضلات سے ناامید ہوا اور ان کی بدنیّتی سے اندیشہ تھا، ضرورتاً میں نے اظہار مخالفت کا کیا اور ان کے امیروں کو مارا اور ملک ان کا سنبھل تلک تاراج کیا اور کسو مغل کو اس ملک میں نچھوڑا اور اب کس توقع پر ان کے ساتھ صلح کروں اور ظل سبحانی ضرورتاً کہ ان کے لشکر میں اسپ یراق اور کچھ سامان نہیں رہا اور ان کے بھائیوں نے بھی مخالفت ظاہر کی ہے اس واسطے صلح کرتے ہیں اور مجھے ہاڑی دیتے ہیں آخر کار اس صلح پر نرہیں گے۔ جس وقت آگرے میں جائیں گے بھائیوں سے دشمنی رفع کر کے بعد اس کے سامان لشکر کا درست کر میری اکھاڑ میں قصور نہ کریں گے۔ پیش از وقوع واقعہ تدبیر اس کی کیا چاہیئے جیسے کہ قول پیغمبر خدا علیہ السلام کا ہے کہ مومن بچھو کا ڈنک ایک سوراخ سے دو باری نہیں کھاتا۔ میں نے بارہا آزمایا ہے کہ لشکر پٹھانوں کا مغلوں کے لشکر پر دلیر و مردانا ہے پٹھانوں کے نفاق سے مغلوں نے ملک لیا تھا اگر مصلحت عزیزوں کی ہو تو صلح کو موقوف کر بخت آزمائی کروں۔ رہیلوں نے عرض کیا حضرت اعلیٰ کے یمن قدم کے سبب پٹھانوں کی قوم سے نفاق دور ہوا اور ہم سب خاک سے اٹھائے ہوئے حضرت اعلیٰ کے ہیں جاں نثاری اور مردانگی میں اپنے مقدور بھر قصور نکریں گے اور جو صلح کے موقوف کرنے کی خاطر اشراف

ے یعنی تباہی و بربادی

میں آئی ہے وہی بہتر ہے شیر خاں نے کہا میں نے صلح موقوف کر تکیہ پروردگار کے فضل پر کیا میں بادشاہ کے ساتھ لڑوں گا جیسے کہ خواجہ نظامی فرماتے ہیں۔ بیت۔

زمانہ جو عاجز نوازی کرے   تو اژدر سے چونٹی بھی بازی کرے

وقت رخصت کے پٹھانوں سے کہا کہ لڑائی کے سامان سے سوار ہو جہارت کے سبب سے اپنے دل میں اندیشہ رکھتا ہوں جب پہر رات باقی رہی مسلح ہو کر سوار ہوا۔ جب وہ ایک کوس بہار کی طرف گیا، بعد اس کے پٹھانوں کو بلا کر کہا کہ دو روز میں سوار ہو کر پھر آیا غرض میری یہ تھی کہ حضرت ہمایوں بادشاہ کو غافل کروں تا وے جانے کہ لشکر ہماری طرف نہیں آتا ہے اب پھرو اور بادشاہ کے لشکر کی طرف چلو، ننگ و ناموس افغانی ہاتھ سے ندو اور غنیم کے مارنے میں قصور نکرو یہی وقت ملک ہند کے لینے کا ہے رہیلوں نے عرض کی حضرت اعلیٰ کچھ خطرا خاطر اشرف میں نلاویں کہ یہ وقت یمن دولت روز افزا اور طالع ہمایوں حضرت اعلیٰ کا ہے پٹھانوں کے لشکر میں غبار نفاق کا باہم دیگر نہیں ہے، اور مغلوں کی تلوار سے کچھ خطرہ دل میں نہیں لاتے۔

چوسہ کی لڑائی جون ۱۵۳۹ء

فاتحہ پڑھ فوجوں کو آراستہ کر نہایت جلدی سے بادشاہ کے لشکر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب روہیلے نزدیک اردو کے پہنچے تب بادشاہ خبردار ہوئے کہ شیر خاں تیار ہو سارے لشکر سمیت لڑائی کے ارادے آیا ہے ظل سبحانی نے اپنے لشکر کو حکم کیا کہ نکلو اور پٹھانوں سے لڑو کہ میں بھی وضو کر کے آتا ہوں حضرت ہمایوں بادشاہ ایک شیر جری تھا کہ نہایت مردانگی اور دبدبے کے باعث میدان شجاعت کے شہسواروں سے گوئے دولت لے جایا تھا اور باگ تسخیر کی توسن پر چنگ ملک کے ڈالی تھی۔ کمند اختیار کی زمانے کی گردن میں اور تمام ملک ہند کا اپنے تصرف میں لایا تھا۔ غرور جوانی و تکبر اور بہتایت سے فوج کی اور حشم کی زیادتی سے کہ شجاعت و بہادری میں اپنے مانند نرکھتا تھا اور ہاتھی اس کے نیزہ و تیر کی دہشت سے

نہ ہل سکتا اور مغلوں کی آتش بازی کے ڈر سے دشمنوں کا زہرہ آب ہوتا تھا، شیر خاں کے لشکر کی جمعیت کہ رہیلوں سے تھی نظر میں نہ لایا اور جو کچھ لوازمہ لڑائی کا چاہیے خاطر میں نہ آیا اور بے سامانی کہ بنگالے کی آب ہوا سے لشکر ظفر اثر میں ہوئی تھی ملاحظہ نفرما کر اس خیال میں کہ ہر چند بلوئی موتی نہو پر گھی بلوتی ہے اور کلنگ اگرچہ ڈیل میں بڑا ہو باز کے چنگل میں پھنستا ہے" اور شیر خاں کے طرح طرح کے حیلہ و مکر و فریب کہ لڑائی میں منع نہیں جانتا تھا اور نشیب فراز لڑائی کے معلوم تھے اور سرد و گرم زمانے کا آزمایا تھا، ابھی مغل اردو معلیٰ کے باہر نہ نکلے تھے کہ پٹھان نخاس کے پاس پہنچے۔ جب انہوں نے مغلوں کی فوجیں ندیکھیں دڑانے لشکر میں گھسے، بل مارتے ہی مغلوں کی فوجوں کو شکست دی۔ ابھی پادشاہ نے وضو سے فراغت نہ کی تھی کہ خبر سنی، رہیلوں نے مغلوں کی فوج میں ایسا تفرقہ ڈالا ہے کہ جمع ہونا ممکن نہیں اور حریف جو لشکر میں آیا اتنی فرصت نہ ہوئی کہ اہل و عیال کو اپنے ساتھ لیجائیں پھر آگرے کی طرف مراجعت فرمائی کہ وہاں جا سامان لشکر کا درست کر دشمن سے سمجھوں گا اور

میں عباس احمد سروانی جو مولف تحفہ اکبر شاہی کا ہوں زبانی خاں اعظم مظفر خاں کہ نواسہ مسند عالی ہیبت خاں اور کوانسہ مسند عالی عمر خاں ککھور کا تھا سنا میں نے کہ کہتا تھا کہ میں شیر خاں کے پاس کھڑا تھا کہ بیگم اور جمیع حرم محترم ہمایوں پادشاہ کی بہت سی رنڈیوں کے ہمراہ لائے جس وقت شیر خاں نے ان کو دیکھا گھوڑے سے اتر کر بہت سی تعظیم و حرمت کی اور دوبارہ وضو کر، دوگانہ شکرانے کا حق سبحانہ تعالیٰ کی جناب میں ادا کیا اور ہاتھ مناجات کے واسطے اٹھا کر نہایت عجز و زاری سے کہا یا الہ العالمین بزرگی اور دست قدرت تجھے سزاوار ہے کہ اس میں زوال و نقصان کو راہ نہیں کہ ادنی بندہ فریب کو سرفراز کیا اور ہزیمت ہمایوں پادشاہ کے لشکر میں کہ وہم و خیال میں نہ آتی تھی
اور اس کے اہل و عیال کو میرا اسیر کیا بعد اس کے نقیبوں کو حکم کیا کہ لشکر میں پکار دو کہ کوئی ص ۱۲۷
آدمی مغلوں کے زن و فرزند کو اسیر نکرے، رات کی رات اپنے اپنے ڈیرے میں رکھیں اور

تڑکے ہی سب کو بیگم کے سراچوں پاس لاویں اور اس کے حکم کا دبدبہ پٹھانوں کے لشکر میں ایسا
خوب تھا کہ کسو کو مقدور نہ تھا کہ اس کا خلاف کرے بلکہ رات ہی کو مغلوں کے اہل و عیال
بیگم کے سراچوں کے پاس لائے اور بقدر ہر ایک کے خوراک مقرر کی۔ بعد کتنے ایک
روزوں کے بیگم کو رہتاس کی طرف حسین خاں سرک کے ساتھ روانہ کیا شیر خاں کے
اہل و عیال کو زاد و راحلہ دے۔ آگرے کی طرف رخصت کیا شیر خاں نے کہ خطاب اپنا
حضرت اعلیٰ مقرر کیا تھا جب فتح کے ستارے نے اس کے افق سعادت سے طلوع کیا، منشی
کو فرمایا پروانے فتح نامے کے ملکوں کی طرف جو ان کے تصرف میں تھے لکھو۔ مسند عالی
عیسیٰ خاں بیٹا مسند عالی عمر خاں کا کہ خطاب اس کا خان اعظم خاں تھا۔ سلطان بہلول کی
عہد میں بعد وصال ہوئے تاتار خاں یوسف کے لاہور اس کی جاگیر میں تھا۔ عرض کیا کہ
فتح نامے بطور فرمان کے لکھے جاویں شیر خاں نے فرمایا کہ تم کتنے ایک امرازادے ۰۴
سلطان بہلول اور سلطان سکندر کے ہو باعث ننگ و ناموس افغانی کے تم نے سرفراز کر میرا ساتھ
قبول کیا مجھے مناسب نہیں ہے کہ تمہیں فرمان لکھوں اور تخت پر بیٹھوں اور تم کھڑے رہو اور ملک
ملک کا جیتا گیا ہے۔ ابھی اکثر ملک اس کے تصرف میں ہے۔ مسند عالی عیسیٰ خاں سمجھا کہ شیر خاں
ارادہ تخت پر بیٹھنے کا رکھتا ہے، عرض کیا کہ سلطان بہلول اور سلطان سکندر اور ان کی اولاد قومیت
کی رعایت کے باعث تخت پر نہ بیٹھے۔ خلاف قاعدے پادشاہوں کے تھا۔ ہر چند جس کسی کو حق
سبحانہٗ تعالیٰ پادشاہت دیتا ہے ساری خلقت سے ممتاز و سرفراز کرتا ہے لیے چاہیئے کہ اگلے
پادشاہوں کے قاعدوں کے آداب مد نظر رکھے اور کسو شخص کو لایق نہیں ہے کہ اس کی تعلیم و توقیر
میں کمی کرے۔ کیومرث کے زمانے سے آج کے دن تلک یہی مقرر ہے کہ ملک میراث کسو کی نہیں
بہترین نعمت اور خوبترین بخشش گو وہ انسان کے واسطے بہتر سلطنت سے نہیں ہے اور آثار
سلطنت کے حضرت کی ذات خجستہ صفات میں کہ مجموعہ بزرگی و اخلاق ستودہ کے ہے روشن و
ظاہر ہیں بازوئے قوی کی مدد اور طالع خجستہ کی یاوری سے تو نے پادشاہ وقت کو ہزیمت دی

اور دشمن کے جیتے جانے سے تجھے کیا غم ہے کہ رایات نصرت آیات تیرے جس طرف کو متوجہ ہوتے ہیں، فتح و فیروزی دو اسپہ استقبال حضور عالی کا کرتی ہے اور دوسرے امرا، قوم کے جو پٹھان ہیں اُن سے کچھ ملاحظہ خاطر شریف میں نہ لائے۔ بعد سلطان ابراہیم کے حوادث زمانہ کے باعث جس شہر میں جاتے تھے اس ملک کے حاکم کے آگے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے اور جس راہ جاتے تھے اس شہر کے بازاری کہتے تھے کہ نامرد اپنی ولایت کو باعث مخالفت کے چھوڑ، ہماری ولایت میں آئے ہیں[1]۔ تیرے یمن قدم کی برکت سے جو متفرق ہوئے تھے جمع ہوئے اور آپس میں جو مخالفت رکھتے تھے موافق ہوئے۔ تیرے آگے کھڑا ہونا اپنا شرف جانیں گے، جو فرقہ کہ اپنے قوم سے پادشاہ نہیں رکھتا، پُتلا ہے کہ جان نہیں رکھتا۔ بعد اس کے اعظم ہمایوں سروانی نے عرض کیا کہ پشتین سے پادشاہ ہیں اور روزگار نے جامہ کشورستانی اور ملک گیری کا ان کے قد و بالا پر قطع کیا ہے اور ہر ایک طرح سے تیراندازی اور نیزہ بازی کے ماہر ہیں۔ آمد و رفت لڑائی کی ہر ایک نوع کا مکر و حیلہ کہ لڑائی میں مکروہ نہیں ہے، جانتے ہیں اور پٹھانوں کو نظر حقارت سے دیکھتے تھے اور لڑائی کے دن کچھ چیز نجانتے تھے۔ تیری حسن تدبیر اور دولت جہانگیری کے باعث مغل برباد ہوئے اور جس مقام میں ان سے لڑے انھے شکست ہوئی۔ بعد اس کے مغل لاف سپہ گریگا۔ پٹھانوں پر نکریں گے اور سب لوگ کہتے ہیں کہ مغل و پٹھان آپس میں حریف ہیں اور ملک حق تعالیٰ کی داد ہے جسے چاہے اسے دے اور اس نعمت کے شکر میں اگر تخت تیرا، امرا رہیلوں کے سر پر اٹھا دیں تو بھی شکر اس بخشش الٰہی کا ہزار سے ایک ادا نکر سکیں۔ میاں (ں) بتّن لودھی اور سب پٹھانوں کے سرداروں نے ایک دل و زبان عرض کیا۔ مسند عالی عیسیٰ خاں لکبور سروانی اور اعظم ہمایوں سروانی کی برابر رہیلوں کے لشکر میں کوئی نہیں ہے۔ جو کچھ انہوں نے عرض کیا عین صواب ہے اور اس میں ڈھیل کرنی مناسب نہیں۔

---

[1] اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مغلوں اور پٹھانوں میں مخالفت کس قدر بڑھ گئی تھی۔

شیر شاہ کا بادشاہ ہونا

شیر خاں نے خوش ہو کر کہا نام پادشاہت کا بڑا امر ہے اور مشکلات سے خالی نہیں جو سب عزیزوں کی رائے یہ ٹھہری ہے کہ میں پادشاہوں تو میں نے قبول کیا اور منجموں کو حکم کیا تخت پر بیٹھنے کے واسطے اچھی ساعت دیکھیں۔ تقویم کو جو دیکھا اچھی ساعت نکلی عرض کیا کہ دولت ازلی کے باعث یہ وقت ہاتھ آیا ہے اگر اس ساعت تخت پر جلوس فرماؤ تو ہرگز کسر و شکستگی لشکر ظفر اثر میں نہ ہووے گی۔ ستارے فخر کریں ہوں جو ایسے طالع نیک اور اچھی گھڑی ہو ایسی کہ تقویم کو موجب سے شرف تب تخت پر جلوس فرمایا اور چتر سر پر پھروایا اور نام اپنا شیر شاہ رکھا۔ سکہ و خطبہ اپنے نام کا مقرر کیا اور لقب اپنا شاہ عالم کیا۔ مسند عالی عیسیٰ خاں لکھور سروانی کو فرمایا کہ تو حضرت شیخ ملہی قتال[ل] کی اولاد میں ہے اور سبب سکہ و خطبہ کا تو ہوا ہوا ہے فرمان فتحنامے کا ایک تو اپنے ہاتھ سے لکھ اور باقی فرمان منشی لکھے گا۔ پھر ایک فرمان دستخط خاص سے مسند عالی عیسیٰ خاں نے لکھا اور باقی منشی نے ساتھ روز تلک نقارے خوشی و شادمانی کے باجا کئے اور فوج رہیلوں کی ہر ایک خیل سے آتی تھی اور جیسے رسم پٹھانوں کی ہے ناچتے تھے اور گانے والوں کو انعام دیتے تھے اور خدمتگار شیر خاں کے زعفران و مشک گلاب میں پسا ہوا اور جوانان رقاص کے سر پر ڈالتے تھے اور کھانے لذیذ کہ بہشت بریں کے سے تھے اور شربت خوشگوار کہ حلاوت اس کی شراب طہور کے برابر بھی دیتے تھے۔

ہمایوں کا تعاقب۔ شیر شاہ مغلیہ سلطنت کے علاقوں پر قبضہ کرتا ہے

جس مکان میں کہ فتحنامہ اس کا پہنچتا تھا بطور تذکرہ کے یہ بھی ذکر کرتے تھے اور آپ

[ل] شیخ ملہی قتال

تعاقب حضرت ہمایوں پادشاہ کا کہ قنوج سے لے کالپی تلک ملک اپنے تصرف میں لایا اور ۲
خواص خاں کو جہارت زمیندار پر جو چڑھ رہے کا تھا تعین کیا تا اسے برباد کر لے اور جہانگیر
قلی بیگ کو چھ ہزار سوار کے ساتھ بنگالے میں قتل کیا اور بڑے بڑے سردار ہندوستان کے
جو ہمایوں پادشاہ کے لشکر کے ساتھ تھے انھے رخصت کیا اور شیخ خلیل کو رکھا اور اسے بھی
اپنے خاص مصاحبوں اور مشیروں سے کیا اور مسند عالی عیسیٰ خاں کلبور سروانی کو مندو اور گجرات
کی طرف بھیجا۔ اس نواح کے حاکموں کو لکھا کہ میں اپنے ایک فرزند کو اس طرف کو بھیجوں گا جس وقت
ہمایوں پادشا قنوج کی طرف متوجہ ہووے میرے فرزند کے ساتھ ہو کر دہلی اور آگرے کے ملک
کو لوٹو اور مارو اور ان دنوں میں مندو اور اجین اور سارنگ پور کے ملک میں ملو خاں کے نام
اپنا قادر شاہ رکھا تھا اور دعویٰ سلطنت کا کرتا تھا اور رائے سین چندیری میں اور پورن مل
کہ اپنے بھتیجے راجہ پرتاب جو بیٹا بھوپت شاہ اور پوتا صلاح الدین کا تھا اس کی طرف سے نیابتاً
حکومت کرتا تھا اور راجہ لڑکا تھا ستوانیس میں سکندر خاں میانا اور میرا اور بجاگڑھ میں
راجہ بھوپال تھا اور ملک مندو کے حاکموں نے جواب میں لکھا کہ جب فرزند حضرت اعلیٰ کا اس طرف
کو آوے گا اس کی حمایت اور خدمتگاری میں قصور نکریں گے۔ لیکن ملو خاں نے اپنے خط کے ۲۲۵
سرنامے پر مہر کی۔ جب خط اس کا شیر خاں کے پاس پہنچا۔ مہر سرنامے سے پھاڑ کر اپنی پگڑی میں رکھی۔
جب مسند عالی عیسیٰ خاں گجرات میں گیا ان دنوں میں سلطان محمود لڑکا تھا۔ اور دریا خاں وزیر
نے اپنی عرضی میں لکھا کہ پادشاہ ہمارا لڑکا ہے اور امرا باہم دیگر مخالفت رکھتے ہیں اور
جو لشکر گجرات اور مندو میں تھا سب کو اپنے ساتھ لایا۔ مسند عالی عیسیٰ خاں نے عرض کیا
کہ جو جس جاگہ حادثے رہیلوں کو مغلوں سے پہنچے اس کا باعث یہ تھا۔ حضرت ہمایوں پادشاہ جو
گجرات سے آئے یہی باعث ہو کر اس طرف کو لایا اور اگر حضرت ہمایوں پادشاہ اس کے کہنے پر
عمل کرتے تو تیری بیخ بنیاد ملک سے اکھاڑ ڈالتے۔ لیکن اقبال تیرا قوی تھا کہ پادشاہ نے موافق
اس کی رائے کے کام نہ کیا اور اسے ضرور قتل کیا چاہیئے کہ اس کا رکھنا خوب نہیں۔ شیر خاں

نے کہا میں جس پٹھان سے پوچھتا تھا وہ یہی کہتا تھا کہ پٹھانوں میں بڑا سردار ہے نہ مارا چاہیئے اور رائے یہی تھی کہ جو مسند عالی عیسیٰ خاں نے کہا اور بموجب حکم کے خانخانان یوسف خیل کو جو قید میں تھا اور روزینہ اس کا آدسیر جو تھے اسے مارا۔ جب شیر خاں نے سنا کہ حضرت ہمایوں پادشاہ نے قنوج کی طرف کوچ فرمایا اپنے بیٹے قطب خاں کو مندو کے ملک میں رخصت کیا کہ ملک مندو کے حاکموں کو اپنے ساتھ لے کر آگرے اور دہلی کے گرد و نواح ہنگامہ برپا کریں اور ملک کو لوٹیں اور ویران کریں۔

ہمایوں اور شیر شاہ کی دوسری جنگ ۱۵۴۰ء

حضرت ہمایوں پادشاہ نے سنا کہ شیر خاں نے اپنے بیٹے کو چندیری کی طرف بھیجا اور ارادہ یہ رکھتا ہے کہ دلی اور آگرے میں فساد برپا کرے تب اپنے دو بھائی میرزا عسکری اور مرزا ہندال کو چندیری کی طرف رخصت فرمایا۔ جب ملک مالوہ کے حاکموں نے سنا کہ مرزا عسکری اور مرزا ہندال اس طرف کو آتے ہیں قطب خاں کی کمک نکی اور قطب چندیری سے چھنہرے کے شہر کی طرف آیا اور چھنہرے کے شہر میں مغلوں کی فوجوں سے لڑائی ہوئی اور قطب خاں مارا پڑا، اور مرزا عسکری و مرزا ہندال فتح کر، حضور میں پادشاہ کے آئے جب شیر خاں نے سنا کہ مندو کے حاکموں نے میرے بیٹے کے ساتھ موافقت نکی اور مارا گیا۔ غم و غصے سے بہت سا اندوہ گیں ہوا اور ظاہر میں کچھ اپنے حال کو تغیر نکیا لیکن مندو کے حاکموں سے اپنے دل میں مخفی کینہ رکھا اور اس فتح سے مغل مغرور ہوئے جس وقت ظل سبحانی جنت آشیانی قنوج میں آئے شیر خاں بھی گنگا کنارے کر مقابل اترا، اس عرصہ میں خبر آئی کہ خواص خاں نے مہارت زمیندار کو قتل کیا اور رہیلوں کے لشکر میں خوشی ہوئی اور شیر خاں نے خواص خاں کو لکھا کہ اپنے تئیں مجھ تلک جلد پہنچا کہ ہندوستان اور خراسان کے پادشاہ نے تیرے آنے پر لڑائی موقوف رکھی ہے اور تیری راہ دیکھتے ہیں جب شیر خاں نے معلوم کیا کہ خواص خاں نزدیک پہنچا اپنے وکیل کو ہمایوں پادشاہ کے پاس بھیجا اور عرض

کیا کہ کب تلک رو برو پڑا رہوں، اختیار پادشاہ کے ہاتھ ہے، اگر گنگا کا گذارا پادشاہ چھوڑ دیں تو میں گنگا کے پار ہو اس طرف آکر لڑوں یا میں گذارا گنگا کا چھوڑوں، حضرت اس طرف آکر لڑیں۔ ظل سبحانی کی نظر میں شیر خاں نٹھرتا تھا اس کے وکیل کو کہا کہ اسے کہہ کہ گذارا چھوڑ دے، میں پار ہو کر لڑوں گا جب شیر خاں کے وکیل نے جو کچھ پادشاہ نے فرمایا تھا، وہ شیر خاں سے کہا تب شیر خاں کئی کوس پیچھے کو ہٹ گیا۔ پھر موافق حکم قبلۂ عالم کے پل تیار ہوا اور لوگ اترنے لگے جس وقت آدھا لشکر پادشاہ کا اترا، حمید خاں کاگڑ کہ مشیروں سے شیر خاں کے تھا اس نے عرض کیا کہ ابھی سارا لشکر مغل کا نہیں اترا مارا چاہیے شیر خاں نے کہا اس سے آگے میرے تئیں دست قدرت نتھی اور ہر ایک طرح کا مکر و حیلہ لڑائی میں کرتا تھا اور ان دنوں میں برکت سے لطف قادر قیوم کی لشکر میرا پادشاہ کے لشکر سے کم نہیں ہے آپکی مخالفت اور کم طالعی کے باعث رہیلے مغلوب تھے اور میرے اقبال و دولت کے سبب پٹھان جس مکان پر مغلوں سے لڑے غالب آئے۔ اس قدرت پر میں عہد شکنی نکروں گا۔ جس وقت کہ ٹھیک دوپہر ہوگی صفیں آراستہ کر بے مکر و حیلے کے لڑوں گا اور جو ارادہ حق تعالیٰ کا ہو گا وہ ظہور میں آئے گا۔ شیر خاں کو معلوم ہوا کہ سارا لشکر ہمایوں پادشاہ کا گنگا سے اترا شیر خاں پھر کر آیا اور روبرو ہمایوں پادشاہ کے موافق اپنے قاعدے کے سنگر باندھتا ہوا نزدیک پہنچا بعد کئی ایک دنوں کے خواص خاں بھی آیا اور جس روز لشکر میں شیر خاں کے داخل ہوا اسی روز سوار ہو رسد جو ہمایوں پادشاہ کے لشکر میں آتی تھی اسے گھیر کر تین سو خچر اور اونٹ اور بہت سے ہاتھی شیر خاں کے لشکر میں لایا۔ دسویں تاریخ محرم الحرام کی نو سو سینتالیس[1] سن میں دونوں لشکروں کی طرف سے فوجیں نکل نکل آراستہ ہوئیں۔ پر شیر خاں نے اپنی فوجیں اس طرح آراستہ کیں کہ قلب گاہ میں آپ اور ہیبت خاں نیازی کہ جسے سن نو سو پچاس میں خطاب اعظم خاں ہمایوں

---

[1] یعنی ۱۷ مئی ۱۵۴۰ء

کا ہوا تھا اور مسند عالی اعظم ہمایوں سروانی اور مسند عالی عیسٰی خاں سروانی گکھور اور قطب خاں لودھی اور حاجی خاں اور بلند خاں اور سرمست خاں اور سیف خاں سروانی اور یحیٰی خاں سروانی وغیرہ تھے اور میمنے میں جلال خاں بیٹا شیر خاں کا کہ بعد اس کے وہ شیر خاں کا قائم مقام ہوا اور نام اپنا اسلام شاہ رکھا اور جلال خاں بیٹا جلو کا اور سوائے اس کے اور میسرے میں عادل خاں بیٹا شیر خاں کا اور قطب خاں بنت اور رائے حسین جلوانی وغیرہ جب شیر خاں اپنی فوجوں کو آراستہ کر چکا تب پٹھانوں سے کہا میں نے بڑی تلاش سے تمھیں اکٹھا کیا ہے اور اپنے مقدور بھر تمہاری ترتیب میں قصور نہیں کیا اور آج کے دن کے واسطے تمہیں رکھا تھا آج ہی کا دن امتحان کا ہے تم سے جو کوئی آج میدان میں جوانمردی اور شجاعت سے غالب آوے مرتبہ اس کا اپنے نزدیکیوں سے زیادہ کروں گا۔

ابیات

زرہ، خود، گھوڑا میں دونگا اسے — کروں مرتبے میں فلک سے پرے

کیا حکم بذل و کرم اس قدر — ہوے سیر اہل طمع سربسر

اور کوشش کرو کہ کارزار کا وقت ہے۔ سب رہیلے ایک دل و ایک زبان رہیں۔ اتفاق سپاہ کا آغاز کے کام میں باعث فتح و فیروزی کا ہے اور یقین ہے کہ اگر پٹھان کی قوم میں نزاع و خصومت نہ ہو تو کوئی شخص برابر افغان کی شمشیر زنی میں نہ ہو لیکن عزیزوں سے التماس یہ رکھتا ہوں کہ حسد و خصومت اور اختلاف آپ کا موقوف کریں سلطان بہلول کے عصر میں رہیلے جو آپس میں اخلاص و اتفاق رکھتے تھے سب سے مغلوب تھے، غالب ہوئے اور سلطان ابراہیم کے زمانے میں باعث حسد و بغض اور اختلاف کے غالب تھے مغلوب ہوئے تم نے دیکھا جو کچھ پیش آیا۔ **بیت**

سپہ کو جو فیروزمندی ہوئی — تو یک جہتی سے سربلندی ہوئی

پس ملک کے طالب کو چاہیئے کہ نوک تیز اس کے نیزے کی مانند چور کے جوہر جاں کے

واسطے دشمن کے خزانہ سینے میں سرنگ کرے اور شمشیر زہر آلودہ اس کی مثل برانیگان عیار پیشہ کے گوہر روح کے ارادے سے سرد رج بدن سے دشمن کے اتارے اور پادشاہ کو سپاہ بیدل سے دولت عالم گیری میسر نہیں ہوتی۔ معلوم عزیزوں کو ہووے کہ میں عزم بالجزم رکھتا ہوں کہ اس میدان سے لڑائی کے اس وقت جیتا نکلوں کہ شکل فتح کی فیروزی کے کنارے سے نکلے، والا نہ سر میرا دشمن کے گھوڑے کے سُم کے نیچے تڑپے۔

بیت

یا فلک پر رکھوں میں اپنے قدم   یا گروں خاک پر میں ہوں بیدم

اس باعث سے کہ برکت لطف حق تعالیٰ کے سے پادشاہ ہندوستان و خراسان کو میں نے ہزیمت دی اور اگر میدان سے جیتا آیا میں تو پھر اس طرح کا وقت ہاتھ نہ آوے گا۔

قطعہ

نخشبی وقت کو غنیمت جان   گو ہر وقت پھر نہ ہاتھ لگے

ہاتھ سے جو کسی کے جاوے وقت   ہاتھ پھر آوے یا نہیں آوے

اور یقین سب کسو کو ہے کہ ایک بار شربت مرگ چکھنا ہے اور بوجھ وصال وفنا کا اٹھانا ہے اگر ایک امر عظیم میں تلف ہوں تو خوب ہے نہ چھوٹے کام میں ضائع ہوں۔

ابیات

مروں نیکنامی سے تو ہے بھلا   مجھے نام منظور ہے تن فنا

حصول جہاں نام نیک ہے بھلا   رہے نامور اس سے بہتر ہے کیا

غرض میرے کہنے کی یہ ہے تا سب عزیز نہ ڈریں اور رنج و تعب کے اٹھانے قایم رہیں اور اپنے دلوں میں ایسا کچھ ٹھہرا دیں کہ مغل کے لشکر پر غالب آویں یا مارے جائیں اور شکست کو اپنے نزدیک راہ نہ دیں۔ **شعر**

عدو کے مقابل یوں ہیجا میں رہ   کہ یا مردے یا لے تو تخت وکلہ

...اور ملازموں کو اس سے زیادہ باعث خجالت، بدنامی کا نہیں ہے کہ آقا مارا جاوے سپاہ اور نوکر چاکر جیتے آویں عرض میری و رعلا نے یہ ہے کہ لڑائی میں ثابت قدم رہیں کہ ملک ہند کے ہاتھ آنے کا وقت یہی ہے اور مغل کے ہاتھ سے اپنے اہل وعیال کو محفوظ رکھنا اور میں بوڑھا ہوا ہوں اور بہزار تردد سے ایک مدت بعید میں لشکر رہیلوں کا میں نے جمع کیا ہے۔ عیاذاً باللہ اگر لشکر میں پٹھانوں کے شکست ہوئی تو پھر جمع ہونا مشکل ہے۔

ابیات

جو لشکر پراگندہ ہو جنگ سے　　　تو مشکل سے پھر جمع وہ ہو سکے
گرے ہی ہوا سے شگوفہ اگر　　　دوبارا نہو جمع پھر شاخ پر

رہیلوں نے عرض کیا حضرت اعلیٰ نے نہایت درجہ تربیت وشفقت ہمارے حال پر فرمائی، اب وقت ہماری خدمت وجاں نثاری کا ہے۔ شیر خاں نے اپنے امیروں کو رخصت کیا کہ اپنی فوجوں میں کھڑے رہیں میں آپ آکر جو جو ترتیب کہ ٹھراؤں گا اس طرح سے روانہ ہونا۔ جب امرا شیر خاں کے اپنی فوجوں میں جاکر کھڑے ہوئے تب آپ آکر فوجوں کو آراستہ کیا۔

ابیات

سپہ ہند کی ایسی تیبار کی　　　کہ چشم آز کی سبز جس سے ہوئی
رواں یوں ہوا وہ سوئے رزمگاہ　　　کہ اس طرح سے کوئی آیا نہ شاہ

ہمایوں پادشاہ کے ہراول کو خواص خاں نے شکست دی اور شیر خاں کے میمنہ میں جو اس کا بیٹا جلال خاں تھا اس کی شکست ہوئی۔ مگر تین شخص نے میدان نچھوڑا جلال خاں بیٹا شیر خاں کا اور میاں ایوب گھور سروانی اور غازی محلی۔ جب شیر خاں نے دیکھا کہ میرے دست راست کو شکست ہوئی چاہا کہ آپ ان کی مدد کو جاوے قطب خاں شاہو خیل لودی نے عرض کیا کہ حضرت اعلیٰ اس طرف کو نجاویں نہیں تو لوگ جانیں گے کہ شکست

ہوئی بہتر یہ ہے کہ تم درمیان ہو کر چلو۔ جب شیر خاں درمیان ہو کر چلا مغل کی فوج نے جو دست راست میں شکست دی تھی انہوں نے شیر خاں کی طرف اگر شکست پائی اور حضرت ہمایوں پادشاہ کے لشکر میں آئے اور شیر خاں کی بائیں طرف عادل خاں جو اس کا بیٹا اور قطب خاں بنیت تھا، فوج جو مغل کی اس کے روبرو تھی وہ بھی شکست پا کر حضرت ہمایوں کے لشکر میں داخل ہوئی اور شیر خاں کی داہنی طرف کے لوگ جو شکست پا کر پھرے تھے ان پٹھانوں نے حضرت ہمایوں پادشاہ کو گھیر لیا شیر خاں کے بیٹوں اور پٹھانوں کے امیروں نے مردانگی کی خصوصاً ہیبت خاں نیازی اور خواص خاں نے تیغ آبدار اور سنانِ جاں ستاں سے لڑائی مغلوں کی اٹھائی اور نڈر ان کی فوج میں گھس آئے اور ان کے لشکر کو پراگندہ کر دیا۔

بیت

جو اشخاص ہاتھی سے کرتے تھے زور — پڑے پیلہ ساں ہیں تہ پائے مور

لیکن پادشاہ نے اپنی ذات سے لڑائی کی جاگہ پاؤں استقامت و وقار کا کوہ کی مانند استوار کیا تھا اور اس قدر دلاوری و جوانمردی ظہور میں آئی کہ حدِ امکان بشر سے باہر تھی۔ جناب باری نے جو روز ازل میں چاہا تھا کہ اس پادشاہ کے سایۂ دولت میں خلایق اس کی خوشحال و خرم رہے گی اور اس سے ایسے فرزند ارجمند ہوں گے کہ ہر ایک عالم گیر و بے نظیر زیادہ فریدوں و سکندر سے ملک داری اور تدبیر میں ہوں گے اور عالم کو عدالت و سخاوت اور بخشش و اکرام سے آباد رکھیں گے اور بعد کتنے برسوں کے پادشاہت ہندوستان کے ملک کی پھر اسے ہوگی اور اس کی حفظ جان کے لئے یعنے حضرت پادشاہ کی چشم جہاں بین سے پردہ اٹھا دیا تا وے اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ مردان غیب کہ ان کے سپاہیوں کو جو رستم و اسفندیار سے لڑائی کے وقت میں تھے مارتے تھے ان کے گھوڑوں سے پھرتے تھے اس مشاہدے کے بعد اطاعت حکم الٰہی کی مردان غیب سے لڑائی موقوف کی پھر باگ ارادے کی آگرے کے قلعے کی طرف پھری اور کچھ آسیب

اس کی ذات خجستہ صفات کو نہ پہنچا' صحت و سلامتی کے ساتھ اس ورطہ خوں خوار سے نکل' دارالخلافہ آگرے میں رونق افزا ہوئے بھائیوں کی دشمنی اور نزاع کا سبب تھا کہ یہ حادثہ پیش آیا ورنہ شیر خاں کی کیا مجال تھی کہ اس شیر دلیر سے برابری کر سکتا۔

ابیات

گر نہ دو دن طور پر میرے ہوا گردوں کا دور ایک و تیرے پر نہیں ہے کار دوراں غم نہ کھا
گر بہار عمر ہے تو پھر چمن کے تخت پر تاج گل رکھے گا سر پر مرغ خوشخواں غم نہ کھا

جب شیر خاں کے ظفر کا آفتاب سعادت کے مطلع سے نکلا تب یہ بیت پڑھی۔

بیت

شکر خدا کہ شام امید زمانے کی مطلع سے عزو قدر کے صبح طرب ہوئی

دیگر فتوحات

جب مغل کی لڑائی سے خاطر جمع ہوئی شجاعت خاں کی طرف کہ جسے ملک بہار اور رہتاس کا فوجدار کیا تھا لکھا کہ اگر گوالیر کے قلعے کو محاصرہ کر اور خط کے لے جانے والے کو فرمایا کہ بیٹا شجاعت خاں کا محمد خاں جس کا نام تھا مارا پڑا ہے۔ رہتاس کے پہنچنے سے تو آگے خبر نہ کیجو شاید وہ اپنے بیٹے کے مرنے کی خبر سن کر پہنچنے میں ڈھیل اور سستی کرے، جس وقت فرمان عالی شان شیر خاں کا پہنچا' شجاعت خاں نے بے درنگ و بلا توقف آکر قلعہ گوالیر کو محاصرہ کیا۔ شیر خاں نے قنوج سے میر فرید کور کو بہت سی جمعیت سے رخصت کیا کہ آگے جاوے لیکن پادشاہ سے لڑائی نہ کرے اور نصیر خاں کو سرکار سنبھل کی طرف تعین کیا اور تھوڑے دنوں میں بندوبست اس ملک کا کر آگرے کو متوجہ ہوا۔

ہمایوں کا تعاقب

جب ظل سبحانی آگرے میں آئے میر سید رفیع الدین سے فرمایا[1] کہ میرے لشکر کو پچھانوں

---

[1] ہمایوں، آگرہ میں آکر سید رفیع الدین ہی کے مکان پر مقیم ہوا تھا۔

نے شکست نہیں دی بلکہ میں دیکھتا تھا کہ مردانِ غیب مارتے تھے اور منہ ہمارے لشکر کے گھوڑوں کے پھرتے تھے اور جس وقت سرہند میں آئے مجد الدین سرہندی سے بھی اسی طرح فرمایا جب شیر خاں آگرے کے پاس پہنچا پادشاہ آگرے میں نہ رہ سکے اور لاہور کو متوجہ ہوئے شیر خاں کو یہ بات خوش نہ آئی بر مزید کور کو بہت سی ملامت کی۔ جب شیر خاں آگرے میں پہنچا کتنے روزوں وہاں رہا۔ خواص خاں اور فرید کور اور پٹھانوں سے بہت سے لوگ پادشاہ کے تعاقب کو طرف لاہور کے روانہ کئے جس وقت دلی میں آیا سنبھل کے سردار و رعیت نے آکر فریاد کی کہ نصیر خاں ہر ایک طرح کا ظلم و تعدی کرتا ہے۔ شیر خاں نے قطب خاں نیت سے فرمایا کہ ایک ایسا شخص بہم پہنچا کر صاحب شجاعت و عدالت ہو، میں اسے ملک سنبھل کا دوں۔ سرکار سنبھل میں حرام خور اور سرکش بہت سے ہیں وہ ان کا بندوبست کرے۔ قطب خاں نے عرض کیا کہ ان وصفوں سے مسند عالی عیسیٰ خاں لکھور کے سوا تمہارے لشکر میں کوئی پٹھان میں نہیں۔ شیر خاں نے کہا سچ کہتا ہے "تو" آپ جا کر مسند عالی عیسیٰ خاں سے کہہ اگر وہ قبول کرے تو اسے مقرر کروں۔ قطب خاں نے آکر مسند عالی سے عرض کیا کہ تمہارے اعتماد پر شیر خاں سے ایک بات کہہ کر آیا ہوں، اگر تم قبول کرو تو میری بات رہے۔ اس نے قطب خاں سے کہا "فرماؤ" وہ کیا ہے، اس نے کہا بعد قبول کرنے کے التماس کروں گا جو نزاع کچھ ایسی آپسمیں تھی مسند عالی عیسیٰ خاں نے بات قطب خاں کی مانی۔ بعد اس کے اس نے عرض کیا کہ حکومت سرکار سنبھل کی قبول کیا چاہیئے کہ میں دولتخواہ تمہارا ہوں اور شیر خاں کا باپ اور میرا باپ تمہارے دادا کا جو مسند عالی عمر خاں تھا نوکر تھے تو اس واسطے تمہارا حق نمک ادا کرتا ہوں۔ مسند عالی عیسیٰ خاں لکھور نے حکومت سرکار سنبھل کی اختیار کی اور شیر خاں نے پرگنہ کانت کا اور کولہ اس کے اہل وعیال کے واسطے دیا اور فرمایا کہ پانچ ہزار سوار رکھو اور نصیر خاں بھی تمہاری خدمت میں رہے جس وقت شیر خاں نے مسند عالی عیسیٰ خاں لکھور کو سرکار سنبھل کی طرف رخصت کر، فرمایا کہ دہلی سے لکھنؤ تلک میری خاطر جمع ہوئی۔

بیرم خان کی گرفتاری اور رہائی

جب مسند عالی سنبھل میں آیا بیرم بیگ مہر بردار حضرت ہمایوں پادشاہ کا کہ عصر میں دولت جلال الدین محمد اکبر پادشاہ کے خانخانان ہوا۔ نصیر خان نے اسے پکڑا تھا اور اس شہر میں بیرم بیگ کے آنے کا سبب یہ ہوا کہ جس وقت لشکر ہمایوں پادشاہ کا متفرق ہوا، بیرم بیگ، میاں عبدالوہاب جو بیٹا میاں عزیز اللہ کا اور وہاں کے عقلا اور اکابروں سے تھا یہ اس سے ربط محبت خصوصیت کا رکھتا تھا اس سبب سے سنبھل میں آیا۔ میاں عبدالوہاب، نصیر خاں کے ڈر کے مارے بیرم بیگ کو شہر سنبھل میں نہ رکھ سکا۔ لکھنؤ کا راجہ جو متر سین نام تھا اسے سونپ کر کہا کہ کتنے روز دن تمہارے شہر سے کہ جنگل نزدیک ہے، اسے رکھو، جو میاں عبدالوہاب اکابر شہر سنبھل سے تھا۔ راجۂ مذکور نے بیرم بیگ کو اپنے گھر میں رکھا تھا۔ نصیر خاں کو خبر ہوئی کہ بیرم بیگ، متر سین کے گھر میں ہے نصیر خاں نے راجہ مزبور سے کہا کہ بیرم بیگ کو لایا چاہیئے۔ اس نے شیر خاں کے ڈر سے حوالے کیا ــــ نصیر خاں نے اس کے قتل کا ارادہ کیا۔ میاں عبدالوہاب کہ قدیم آشنا سلطان سکندر کے عہد سے مسند عالی عیسیٰ خاں کا تھا اس سے آکر عرض کیا کہ بیرم بیگ کو نصیر خاں ظالم کے ہاتھ سے کہ ارادہ اس کے مارنے کا رکھتا ہے چھڑاؤ۔ مسند عالی عیسیٰ خاں نے بیرم بیگ کو نصیر خاں سے چھڑا اپنے گھر میں لا کر کتنے روز دن رکھا اور خوراک مقرر کی پھر راجہ متر سین کو ضامن لیا کہ جس وقت میں شیر خاں کی خدمت میں جاؤں گا اسے اپنے ساتھ لے جاؤنگا جب مسند عالی عیسیٰ خاں گکھور مندو اور اجین کی مہم میں شیر خاں کے پاس گیا۔ بیرم بیگ کو اپنے ساتھ لے گیا اور اجین کے شہر میں بیرم بیگ کو شیر خاں کے حضور لے گیا۔ شیر خاں نے بطور غصّے کے پوچھا کہ اتنی مدت تلک کہاں تھا۔ پٹھانوں کی قوم میں یہ بات مقرر ہوئی ہے کہ جو گنہ گار شیخ بلہی کے خاندان کی پناہ لے، گناہ اس کا بخشیں۔ میں نے بھی بیرم بیگ کو

بخشا۔ اٹھنے کے وقت جب شیر خاں پاس پہنچا مسند عالی نے عرض کیا کہ جان اس کی ملہی قتال کے واسطے بخشی ہیں اس کو اپنے ساتھ لایا ہوں میری خاطر سے گھوڑا اور خلعت دے اور حکم کر، محمد قاسم جو گوالیر سے اتر کر آیا ہے اس کے پاس ڈیرہ کرلے۔ شیر خاں نے حکم کیا کہ محمد قاسم کے ڈیرے کے پاس اتروائو اور جب شیر خاں نے اجین سے کوچ کیا، بیرم بیگ اور محمد قاسم دونوں گجرات کی طرف بھاگے۔ محمد قاسم راہ میں مارا پڑا[1] اور بیرم خاں گجرات میں پہنچا۔ شیخ گدائی جو گجرات میں تھا اس نے بہت سی خدمت کی اور وہ گجرات سے ہمایوں پادشاہ کی ملازمت میں حاضر ہوا۔ بعد وصل جنت آشیانی ہمایوں پادشاہ کے جب بیرم بیگ کو خانخانان کا خطاب ہوا، شیخ گدائی اور میاں عبدالوہاب اور راجہ منترسین کے ساتھ ایسا سلوک واحسان کیا کہ زیادہ اس قیاس میں نہیں آتا۔

مسند عالی عیسیٰ خاں

مسند عالی عیسیٰ خان جیتا تھا کہ عمر اس کی نوے برس کی ہوئی تھی اور بعضے لوگوں نے مسند عالی سے عرض کیا، خانخانان کے پاس جایا چاہیئے۔ اس نے

---

[1] بیرم خان کی جان اس کے دوست ابوالقاسم نے اپنی جان قربان کر کے اسی موقع پر بچائی تھی۔ ابوالقاسم گوالیار کا حاکم تھا۔ بیرم خان بھاگ کر آیا تو اس سے ملاقات ہوئی دونوں نے گجرات کا راستہ لیا۔ راہ میں شیر شاہ کے ایک سردار نے دونوں کو دیکھا اور ابوالقاسم کو بیرم خان سمجھ کر گرفتار کرنے لگا۔ بیرم خاں نے کہا کہ وہ بیرم خاں نہیں، میں ہوں۔ جب سپاہی اس کو گرفتار کرنے لگے تو ابوالقاسم نے کہا کہ یہ میرا غلام ہے اور میری جان بچانے کے لئے خود کو بیرم خان بتلا رہا ہے۔ ابوالقاسم بہت وجیہہ شخص تھا، چنانچہ اسی کو ان لوگوں نے گرفتار کر لیا اور شیر شاہ کے پاس لے گیا۔ شیر شاہ کے حکم سے ابوالقاسم کو قتل کر دیا گیا۔ خلوص اور جاں نثاری کی ایسی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔

کہا طمع دنیوی کے لئے مغل کے پاس نجاؤں گا اور مسند عالی عمر خان کے بیٹوں کی یہ راہ و رسم نہیں ہے کہ اپنے احسان کا بدلا چاہیں۔ میں نے مولانا محمد نیوری اور عبد المومن جو اس کا داماد تھا وے دونو بہت مقرب و مصاحب خانخانان تھے تھے ان کی زبانی سنا ہے کہ وے میرے روبرو کہتے تھے کہ خانخانان سے ہم نے پوچھا تھا کہ مسند عالی عیسیٰ خاں لکھور نے کچھ احسان تم پر کیا تھا۔ اس نے کہا یہ جان بخشی ہوئی۔ مسند عالی کی ہے اگر وہ تشریف لائے اور بندے کو سرفراز کرے زیادہ شیر خاں سے سلوک نکروں گا تو سنبھل البتہ اسے دوں گا۔ میں جو عباس خان مولف تحفہ اکبر شاہی کا ہوں میں اور مسند عالی عیسیٰ خان لکھور ایک قوم اور قبیلے سے ہیں اور حقیقی بھتیجی اس کی جو مسند عالی عیسیٰ خان کہ مظفر خان نام رکھتا تھا فقیر کی منکوحہ ہے اور میں نے بیشتر احوال جو پٹھانوں کا لکھا خان اعظم خان سے سنا تھا اور ہند میں آبا و اجداد ان کے بڑے بڑے امیر تھے اور بخشش و احسان میں بے نظیر۔ مسند عالی ہیبت خاں کو جو باپ مسند عالی عیسیٰ خاں سلطان محمود جو پادشاہ مندو کا تھا اس کے پاس گیا اور اس کا مشیر و مصاحب ہوا۔

جب سلطان محمود سے رخصت ہوا، سلطان مظفر جو پادشاہ گجرات کا تھا اس کے پاس سے اس کا مشیر و مصاحب ہوا، جب پادشاہ نے قلعہ مندو کا کفار سے لیا سلطان محمود پادشاہ مندو نے مسند عالی سے کہا کہ سلطان مظفر کی جناب میں جاکر عرض کر، مندو کا قلعہ جو فتح ہوا ہے اسے ملاحظہ فرمایا چاہیئے کہ خوب سیر کی جاگہہ ہے۔ سلطان مظفر نے فرمایا کہ قلعہ مندو سلطان محمود کو مبارک ہو کہ وہ صاحب قلعہ ہے، میں اس کی مدد کو للہ آیا تھا جمعے کے دن وہاں جاکر خطبہ اس کے نام کا پڑھ کر مراجعت کروں گا اور یہ مژدہ مسند عالی عیسیٰ خاں نے سلطان محمود پادشاہ مندو کو سنایا اور جب سلطان ابراہیم کے پاس گجرات سے آیا، اس کا مشیر و

مصاحب ہوا اور سلطان ابراہیم نے شہر دہلی کا مسند عالی کو سونپا۔ جب سلطان علاؤالدین جو بیٹا سلطان بہلول کا تھا وہ سلطان ابراہیم پر خروج کر کے آیا اور دہلی کو محاصرہ کیا۔ بہتیری کوشش و تدبیر کی پر مسند عالی عیسیٰ خاں نے ندیا اور جب شیر خاں کے پاس آیا اس کا مصاحب و مشیر ہوا۔ جس وقت دلی فتح ہوئی شیر خاں نے سنبھل اُسے دیا جیسے کہ مذکور ہوا ہے اور ملک میوات کا حاجی خان کو دیا اور آپ متوجہ لاہور کو ہوا جب سرہند میں پہنچا خواص خاں کو سرہند دی اور خواص خاں نے وہ ملک بھگونت کو کہ غلام اس کا تھا دیا۔

سلطان پور کی جنگ، مغلوں کی شکست اور ہمایوں کا سندھ کی طرف جانا

جب حضرت ہمایوں بادشاہ لاہور میں آئے بعضے مغلیہ کہ نئے ولایت سے آئے تھے اور ابھی لڑائی پٹھانوں کی ندیکھی تھی انہوں نے حضور میں عرض کیا کہ ہمیں پٹھانوں کی لڑائی کو بھیجا چاہیئے اور لاف مارتے تھے کہ پٹھانوں کون ہیں اور کیا چیز ہیں کہ وے لڑائی کے دن ہمارے حریف ہوسکیں حضرت ہمایوں بادشاہ نے مغلوں کو بھیجا، شیر خاں نے خواص خاں اور میر فرید کور کو کہ دہلی کے آنے سے پہلے بھیجا تھا، چنانچہ سلطان پور میں مقابلہ ہوا اور باہم دیگر لڑائی ہوئی مغل شکست پا کر لاہور میں آئے۔ خواص خاں نے سلطان پور میں توقف کیا حضرت ہمایوں بادشاہ اور مرزا کامران لاہور سے نکلے اور بعد اس کے شیر خاں بھی سلطان پور میں آیا اور جب خبر سنی کہ حضرت ہمایوں بادشاہ لاہور سے نکلے ہیں اور لاہور خالی ہے شیر خاں لاہور میں آیا لیکن وہاں نٹھرا اور جب لاہور سے تین منزل آگے گیا وہاں خبر سنی کہ مرزا کامران بلندے کی راہ سے کابل کی طرف گیا اور حضرت ہمایوں بادشاہ دریائے سندھ کے کنارے کنارے ملتان اور سکھر کی طرف روانہ ہوئے شیر خاں

نے شہر خوشاب میں جاکر وہاں سے قطب خاں اور خواص خاں اور حاجی خاں اور حبیب خاں اور سرمست خاں اور جلال خاں بیٹا جلو کا اور عیسیٰ خاں نیازی اور میر فرید کورر کو اور بہت سا لشکر حضرت ہمایوں پادشاہ کے تعاقب کے واسطے ملتان کی طرف متعین کیا اور فرمایا کہ پادشاہ سے نہ لڑنا اور سرحد سے نکال کر پھرنا۔ جب لشکر وہاں سے دو منزل پر پہنچا خبر سنی کہ لشکر مغل کا دو طرف ہوا ہے پٹھانوں کے لشکر میں اندیشہ ہوا کہ شیر خاں کے ساتھ تھوڑی فوج ہے مبادا لشکر بطور یلغر کے شیر خاں کی طرف جاوے، فوج پٹھانوں کی بھی دو سمت کو ہوئی خواص خاں اور عیسیٰ خاں نیازی وغیرہ دریائے خوشاب سے عبور کر کے طرف سند کے دریائے دہتہ کے کنارے کنارے روانہ ہوئے اور قطب خاں وغیرہ دریائے دہتہ کے اس طرف سے روانہ ہوئے۔

شیر شاہ کا سندھ پر قبضہ

گروہ مغلوں کا جو پادشاہ کے لشکر سے جدا ہو کر کابل کی طرف کو جاتا تھا خواص خاں کو نظر آیا لیکن طاقت جو لڑائی کی رکھتا تھا نقارہ و نشان چھوڑ کر بھاگا، خواص خاں نے نشان و نقارہ لیا اور اس منزل سے لشکر رہیلوں کا پھر کر ملازمت میں شیر خاں کی آیا۔ شیر خاں ایک مدت خوشاب میں رہا کہ اسمٰعیل خاں اور فتح خاں اور غازی خاں بلوچ ملازمت میں آئے شیر خاں نے بلوچوں کو فرمایا کہ گھوڑے داغ کو پہنچاؤ۔۔۔ اسمٰعیل خاں نے عرض کیا کہ اور لوگ گھوڑوں کو داغ کریں گے، میں اپنے تئیں داغ کروں گا۔ شیر خاں خوش ہوا اور اسمٰعیل خاں کو داغ معاف کیا اور ملک سند کا اس کے واسطے مقرر ہوا اور سرے اور سرداروں کو کہ جن کا مذکور ہوا ہے اور روہ کے پٹھان ملازمت میں شیر خاں کے ہمراہ آئے۔

عباس خان سروانی اور اس کے اجداد

مؤلف عباس خاں جو تحفہ اکبر شاہی کا ہے بیٹا شیخ علی اور پوتا شیخ بایزید لکھور سروانی بورہ کے سروانیوں کا سردار تھا صاحب سجادہ قطب ربانی غوث صمدانی شیخ احمد لکھور سروانی جو خاص اہل کمالوں کا کہ جد شیخ ملہی قتال کی ہے روہ کے شہر میں ہر ایک طرح سے وہ خرق عادات اور کرامت سے مشہور ہے اور بیشتر گروہ پٹھانوں کے اور سوا ان کے اور بھی مرید و معتقد اس خاندان کے ہیں اور اولاد شیخ احمد لکھور کی دولت دنیا کی اس شہر میں سب رہیلوں سے زیادہ رکھتے ہیں اور ریاضت و عبادت کے وصف سے موصوف ہیں اور مردانگی و شجاعت میں بے نظیر اور پٹھانوں کی قوم سے شہر روہ اور ہند میں تعظیم و تکریم کے مرتبے میں ان سے زیادہ کوئی رتبہ نہیں رکھتا اور سب پٹھان ان کے حسب و نسب کی بزرگی کے قائل ہیں۔ جب شیخ بایزید شہر خوشاب میں شیر خاں کی ملازمت کو آنے لگے اس وقت ان کے دل میں اپنی تعظیم کا اندیشہ تھا کہ بزرگ ہمارے سلطان بہلول اور سلطان سکندر کی جو ملازمت میں آئے تھے تو وے اپنی سلام گاہ تلک استقبال کو آتے تھے اور وقت رخصت کے بھی بار عام تلک رخصت کرنے آتے تھے اور شیر خاں نے پٹھانوں کے امیروں سے قاعدہ تعظیم کا موقوف کیا ہے دیکھیے مجھ سے کس سلوک سے پیش آئے۔ جس وقت دادا ہمارا شیخ بایزید شیر خاں کی مجلس میں آیا اور نظر شیر خاں کی جوں ہیں ان پر پڑی اٹھ کھڑا ہوا اور کئے ایک قدم پیشوا آگر ان کو لیا اور انہوں نے چاہا کہ مصافحہ کریں، شیر خاں نے زبان افغانی میں کہا اے شیخ معانقہ کریں گے وقت رخصت کے بھی کئی ایک قدم آگر رخصت کیا۔ ہمارا دادا بہت خوش ہوا کہ ہمارے بزرگوں کا قدیم قاعدہ جو رہیلوں کی قوم میں تھا اس نے مد نظر رکھا۔ جب شیر خاں نے دریا کے

کنارے سے بنگالے کی طرف مراجعت فرمائی اور ہمارے جد کو رخصت کرنے لگا پرگنہ ندہ اور گاؤں گھرگھراں اور لاکھ ٹکے نقد اور تحفہ جات ہند کا دے کر رخصت کیا تمہارے دادا نے عرض کیا کہ ہمارے بزرگوں کا ملک لنگاہ کے عصر سے بلوچ کے تصرف میں آیا ہے، وہ ملک مجھے مرحمت ہو، شیر خاں نے فرمایا، اچھا یہ پرگنہ ندہ اور گاؤں گھرگھراں اس ملک کے بدلے اسمٰعیل خاں بلوچ کو دیں اور سردانیوں کا ملک شیخ بایزید کو دیں اسمٰعیل خاں بلوچ نے شیر خاں کا فرمانا قبول کیا اور پرگنہ ندہ اور گاؤں گھرگھراں کا لیا اور ملک شیخ بایزید کے بزرگوں کا جو مئولف کا دادا تھا اسے دیا اور دوسری باری اجین اور سارنگ پور کی مہم میں شیخ بایزید شیر خاں کی ملازمت میں آیا اس نے بدستور قاعدہ تعظیم کا مدنظر رکھا اور ایک روز اس نے پوچھا کہ تمہارا وطن جو ہند میں تھا تم میں سے کوئی اس مقام میں ہے۔ شیخ نے التماس کیا کہ بابر بادشاہ فردوس مکانی کے عصر میں باپ ہمارا شیخ راجہ، روہ کی طرف اپنے شہر میں گیا، پر مغلوں میں رہا وقت رخصت کے دو ہزار بیگہ پرگنہ بنود میں کہ ہمارے بزرگوں کا وطن تھا وہاں مقرر کر دے اور لاکھ ٹکے بھی عنایت فرمائے اور تیسری بار کلینجر کی مہم میں شیخ بایزید دادا ہمارا شیر خاں کی خدمت میں آیا اس نے فرمایا بعد فتح ہوئے کلینجر کے ملتان اور سند کا ملک بلوچوں کا تجھے دوں گا جس وقت ہمارے دادا شیخ بایزید کا وصال ہوا قایم مقام اس کا روہ کے شہر میں باپ مؤلف کا شیخ علی ہوا۔ جب شیخ علی سلیم خاں کی ملازمت میں آیا اس نے بھی اسی دستور سے کہ تعظیم و تکریم شیر خاں کی شیخ بایزید کے ساتھ تھی شیخ علی سے جوں کی توں منظور رکھی، ملک روہ کا اور دو ہزار بیگھے جو بنوّر کے پرگنے میں تھے وے عہد دولت میں جم جاہ سکندر حشمت جلال الدین اکبر بادشاہ کے مؤلف تحفہ اکبر شاہی کے نام مقرر ہوئے، وے سن چوبیس الٰہی کے اور سن ہجری کے نو سو چھیاسی برس تلک میرے تحت تصرف میں تھے۔ جب حضرت ظل سبحانی کا حکم اس کا ہوا کہ اسے حضور میں لاؤ تب قاضی علی نے حقیقت مؤلف کی اور بہ رگی اس کے آبا و اجداد

کی بخوبی عرض نکی بلکہ نیش زنی کی، چنانچہ عرض کیا کہ شیخ عبدالنبی نے دو ہزار بیگہ زمین دو پٹھانوں کو دی ہے، بیان اس کا بُرے طور سے کیا۔ مصرعہ۔

بُرے کو نہ ہووے کی نیکی کبھی — کم طالعی سے مولف کی مدد معاش کا وہ حصّہ موقوف ہوا، جب مؤلف کے حال سے خانخانان نیازی کہ امیروں سے میر سید حامد کے جو بیٹا سید میران اور پوتا مبارک بخارے گجراتی کا تھا واقف ہو کر بجد ہوا کہ بے روزگار رہنا مناسب نہیں ہے تب مؤلف نے اپنا حال کہا تو جانتا ہے میرے آباواجداد سے کسو نے امرا کی خدمت نہیں کی اور میں بھی کسی امیر کی خدمت نکروں گا۔ جب احوال معلوم کیا اور وہ سمجھا کہ اس کے کہنے سے میں نے میر حامد کی ملازمت قبول نکی میر سید حامد کو بے اذن میرے گھر میں لایا۔ جس وقت میر سید حامد جو اولاد میں مخدوم جہانیان کی تھا اس نے ازراہ لطف کے بندے کو سرفراز فرمایا اور اس کے کہنے کا خلاف کہ خلاصہ بزرگ مشایخوں کا اور اولاد ان امیروں کی کہ واجب جن کی حرمت ہے مناسب ندیکھا خاطر کے واسطے میں نے ملازمت میر سید حامد کی اختیار کی۔ داغ معاف ہوا اور دو سو روپیہ درماہ بندے کو عنایت ہوتا تھا اور سوائے اس کے جمیع امور میں مراعات کرنا کم طالعی سے بندے کو بجواڑے کے پرگنے میں ایک ضرور کام کے واسطے رخصت کیا بعد اس کے وہ شہید ہوا اور شرمندگی دیر تلک رہی کہ عوض اس کے احسان کا نہو سکا اور بھائی رُوہ کے جس قوم و قبیلے سے شیر خاں کی ملازمت کو آئے تھے زر نقد اور اچھی اچھی چیزیں ہندوستان کی دے رخصت کرنے کے وقت فرمایا یہ مدد تمہاری ہے ہر بدرل اگر اپنا حصہ لے جایا کرو اور ہر ایک شخص روہیلوں کی قوم سے اور سوائے ان کے جو اس کی ملازمت کو آتا موافق اس کی قدر کے زر نقد دے کر رخصت کرتا۔ اور بیشتر روہ کے پٹھانوں نے نقر د فاقے سے نجات پائی مگر سارنگ گکر نہ آیا۔

رہتاس قلعہ کی تعمیر

شیر خاں جریدہ ندہاں اور گھر جھاگ کے پہاڑ ہیں کہ جس کے اوپر شہر خوشاب اور بھیر یکا ہے آیا اور اس ارادے سے سارے پہاڑ کی سیر کی کہ اچھی جا گہہ دیکھ کر ایسا قلعہ بنائے کہ سرکوب گگر پر ہو اور فوج اس قلعے میں چھوڑ کر کابل کی طرف جائے جس جاگہہ کہ قلعہ رہتاس کا ہے اسی جاگہہ کو پسند کر حکم قلعے کا فرمایا اور اس قلعے کا نام رہتاس رکھا۔ ملک گگر کو لوٹا مارا بندی کیا اور وہاں سے گولی اور پرہالہ دو لڑکیاں سارنگ گگر کی جو ہاتھ آئیں تھیں خواص خاں کو دیں اس عرصے میں بنگالے سے خبر آئی کہ خضر خان سرگ حاکم بنگالے نے سلطان محمود جو پادشاہ بنگالے کا تھا اس کی بیٹی کے ساتھ اپنی شادی کی اور بنگالے کے پادشاہوں کی وضع سے شہ نشین میں بیٹھتا تھا شیر خاں کو یہ بات نہایت ناگوار ہوئی چاہا کہ پیش از ہونے واقعہ کے اس کی فکر کرے، ہیبت خاں نیازی اور خواص خاں اور عیسیٰ خاں نیازی اور حبیب خاں اور رائے حسین خاں جلوانی کو رہتاس کے قلعے میں چھوڑ کر آپ بنگالے کی طرف چلا۔

جب بنگالے میں پہنچا خضر خاں سرگ استقبال کو آیا خضر خاں کو فرمایا کہ تو نے بے اطلاع میری کیوں سلطان محمود پادشاہ بنگالے کی بیٹی سے شادی کی اور بنگالے کے پادشاہوں کی طرح سے شہ نشین میں بیٹھنا اختیار کیا امرار دولت کو لایق نہیں کہ بغیر حکم پادشاہ کے کام کریں۔ غرض خضر خاں کو سیاست پادشاہوں کے طور سے کی اور حکم کیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں میں ہتھ کڑی اور بیڑی ڈالو اور فرمایا کہ جو کوئی امرا بغیر میرے حکم کے کام کریگا وہ ایسی بلا میں مبتلا ہوگا اور بنگالے کے ملک کو طوایف الملوک کیا اور قاضی فضیلت نے جو قضا میں بفضیحت اشتہار پایا تھا اسے امین بنگالے کا کیا اور آپ آگرے کی طرف کو پھرا جب آگرے کی راہ میں آیا عرضی شجاعت خاں کی آئی کہ محمد قاسم نے مجھ سے

صلح کی رہیلے قلعہ پر جاتے ہیں اور مغل لشکر میں آتے ہیں اور یہ میں نے قرار کیا ہے کہ جس وقت آپ گوالیر کو آویں محمد قاسم حضور میں آکر ملازمت کرلے اور قلعہ تمہارے لوگوں کے حوالے کرے۔

فتح مالوہ و وسط ہند

نو سو انچاس سن میں حکم ہوا کہ رایات نصرت آیات طرف ملک مندو کے گوالیر کی راہ سے روانہ ہوں کہ ملک مندو کے حاکموں سے کینہ دل میں رکھتا تھا کہ اس کے بیٹے قطب خاں کی ہمراہی نکی تھی ان دنوں میں کہ ملک مندو میں کتنے ایک سرخود حاکم تھے ملو خاں نے کہ اپنے تئیں پادشاہ جان کر نام اپنا قادر شاہ رکھا تھا شادیاباد کا شہر کہ عبارت مندو کے قلعے سے ہے اور اجین اور سارنگ پور اور گاگرون اور رن تھنبور کا قلعہ اپنے تحت تصرف میں رکھتا تھا اور دوسرے سکندر خاں میاں کہ حاکم ستوانتیس[1] اور ہنڈیے[2] کے ملک کا تھا اور تیسرے راجہ پرتاپ شاہ بیٹا بھوپت شاہ اور پوتا صلاح الدین کا کہ لڑکا تھا لیکن اس کی نیابت کے طور پر بھیا پورن مل چندیری اور رائے سین کے قلعے کا حاکم تھا، چوتھے بھوپال، بجاگڑھ اور مہرے کا ملک اس کے تصرف میں تھا۔ جب شیر خاں گوالیر میں آیا محمد قاسم مغل جو حضرت ہمایوں پادشاہ کے امیروں سے تھا اس نے آکر ملازمت کی اور گوالیر کا قلعہ شیر خاں کے لوگوں کو دیا جب گارون کی منزل میں پہنچا شجاعت خاں کو فرمایا بھیا پورن مل کو بلاؤ شجاعت خاں نے گوالیر کے راجہ کو مشاہد نام کہ شجاعت خاں کے ساتھ تھا بھیا پورن مل کے لانے کو بھیجا اس نے عرض کیا کہ شجاعت خاں آپ آوے تو وہ مجھے ہمراہ کر شیر خاں کی ملازمت کو لے جاوے شجاعت خاں رائے سین کے قلعہ میں گیا اور کہا بھیا پورن مل کو رخصت دو پہر روانہ ہونے کے وقت بھیا پورن مل کی پہلی جورو جو رتنا ولی کہ معشوقہ اس کی تھی اس نے شجاعت خاں سے عرض کیا، میں تب کھانے کو کھاؤں گی جب اسے دیکھوں گی اور اس کے آنے تلک قلعہ کے اسی برج میں بیٹھی ہوئی راہ دیکھتی ہوں۔ شجاعت خاں نے کہا اپنی خاطر جمع رکھ یہ صبح کو تیرے پاس پہنچے گا، بھیا پورن مل کو چھ ہزار سوار کے ساتھ کہ کوئی ان میں سے چالیس

---

[1] سیواس
[2] ہنڈیا

برس کا تھا، شجاعت خاں، شیر خاں کی ملازمت میں لایا اور اسی وقت سو گھوڑے اور سو قبائیں عمدہ کہ ہند کے پادشاہوں کے خلعت سے تھیں شیر خاں نے بھیا پورن مل کو دے کر رخصت فرمایا اور وہ اپنے بھائی چتر بھوج کو شیر خاں کی ملازمت میں چھوڑ گیا۔ شیر خاں نے اس منزل سے سارنگ پور کی طرف کوچ کیا جب سارنگ پور کے شہر میں آیا ظہر کے وقت ملوخان قدم بوسی کو آتا ہے شیر خاں نے شجاعت خاں کو فرمایا، اس کے استقبال کو جاؤ وہ اس کے استقبال کو گیا اور شیر خاں آپ بھی باہر نکل بیٹھا اور دربار عام فرمایا اس میں شجاعت خاں بھی اس کو لایا اور شیر خاں نے پوچھا ملو خاں نے کونسی جاگہہ ڈیرہ کیا ہے ملو خاں نے عرض کیا میں جریدہ آپ کی ملا ملازمت کو آیا ہوں اور میری منزل آپ کا دربار ہے اور یہ ارادہ رکھتا ہوں کہ میں اس دربار کی خاک روبی کروں۔ شجاعت خاں نے عرض کیا کہ دو سو سوار ساتھ رکھتا ہے۔ شیر خاں نے فرمایا کہ ڈیرے سرخ حضور سے اور جہانی خوب مناسب اس کے حال کے کریں جب سارنگ پور سے کوچ کیا اپنی ساری فوج کا محلہ ملو خاں کو دیکھایا وہ دیکھ کر حیران ہوا کہ کبھی ایسا لشکر نہ دیکھا تھا اور ہر منزل میں سنگر کا بنانا اور محنت و مشقت سپاہیوں کی اور غلبہ اس کے حکم کا دیکھ کر پٹھانوں سے کہا کہ عجب طرح کی تم نے محنت و مشقت اپنے پر گوارہ کی ہے کہ انسان کے امکان کے احاطے سے باہر ۴۴
ہے تمہیں دن قرار ہے نہ رات چین ہے گویا تمہارے تن پر آرام حرام ہے۔ پٹھانوں نے اس سے کہا جو راہ و رسم ہمارے آقا کی اسی طرح سے مقرر ہے اور ایک مدت سے اس مشقت و محنت کی جو ہم کو عادت ہو گئی ہے مطلق ہمیں اس کام سے ماندگی نہیں ہوتی اور سپاہی کو چاہیئے جو کچھ اس کا صاحب کام فرمائے اور جو رنج و تعب پیش آئے اس سے نہ گھبرائیے کہ آسودگی کام عورات کا ہے اور محنت و مشقت پیشہ نیک مردوں کا جس وقت شیر خاں متصل اجین کے جا کر، کالیا گاؤں میں اترا۔ سکندر خاں میانہ جو حکم (حاکم) ستوانیں (سیواس) کا تھا اس نے آکر ملازمت کی۔ پھر پھر شیر خاں نے شجاعت خاں کو ملک سند کا دیا۔

ملوخان کی فراری

جب شیر خاں نے جانا کہ ملو خاں بغیر عہد و پیمان کے بارگاہ عالم پناہ میں آیا اور توبہ و استغفار

کو اپنے گناہوں کی نجات کا وسیلہ کیا اس کے گناہ معاف کئے اور سرکار کالپی کی اسے مرحمت فرمائی جب ملو خاں اپنے اہل وعیال کو اجین کے قلعے سے نکال کر لایا تب اپنے دل میں سوچا کہ میں شیر خاں کی خدمت کے رنج وتعب کی تاب نہیں رکھتا ہوں، پس اس سے بہتر یہ ہے کہ کسو مکر وحیلے سے اپنے تئیں اس کے لشکر سے نکالوں جیسے کہ قاعدہ ہند کے غلاموں کا تھا۔ شیر خاں نے نظر فراست کہ صاحب دولتوں کو ہوتی ہے جو اس کے دل میں تھا، معلوم کیا اور شجاعت خاں سے فرمایا کہ ملو خاں کو پکڑ کر اپنی قید میں رکھ، شجاعت خاں نے ملو خاں کی طرف دیکھا۔ وہ عاقل تھا، سمجھا اور شجاعت خاں سے کہا کہ شیر خاں سے عرض کریں بار بردار نہیں رکھتا ہوں کہ اپنے اہل وعیال کو کالپی کی سمت روانہ کروں۔ شجاعت خاں نے حضور میں عرض کیا کہ ملو خاں عرض کرتا ہے بار بردار نہیں رکھتا ہوں کہ اپنے کسٹ و کو کالپی کو پہنچوں۔ شیر خاں نے حکم کیا سو اونٹ اور خچر دو جس وقت اونٹ اور خچر معہ فراش وخچربان کے اپنے ڈیرے میں لایا اس وقت ایسی ان کو شراب پلائی کہ مست وبیخبر ہو گئے تب ملو خاں خزانہ اور کس و کو اپنے ساتھ لے کر بھاگا جب دن ہوا شیر خاں نے سنا کہ ملو خاں بھاگا تب کہا دیکھا ملو خاں غلام مکار نے میرے ساتھ کیا کیا۔ شیخ عبد الحیٔ جو بیٹا شیخ جمال (جمالی) دہلوی کا تھا اس نے کہا، یہ بات سچ ہے، نہیں خیر ہے غلام میں اور اکثر لوگوں کی زبانی سنا گیا کہ قول جناب پیغمبر صلی اللہ والہ وسلم کا صادق ہے، پھر شیر خاں نے شجاعت خاں کو غصے ہو کر فرمایا جہاں کہیں کہ ملو خاں جاوے تو بھی جا اور اسے پکڑ لا۔ میں نے تجھسے نہ کہا تھا کہ ملو خاں کو پکڑ تو نے کیوں ڈھیل کی۔ شجاعت خاں اس کے پیچھے دوڑا لیکن اسے نہ پایا، ملو خاں سلطان محمود کے پاس گجرات میں گیا اور شجاعت خاں منڈو کی سرحد سے پھر آیا۔ شیر خاں نے سارا ملک منڈو کا شجاعت خاں کو جو دیا تھا از راہ غصے و غضب کے ستوانیس اور ہدیہ جو سکندر خان میانہ کے تصرف میں (تھا) کہ چار ہزار سوار کی گنجائش تھی شجاعت خاں کو دیا اور پرگنہ اجین کا دریا خان گجراتی کو کہ وزیر سلطان محمود پادشاہ گجرات کا تھا، وہاں سے بھاگ کر شیر خاں کی خدمت میں آیا تھا دیا۔ اور سارنگ پور عالم خاں کو کہ وہ بھی سلطان محمود

لہ یعنی کسوں کو (؟)

کے پاس سے بھاگ کر آیا تھا دیا۔ اور حاجی خاں اور صید خان حرمین کو فوجدار اس ملک کا کیا شہروں میں فوجداروں کو چھوڑ کر آپ رن تھنبور کی راہ سے مراجعت فرمائی اور رنتھنپور کے قلعے کی راہ میں سکندر خاں میانہ جو حاکم سرکار ستوانہیں کا تھا بھاگا۔ جب شیر خاں رن تھنبور کے قلعے کے پاس پہنچا خانخانان کہ ابتدا میں جس کا ابوالفرا نام تھا جو ملو خاں کی طرف سے رن تھنبور کا حاکم تھا اس نے آکر ملازمت کی اور رن تھنبور کا قلعہ دیا شیر خاں نے اپنے بڑے بیٹے عادل خاں کو دیا اور آپ آگرے کو گیا۔

نصیر خان اور شجاعت خان کی جنگ

جب شیر خان مندو کے ملک سے نکلا نصیر خاں بھائی سکندر خان میانا کا چھ ہزار سوار ساتھ رکھتا تھا نصیر خاں نے اپنے لوگوں سے کہا تھا کہ شجاعت خاں کو جیتا پکڑیں کہ عوض سکندر خاں کے رکھوں گا۔ جب شیر خاں سکندر خاں کو چھوڑے گا تب میں شجاعت خاں کو ۔ ۔ ۔ نصیر خاں کے لشکر نے قسم کھائی تھی کہ شجاعت خاں کے سوا اور کچھ نماریں گے جب شجاعت خاں نے سنا کہ نصیر خاں آتا ہے اس کے مقابلے کو گیا نیل کرٹے میں لڑائی ہوئی جب دونوں لشکر باہم دیگر جٹ گئے نصیر خاں کے فوجوں سے بعضے بھاگے اور بعضے شجاعت خاں کی فوجوں سے بھاگے تھے تین شخصوں نے قسم کھائی تھی ایک میاں عمر اور دوسرے سید طاہر اور تیسرے گو بہگرلے ان تینوں میں سے ایک نے خنجر شجاعت خاں کی گردن پر مارا اور دوسرے نے نیزہ شجاعت خاں کو مارا کہ نتھنا ناک کا چڑ گیا اور اگلا دانت شجاعت خاں کا ٹوٹ گیا اور تیسرے نے تلوار شجاعت خاں کو ماری اور بال پکڑے ہوئے جیتا نصیر خاں کے پاس لائے۔ شجاعت نے تلوار اس کے ہاتھ میں ماری کہ ہاتھ اس کا کٹ گیا اور شجاعت خاں چھٹ گیا اور جھجھار خاں خاص خیل جو شجاعت خاں کے ساتھ تھا اس نے دوسرے سوار کو مارا اور رمبار خاں سربنی نے تیسرے سوار کو مارا اور شجاعت خاں کی مخلصی ہوئی اور نشان جو اس کا گر پڑا تھا اسے کھڑا کیا شجاعت خاں کے لوگ جو بھاگے تھے پھرے اور ہر طرف سے جمع ہوئے اور فتح کی۔ نصیر خاں بھاگا دو سو ہاتھی شجاعت خاں کے ہاتھ آئے حق سبحانہ تعالیٰ نے شجاعت خاں کو فتح فیروزی نصیب کی شجاعت خاں نیل کرٹھ سے ہدیے (منڈیے) میں گیا۔

لہ گو بی کرن

ملّو خان اور شجاعت خان کی جنگ

بعد اس کے شجاعت خاں نے سنا کہ ملو خاں نے آکر حاجی خاں کو کٹھ گڑھ میں گھیرا ہے ابھی زخم اس کے اچھے نہوئے تھے کہ دو سو ہاتھی ساتھ لے کر حاجی خاں کی مدد کو آیا اور کٹھ گڑھے سے باہر شجاعت خاں اترا دوسرے روز صبح کے وقت فوجیں آراستہ کر صف جنگ کی اور جواں مردی پٹھانوں سے ایسی وقوع میں آئی کہ امکاں کے احاطے میں نہیں سما سکتی۔ فتح شجاعت خاں کے نام ہوئی اور ملو خاں بھاگ کر گجرات میں گیا جب شیر خاں نے شجاعت خاں کو بارہ ہزار سوار کا منصب مرحمت فرمایا اور اجین اور سارنگ پور اور منڈو اور سودر اس کی جاگیر میں دیا اور ستوانیں کا ملک شمس خاں اور پہاڑ خاں اور میر خاں نیازی کو کہ شجاعت خاں کے قرابتی تھے ان کو دیا اور ملک منڈو کی حکومت شجاعت خاں پر مقرر رکی۔

شیر شاہ کا مالوے میں دوبارہ آنا

شیر خاں آگرے سے بہار اور بنگالے کے ملک کی طرف متوجہ ہوا جب اس ملک میں پہنچا تپ کا اس کا غلبہ ہوا وہ اس تپ میں اکثر کہتا تھا مجھے غلطی ہوئی کہ میں بنگالے کی طرف آیا اگر حق تعالےٰ نے اس تپ سے نجات دی تو یہاں سے جلد پھروں گا اور پورن مل نے جو مسلمانوں کے اہل و عیال چندیری میں بندی کئے ہیں اور لڑکیاں ان کی ناچ نے والی لوڈیوں میں شامل کی ہیں اور ساتھ میرے بیٹے قطب خاں کا نہیں دیا ایسی تنبیہ کروں کہ اوروں کو ڈر ہو اور بعد اس کے کوئی ہندوستان کا کافر مسلمان کے کسو کو پہ جور و جفا نکرے، جب شافئے (شافیٔ) مطلق نے اسے شفا عطا کی تب وہ جلدی سے آگرے کی طرف پھرا جس وقت جاہ و جلال سے آگرے میں داخل ہوا۔

پھر نو سے پچاس سن میں ملک منڈو کی جانب متوجہ ہوا تا پورن مل کو ہلاک کرے اور رائسین کا قلعہ اپنے تصرف میں لائے اور اس کا بیٹا سعادت مند جلال خاں بھیلے کی منزل میں پہنچا شیر خاں بطور یلغر کے اس منزل میں اپنے اردوے نصرت قرین کے شامل ہوا جب رائے سین کے پاس پہنچا بھیا پورن مل نے چھ سو ہاتھی بھیجے اور آپ نہ آیا شیر خاں نے رائے سین کے قلعے کو محاصرہ کیا تھا کہ عرضی خواص خاں

کی آئی میرے اور ہیبت خاں نیازی کے درمیان عداوت ہوئی ہے آپ ان دونوں میں سے ایک کو اپنے قدموں کے نیچے یاد فرمایئے جب خواص خاں کی عرضی کا احوال دریافت کیا خواص خاں اور عیسیٰ خان نیازی اور حبیب خاں کو بلایا اور ہیبت خاں نیازی کو پنجاب کے ملک کا صوبہ دیا اور فتح جنگ خان کو بھی پنجاب کے ملک میں ہیبت خاں نیازی کے ساتھ مقرر کیا اور ہیبت خاں کو حکم کیا کہ فتح خاں جٹ کو جو قبوے اہیں ہے اور مغلوں کے عہد میں پانی پت تلک لوٹتا اور مارتا تھا سارے ملک کو جنگل اور ویران کر دیا تھا اور ملتان کے ملک میں بلوچوں نے اپنا تصرف کیا تھا اسے چھوڑا اور اس ولایت کے حرام خوروں کو سیاست کو پہنچا اور ملتان کا شہر جو ویران کیا ہے اسے آباد کر فرمان کے پہنچتے ہی جاکڑ رند جو حاکم سنگھرے تھا اس کے وکیل کو ہیبت خاں نے کہا جاکڑ رند کو جا کر کہہ کہ میں ان حدوں کی طرف متوجہ ہوں گا اپنی فوج کو تیار کر کہ حملہ دیکھوں گا یہ بات میں نے فتح خاں کنبو جو وکیل جاکڑ رند کا تھا اس کی زبانی سنی ہے جس وقت کہ میں سنگھرے میں جاکڑ رند کے پاس حاضر ہوا اور جو کچھ ہیبت خاں نیازی نے فرمایا تھا اس سے عرض کیا ابھی وہ مہمانی کی تدبیر میں تھا کہ دوسرے روز خبر آئی ہیبت خاں بارہ کوس سے سنگھرے کو آیا وہ یہ سن کر مضطرب ہوا کہ میں نے ابھی نہ فوج جمع کی اور نہ کچھ تدبیر مہمانی کی اس کے لائق مجھ سے سرانجام ہوئی ہے دیکھئے کیا ہو تڑکے ہی جاکڑ کا جاسوس خبر لایا کہ ہیبت خاں پہنچا یہ اس کے استقبال کو سوار ہوا لیکن حواس پراگندہ تھے جس وقت ہیبت خاں کو دیکھئے اس نے دیکھتے ہی جاکڑ کو کہا تیری فوج کا حملہ دیپالپور میں دیکھوں گا مبادا فتح خاں بھاگ جائے دو روز کے عرصے میں ہیبت خاں پٹن میں جو قطب عالم شیخ فرید کی تھی پہنچا اور فتح خان بھاگا ہیبت خاں نے پیچھا کیا فتح خاں جو اہل و عیال اپنے ساتھ رکھتا تھا سمجھا کہ ہیبت خاں سے نہیں بھاگ سکتا تب گھر درا اور فتح پور کے پاس ایک کچا قلعہ تھا اس میں جا چھپا پیچھے ہیبت خاں نے آکر اس قلعے کو محاصرہ کیا فتح خاں کتنے روز وں قلعے میں رہا جب عاجز ہوا تب شیخ ابراہیم جو قطب عالم شیخ فرید کی اولاد سے تھا اس کے وسیلے سے ہیبت خاں کے پاس آیا اس نے شیخ ابراہیم سے کہا میں نوکر شیر خاں کا ہوں جو ان کا حکم ہوگا اس پر عمل کروں گا اور فتح خاں کو قید کیا اور رات کو مندو اور بلوچ تین سو سپاہی لے گڑھی سے باہر نکل قلعے کے چوکی داروں سے خوب لڑے اور جوانمردی سے نکل گئے جب روز ہوا پٹھانوں نے قلعے کو

لیا اور رنڈیاں جو اچھے گھرانوں کی تھیں اکثروں کو بلوچوں نے قتل کیا تھا اور باقیوں کو رہیلوں نے بندی کیا پھر مندو اور بلوچ کو بخشو لنگاہ باندھ لایا ہیبت خاں ملتان کے شہر میں آیا اور اس کو جو بلوچوں نے ویران کیا تھا اس نے آباد کیا اور شہر کے لوگ جو بھاگ گئے تھے جمع ہوئے اور عرضی اس ملک کے احوال کی اور ہاتھ آنا فتح خاں کا اور مندو اور بلوچ کو جو بخشو لنگاہ پکڑ لایا تھا یہ سب ماجرا شیر خاں کو لکھا وہ بہت خوش ہوا اور ہیبت خاں کو مسند عالی کیا اور خطاب اعظم ہمایوں کا دیا اور لال ڈیرا عنایت فرمایا اور ملتان کی آبادی کے لئے لکھا کہ لنگاہ کا عمل معمول جاری رکھے اور جریب نکرے اور فتح خاں اور مندو اور بلوچ کو قتل کر اور بخشو لنگاہ کو یا اس کے بیٹے کو اپنی خدمت میں رکھے اور اس کا ملک اسی کے طور پر ہے جب یہ فرمان ملتان میں اعظم ہمایوں کو پہنچا وہ فتح جنگ خاں کو وہاں چھوڑ کر لاہور میں آیا اور فتح خاں اور مندو کو قتل کیا اور فتح جنگ خاں کو ملتان کی حکومت دی اس نے ملتان کو ایسا آباد کیا اور رعیت سے اس قدر سلوک کیا کہ لنگاہ کے عہد سے بھی زیادہ آباد ہوا اور ملتان کے ملک میں ایک شہر بسایا اور اس کا نام شہر گبر رکھا جب شیر خاں نے رائے سین کے قلعے کو محاصرہ کیا فرمایا کوئی شخص پٹھانوں کی قوم سے قلعے کے پاس نجاوے کہ میں اپنی حسن تدبیر سے قلعے کو لونگا اتفاقاً ایک دن کتنے ایک پٹھان بچے بیٹھے ہوئے تھے کہ بھیا پورن مل کے سپاہیوں کی شجاعت و مردانگی کا ذکر درمیان آیا کہ بہت لوگ کہتے ہیں کہ اس زمانے میں بھیا پورن مل کے سپاہیوں کی شجاعت وجوانمردی کے برابر کوئی نہیں کہ ہر روز قلعے سے نکلتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شیر خاں کے لشکر میں کوئی شخص ایسا نہیں جو ہم سے لڑے اور ان کے ڈر کے مارے کوئی پٹھانوں سے قلعے کے پاس نہیں جاتا جب پٹھانوں کے خانہ زادوں نے یہ بات سنی غیرت افغانی ان کی دامنگیر ہوئی سبھوں نے متفق ہو کر یہ بات کہی اگر شیر خاں ہمیں گردن مارے یا اپنے ملک سے نکال دے ایک دفعہ بھیا پورن مل کے سپاہیوں سے لڑیں گے کہ ان کی شجاعت وجوانمردی معلوم ہو دوسرے روز تڑکے ہی پندرہ سے سوار مسلح ہو مکان مقرر میں آ کر کھڑے ہوئے اور پورن مل سے کہلا بھیجا کہ تیرے سپاہی ہر روز جوانمردی کی ڈینگیں مارتے تھے اب ہم بے اجازت شیر خاں کی پندرہ سو سوار آ کر کھڑے ہوئے ہیں تو بھی اپنے لوگوں کو مسلح کر کے قلعے سے نیچے بھیج کر باہم دیگر لڑیں تا احوال جوانمردی کا آپس میں معلوم ہو پورن مل اپنے لوگوں کی

شجاعت و جوانمردی کا بھروسہ رکھتا تھا بلکہ یقین اس کو تھا جوانمردی میں ہمارے لوگوں کے برابر نہیں ہیں بھیجا
پورن مل نے اپنے ان نامی سپاہیوں کو جو بارہا لڑائیاں لڑے تھے قلعے کے نیچے بھیجا اور آپ قلعہ کے دروازے
پر آ بیٹھا رہیلوں اور راجپوتوں میں لڑائی شروع ہوئی چنانچہ ایک پہر تلک لڑائی رہی پر کوئی کسی کو ہٹا نہ سکا
آخر کو رہیلے بیچ کر راجپوتوں کی فوج میں دھنس آئے اور طرفین سے ایسی لڑائی وقوع میں آئی کہ قلم
شکستہ زباں کو اس کے بیان کی طاقت نہیں آخرالامر پروردگار نے پٹھانوں کو فتح دی اور راجپوتوں کی لڑائی
ایسی اٹھالی کہ قلعے کے دروازے تلک لے گئے پھر راجپوت پھرے لیکن تاب نہ لا سکے اور قلعے کے دروازے
کے اندر گھس گئے پٹھان ساتھ فتح و فیروزی کے اپنے ڈیروں میں آ داخل ہوئے جب شیر خاں نے سنا کہ پٹھان
بچوں سے ایسی بہادری و جوانمردی ظہور میں آئی خوش ہوا لیکن خوخلاف فرمانے کے اس کے لڑے تھے
ظاہر میں بہت ملامت کی اور کتنے دنوں کے بعد ہر ایک کی قدر سے زیادہ منصب و جاگیر عنایت کی اور
فرمایا جو کچھ تم سے جوانمردی ہوئی ہے مجھے معلوم ہوئی اب میرا کام دیکھو کہ میں اس قلعے سے کیا کرتا ہوں
بعد اس کے حکم کیا جس قدر تانبا بازار میں ہے اسے لاویں اور اس کی دیگیں بنا دیں اس کے حکم
کے موافق جتنا تانبا بازار اور سپاہیوں کے ڈیروں سے ہاتھ آیا اس کی دیگیں بنائیں جب دیگیں
تیار ہو چکیں شیر خاں نے حکم کیا ایک بارگی گولے موس قلعے پر مارو جب مارے گولوں کے قلعے
کی دیواروں میں ہر طرف سوراخ پڑ گئے تب پورن مل ڈرا آخر بعد چھ مہینے کے آپ آیا اور شیر خاں کو دیکھا
شیر خاں نے فرمایا کہ میں نے تجھے بنارس دی تب پورن مل نے کہا کہ اہل و عیال مسلمانوں کے میری
قید میں نہیں ہیں اور میں راجہ نہیں وکیل اس کا ہوں اس کے پاس جا کر جو کچھ آپ نے فرمایا ہے سو
کہوں دیکھئے وہ کیا کہے شیر خاں نے فرمایا جا جب وہ قلعے میں آیا جوہر کرنے پر مستعد ہوا اور شیر خاں
کو کہلا بھیجا کہ میں تمہارے ڈر سے خدمت شریف میں حاضر نہیں ہو سکتا اگر تو قلعے سے دو منزل پر جاوے
تو بعد اس کے میں قلعہ تیرے نوکروں کو سونپ کر اور کسو شہر میں جاؤں یا تمہارا فرزند سعادت مند
عادل خاں اور قطب خاں بنیت مجھ سے یہ عہد و پیمان کریں کہ میرے تئیں کسو طرح کا نقصان مالی و
جانی نہ ہو تو میں اپنے اہل و عیال کو قلعے سے لاؤں شیر خاں نے ان کو فرمایا جو کچھ پورن مل کہے اسے مانو

اور ساتھ تسلی دلاسے کے اسے لاؤ۔

رائےسین پر قبضہ اور پورن مل کا قتل

قطب خاں بنیت قلعے پر گیا بقسمیہ عہد و پیمان کر پورن مل کو کس وکو سمیت رائے سین کے قلعہ سے لایا۔ تب قطب خاں بنیت نے عرض کیا کہ پورن مل کو جس جاگہ حکم ہو وہاں اتاریں۔ شیر خاں نے اس سے کہا کہ میں جو پہلے روز اپنے لوگوں کے واسطے جاگہہ مقرر کرتا ہوتا تھا، پورن مل کے ڈیرے کے واسطے اپنے لشکر کے درمیان جاگہہ رکھی تھی، وہاں اتارو۔ قطب خاں بنیت نے پورن مل کو جس جاگہہ شیر خاں نے فرمایا تھا، وہیں لے جا کر اتارا۔ کتنے دنوں کے بعد چندیری وغیرہ کے اشرافوں کی عورات نے شیر خاں کی راہ گھیر کر فریاد کرنے لگیں، جب شیر خاں نے ان رنڈیوں کو اپنے حضور میں بلوایا، انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے اس کافر بدمذہب اور بدچلن سے طرح طرح کے ظلم و ستم اٹھائے ہیں کہ ہمارے خاوندوں کو مار ڈالا اور ہماری لڑکیوں کو بندی کر ناچنے والی لونڈیوں کے ساتھ نچواتا ہے اور ہماری املاک اور اسباب سب چھین لیا ہے ایک مدت سے ہم ستم رسیدہ صبح شام حق تعالیٰ کی درگاہ میں عجز و زاری سے دعائیں مانگتی تھیں کہ وہ اپنے فضل و کرم سے ایسا حاکم صاحب انصاف اور دیندار پیدا کرے کہ ہم پر جو جور و ستم ہوا ہے اس کا بدلا لے اور جان اس کافر کی نکالے تب اس منتقم نے ہماری دعا مقبول کر کے تجھ سا حاکم دیندار اور عدالت شعار پیدا کیا اور تیرے سایۂ دولت میں ہم ستم رسیدوں کو لایا اگر تو ہماری داد کو نہ پہنچے گا تو قیامت کے دن کہ جہاں ساری خلایق جمع ہو گی ہم تیرا دامن پکڑیں گی شیر خاں جو مومن و عادل تھا ان مظلوموں کی درد آمیز باتیں سن کر آب دیدہ ہوا اور فرمایا صبر کرو، میں اسے اب عہد و پیمان سے اتار لایا ہوں پھر انہوں نے عرض کی کہ تم اپنے علمارِ زمانہ سے پوچھو جو وے فتویٰ دیں اس پر عمل کرو۔ شیر خاں جب اپنے ڈیرے میں آیا اور جو علما اس کے ساتھ لشکر میں تھے انہیں بلایا اور اس کے سب افعالِ بد اور ایذائیں مسلمانوں کو دیں تھیں جوں کی توں بیان کیں اور انہوں نے فتویٰ چاہا۔ میر سید رفیع الدین وغیرہ سب علمار نے اس کے قتل کا فتویٰ دیا، عیسیٰ خاں حجاب کو حکم کیا کہ لشکر اور فیلبانوں سے کہو

کہ معہ ہاتھیوں ساتھ سلاح کے سب تیار ہو اس جاگہ کھڑے ہوں کہ میں گونڈ کی طرف یلغار جاؤں گا اور نجیبؒ خاں نے چپکے سے ان سے کہہ دیا کہ پورن مل کی نگاہبانی کیجو، مبادا بھاگ جاوے اور یہ بات کسو پر ظاہر نہو ا مدت سے یہ آرزو میرے دل میں تھی وے سب موافق اس کے حکم کے اسی جاگہہ جمع ہوئے۔ عیسٰی خاں حجّاب نے آکر عرض کیا تب شیر خاں نے فرمایا کہ آفتاب کے نکلنے سے پہلے ہی پورن مل کے ڈیرے کو آکر گھیرو بعد گھیرنے کے پورنمل کو یہ خبر پہنچی، تب وہ اپنی جورو کو کہ نام جس کا رتناوتی تھا اور اس کی معشوقہ تھی اور ہندی شعر خوب کہتی تھی اپنے ڈیرے میں گھس کر اس کا سر کاٹ ڈالا اور اپنے اقربا کے پاس لاکر کہا کہ میں نے یہ کیا، تم بھی اپنے سب اہل و عیال کو جوہر کرو۔ جس گھڑی ہندو اپنے لوگوں کو جوہر کرنے لگے۔ تب پٹھانوں نے چاروں طرف ان کو قتل کرنا شروع کیا، اور پورن مل نے شجاعت و جوانمردی میں کسی نوع سے قصور نہ کیا، لیکن پل کی پل میں سارے ہندو مارے پڑے اور اہل و عیال ان کے بندی ہوئے۔ ایک چھوٹی لڑکی پورن مل کی اور تین بھتیجے اس کے جیتے ہاتھ آئے اور باقیوں کو انھوں نے اپنے ہاتھ سے مارا پورن مل کی بیٹی کو بازیگروں کو دیا کہ ہر گلی کوچے میں اس سے بازی کروایں اور ان تینوں لڑکوں کو حکم ہوا کہ خواجہ سرا کریں کہ نسل اسؔ ظلم کی قطع ہو مرےؔ۔ رائے سین کے نکرے (؟) حق سبحانہٗ تعالیٰ نے عزت کو پیدا کیا اور محنت و ریاضت کو رفیق اس کا کیا مذلت کو پیدا کیا، اور آرام و راحت کو اس کا دمساز کیا، پادشاہ کو چاہیئے کہ آسایش کو ترک کرے اور راحت رعیت کو سونپے اگر ایک اقلیم ہاتھ آوے تو دوسرے اقلیم کا ارادہ کرے۔

لہ الیٹ نے حبیب خان پڑھا ہے۔ اس کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے: "حبیب خان کو اس نے خفیہ حکم دیا کہ پورن مل ....." دیکھو جلد چہارم ص ۴۰۲

لہ ظالم

لہ شیر شاہ پر بعض مورخین نے دھوکا دہی کا الزام لگایا ہے۔ اس سلسلہ میں مقدمہ میں شیر شاہ کے کردار سے متعلق تنقید دیکھی جائے۔

آدھی روٹی کھائے گر مرد خدا — دوسری آدھی فقیروں کو دہ دے
ساتوں گر اقلیمیں لیوے پادشاہ — اور بھی اقلیم کا خواہاں رہے

مالوے پر حملہ

امیروں اور ارکان دولت نے عرض کیا جو شاہ عالم نے فرمایا وہی بجا ہے کہ دولت اور ملک گیری بدوں اٹھانے سفر کی سختیوں کے اور جرأت و شجاعت کے حاصل نہیں ہوتی، بہتر خود بدولت کے واسطے یہ ہے کہ رایات نصرت آیات دکھن کے ملک کی طرف روانہ ہوں، کتنے غلام نمک حرام، اپنے آقا کے قابو سے نکل کر متفرق ہو، راگ رنگ میں مصروف رہتے ہیں اور تمہالیے مصاحبوں کی مذمت کرتے ہیں[لہ]۔ صاحب دولت اور صاحب اقبال کو لازم ہے کہ ان بدعت گروں کے فرقے کو دکھن کے ملک سے نکالے۔ شیر خاں نے فرمایا جو کچھ تم نے عرض کیا نہایت مناسب و معقول ہے۔ لیکن میرے دل میں یہ آتا ہے کہ سلطان ابراہیم کے بعد کافر زمیندارون نے مسلمانوں کے کفر ملک کو کفر سے بھر دیا ہے۔ مسجدیں اور عبادت گاہ اہل اسلام کی گرا کر بت خانے بنائے ہیں اور ویسے مکان دلی اور مالوے کے ملک میں داخل ہیں جب تلک ان جاگہوں کو کافروں کے وجود کی نجاست سے پاک نکروں اور ملک کی طرف متوجہ نہوں گا کہ پادشاہ کو لازم ہے جو ملک ہاتھ آوے پہلے اس ملک میں ایسا بندوبست کرے کہ کوئی خار دامن گیر اس ملک میں نچھوڑے۔ کام عاقلوں کا نہیں ہے، جب تلک ملک کو دشمن سے پاک نکرے اور اور کسو شہر کی طرف ارادہ نکرے وگرنہ سبب پشیمانی و بدنامی کا ہے، اور اس کے ملک کے برباد ہونے کا باعث ہے، مجکو چاہیئے کہ جو جو ملک میرے قبضے میں آیا

لہ مترجم کے نسخہ میں اور الیٹ کے مخطوطہ میں فرق معلوم ہوتا ہے۔ الیٹ کے انگریزی ترجمہ کا اردو ترجمہ یہ ہے، "مصلحت اس میں ہے کہ افواج ظفر امواج دکن کی طرف رخ کریں، کیوں کہ بعض نمک حرام غلاموں نے اپنے آقا کے خلاف بغاوت کی ہے اور اہل تفرقہ (شیعہ) کے طریقوں پر چل رہے ہیں۔ صاحب دولت اور صاحب اقبال پر لازم ہے کہ ان بدعت گردن کے فرقے کو دکھن سے نکالے۔"

ہے اسے دشمن کے خار سے صاف کردں بعد اس کے اور ملک کے لینے کا ارادہ کروں۔

بیت

جو کشور ہیں اپنے رکھوں میں عدو　　تو کس منہ سے آؤں بھلا اور سو

پہلے مالدیو۔ کافر ملعون کی بنیاد اکھاڑوں کہ جو نوکر ناگور اور اجمیر اور مارواڑ کے حاکم کا تھا اور وہ مالدیو پر بہت اعتماد رکھتا تھا۔ اس بد ذات نمک حرام نے اپنے آقا کو شہید کر ا اجمیر اور ناگور کے ملک کو زور و ستم سے لیا یہ سن امرا اور ارکان دولت نے عرض کیا جو آپ کی رائے میں آیا ہے نہایت مناسب اور معقول ہے۔ ایک[۱] سے پچاس سن ہجری میں حکم فرمایا کہ ہماری ظفر اثر فوجیں جو بے شمار ہیں رایات نصرت آیات کے سائے میں ناگور اور اجمیر اور جودپور کی طرف روانہ ہوں۔

بزرگ، مشائخوں کا شیخ محمد اور خان اعظم مظفر خاں[۲] کی زبانی سنا ہے کہ ناگور وغیرہ کی مہم میں شیر خاں کے ساتھ اتنا لشکر تھا کہ وہم و قیاس اور تخمینے اور تامل کا حساب کرنے والا اس کے شمار سے عاجز تھا اور بارہا پہاڑ کی چوٹی پر چڑھتے تھے، تا لشکر کا طول و عرض نظر آوے، لیکن اس قدر کثرت تھی کہ ہرگز اس لشکر کا طول و عرض معلوم نہ ہوتا تھا اور ہم اکثر بوڑھوں سے پوچھتے تھے کہ کبھی تم نے ہندوستان میں ایسا بڑا لشکر دیکھا یا سنا ہے۔ وے کہتے تھے کہ نہ دیکھا نہ سنا۔

رواں قلب کو فوج فرد ہر سمت سے
نہ آئے کہ کوئی اسے گن سکے

جو شیر خاں نے دار السلطنت آگرے سے کوچ کر فتح پور سیکری میں پہنچ کر حکم فرمایا کہ سارے لشکر سے فوجیں بطور لڑائی کے آراستہ اور مسلح ہو ہر روز سوار رہوں اور ہر منزل میں گڑھی بنا دیں اتفاقاً ایک روز مقام ریگستان کی زمین پر ہوا بہتیری کوشش کی لیکن ریت

---

[۱] یہ یقیناً کتابت کی غلطی ہے۔ ایک کی بجائے "نو" ہونا چاہیئے۔

[۲] الیٹ نے خان اعظم اور مظفر خان پڑھا ہے۔ صـ ۴۰۴

کے باعث قلعہ نہ بن سکا۔ شیر خاں مشوش ہوا کہ کیا تدبیر کریں جو قلعہ بنے۔ محمود خان[1] جو شیر خاں کا نواسا تھا اس نے عرض کیا پیر و مرشد آپ یہ حکم فرماویں کہ ریت سے تھیلے بھر کر انہوں سے قلعہ تیار کریں[2]۔ شیر خاں نے اس لڑکے کی حسن تدبیر پر خوش ہوکر آفرین و تحسین کی اور ارشاد فرمایا کہ ریت کے بھرے ہوئے تھیلوں سے قلعہ بناویں اور اس جاگہ پر موافق اس کے حکم کے لوگوں نے قلعہ بنایا اور جب حریف کے نزدیک پہنچا تب یہ مکر[3] سوچا کہ مالدیو کے سرداروں کی زبانی اس مضمون کے خط لکھے کہ جہاں پناہ اپنے دل میں کسو طرح سے فکر و اندیشے کو راہ ندیں کہ عین لڑائی میں ہم مالدیو کو پکڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر کریں گے اور ان خطوط کو خریطے میں ڈال کر ایک خدمت گار کو دیکر فرمایا کہ مالدیو کے وکیل کے ڈیرے کے پاس جاکر کھڑا ہو جب اس کا وکیل سوار ہو راہ میں اس خریطے کو ڈال دے اور آپ ایک کنارے میں بیٹھ رہ۔ پھر شیر خاں کے حکم کے موافق وہ عمل میں لایا جب مالدیو کے وکیل نے خریطہ پڑا ہوا دیکھا اٹھالیا اور وے خط مالدیو کے پاس بھیجے۔ جس وقت وہ ان خطوں کے مضمون سے واقف ہوا ایسا ڈر اس کے دل میں ہوا کہ بہتیری اس کے امیروں نے قسمیں کھائیں پر باور نکیں[4] اور اس کے امیروں سے جیٹ اور گوپال[5] اور کتنے ایک امیر آکر ایسے لڑے اور مردانگی کی شیر خاں کی اکثر فوج میں ایسی شکست دی کہ ایک

---

[1] محمود خان کو بعض مورخوں (مثلاً مولف تاریخ مخزن افغانی) نے عادل خان کا بیٹا یعنی شیر خان کا پوتا لکھا ہے۔ ڈارن (DORN) نے بھتیجا لکھا ہے۔

[2] یہ تدبیر اس لحاظ سے دلچسپ ہے کہ آج بھی جنگ میں اس کو اختیار کیا جاتا ہے۔

[3] مکر یعنی تدبیر

[4] یہ بیان تشریح طلب ہے، ابتدا میں مالدیو کو اس کے مشیروں کے بیان سے اطمینان نہ ہوا ہوگا۔ بعد میں وہ لڑنے پر آمادہ ہو گیا۔ جنگ میں اس کو شکست ہوئی۔

[5] الیٹ نے جیا چندل اور گوہا پڑھا ہے۔ صہ ۴۰۵ بعض مورخین نے جے چند مل اور گوپا پڑھا ہے۔ دیکھو صولت شیر شاہی مرتبہ سید احمد مرتضیٰ۔ صہ ۸۵

پٹھان نے شیر خاں کے پاس آکر زبان افغانی میں گالیاں دے کر کہا کہ جلد سوار ہو کہ کافروں نے تیرے لشکر کو شکست دی، شیر خاں صبح کی نماز پڑھ چکا تھا، دعا میقات عشر کی پڑھتا تھا اس واسطے اس پٹھان کو کچھ جواب نہ دیا اور سواری کا گھوڑا اشارے سے منگایا۔ اتنے میں خبر فتح کی آئی کہ خواص خاں نے جٹ اور گوپال کو سارے لشکر سمیت قتل کیا۔ جب شیر خاں کو مردانگی جٹ اور گوپال کی معلوم ہوئی، تب فرمایا کہ میں نے باجرے کے ملک کے بدلے دتی کا ملک اپنے ہاتھ سے دیا تھا۔[1]

پھر خواص خاں اور عیسیٰ خاں نیازی اور کتنے ایک امیروں کو ناگور کے ملک میں چھوڑ کر مراجعت فرمائی اور خواص خاں نے جودھپور کے قلعے کے متصل اپنے نام پر ایک شہر آباد کیا اور نام اس شہر کا خواص پور رکھا اور سارا ملک ناگور اور اجمیر اور قلعہ جودھپور اور ولایت مارواڑ کی قبضے میں لایا اور مالدیو سوکرے کے قلعے میں گیا کہ گجرات کی حد میں ہے اور شیر خاں کے امیروں نے عرض کیا کہ برسات نزدیک پہنچی ہے توقف فرمائیے، شیر خاں نے اپنے امیروں سے کہا کہ برسات کو ایسے مکان میں کاٹوں کہ کچھ کام کروں، یہ کہہ کر چتوڑ کے قلعے کی طرف کوچ کیا۔ جب چتوڑ کا قلعہ بارہ کوس پر رہا تھا کہ چتوڑ کے راجہ نے کنجی بھیجی، پھر شیر خاں چتوڑ کے قلعہ میں داخل ہوا، خواص خاں کا چھوٹا بھائی شمشیر خاں اور میاں احمد سروانی اور حسین خاں وغیرہ کو چتوڑ کے قلعہ میں چھوڑا اور آپ کچھی واڑے کی طرف روانہ ہوا۔ تب اس کے بڑے بیٹے عادل خاں نے اپنے باپ سے رنتھنبور کی رخصت لی، اس وقت شیر خاں نے کہا تیری خاطر کے لئے تجھے رخصت دیتا ہوں، لیکن جلدی آیو، بہت دنوں اس قلعہ میں نہ رہنا۔ جب شیر خاں کچھی واڑے کے قلعے کے نزدیک آیا شجاعت خاں ہنڈیہ[2] کی طرف گیا۔

کالنجر کا محاصرہ

بعضے بعضے جو شجاعت خاں سے دشمنی رکھتے تھے انھوں نے شیر خاں سے عرض کیا کہ

---

[1] راجپوتانہ میں باجرے کی کاشت بکثرت ہوتی تھی۔ شیر شاہ کا اشارہ اسی طرف ہے۔

[2] ہنڈیا۔

۲۰۵۲۳

شجاعت خاں سارا لشکر اپنے ساتھ نہ رکھتا تھا اس واسطے حضور میں نہ آیا اور بہانہ کر کے ہدیہ کی طرف گیا۔ شجاعت خاں کے بیٹے میاں بایزید اور دولت خاں جو شیر خاں کے ساتھ تھے انھوں نے سارا احوال شجاعت خاں کو لکھا جب وہ کچھی واڑے سے شیر خاں کی ملازمت میں حاضر ہوا، شیر خاں نے شجاعت خاں سے موجودات طلب کی تب اس نے ساڑے ساتھ ہزار سوار کی موجودات دی، اور عرض کیا باقی سوار پرگنوں پر ہیں۔ اگر حکم ہو بلا کر ان کی بھی موجودات دوں۔ شیر خاں نے فرمایا کہ موجودات کی حاجت نہیں، معلوم ہوا فوج تیرے پاس ہے اور جنہوں نے کہ تیری بدخواہی کی تھی ان کا منہ کالا ہوا، اور شجاعت خاں کو رخصت کے وقت فرمایا، جس وقت تجھے خبر پہنچی کہ کلینجر کا قلعہ فتح ہوا تو دکھن[1] سے ضرور ضرور اپنی تیاری سے روانہ ہونا ڈھیل اور کاہلی نکرنا اور آپ کچھی واڑے سے کلینجر کی طرف چلا[2]۔ سہیدے[3] کی منزل میں پہنچا میاں دوآب سے خبر آئی کہ عالم خاں میانہ میرٹھ کے پرگنے میں یعنی ہجو[4] اور اکثر وہاں کے ملک تاراج کئے۔ شیر خاں سہپدے کی منزل سے پھر کر دو منزل پر آیا تھا، خبر پہنچی کہ فتح ہوئی۔ بھگونت غلام خواص خاں کا جو حاکم سرہند کا تھا وہ سرہند کے ضلعے میں مارا[5] پڑا۔ شیر خاں پھر کلینجر کی طرف پھرا۔ کیرت شاہ مقابلے کو نہ آیا۔ شیر خاں نے کلینجر کو مانند مرکز کے چاروں طرف سے گھیرا اور بنا دمدمے کی شروع۔ پھر تھوڑے دنوں میں وہ ایسا بلند بنا کہ قلعہ کلینجر کا پست ہوا۔ اور لوگ جو گھروں اور کوچوں میں پھرتے تھے دمدمے پر سے دکھائی دیتے تھے اور پٹھان ان ہندوں

---

[1] الیٹ نے "دکھن کو" پڑھا ہے۔ یہی صحیح ہے۔

[2] کالنجر پر حملے کی وجہ یہ تھی کہ بندیلکنڈ کا راجہ بیر سنگھ باغی ہو کر کالنجر میں پناہ گزیں ہو گیا تھا۔ شیر شاہ نے راجہ کرت راجہ کالنجر سے کہا کہ بیر سنگھ کو فوراً اس کے پاس بھیج دے۔ کرت نے یہ حکم نہ مانا، اس پر شیر شاہ کو حملہ کرنا پڑا۔ یہ سبب احمد یادگار (الیٹ ج ۵ ص ۱۰۷) نے بتلایا ہے۔

[3] الیٹ میں شاہ بندی ہے۔

[4] ہاپُڑ

[5] غلام خان میانہ کو اس نے قتل کیا۔ الیٹ ج ۴ ص ۷

کو جو نظر آتے تھے، تیر و بندوق سے مارتے تھے لیکن قلعے کے لینے میں تاخیر اس باعث سے تھی کہ راجہ کیرت سنگھ کی ایک حرم لونڈی ناچنے والی کہ اس کی تعریف شیر خاں نے بہت سی سنی تھی اور یہ ارادہ اپنے دل میں رکھتا تھا کہ کسی طرح سے وہ لونڈی میرے ہاتھ آئے۔ اگر زور سے قلعے کو لوں گا تو راجہ کیرت سنگھ مقرر جوہر کریگا اور اس لونڈی کو جلا دیگا۔[1]

شیر خان کی موت

سن نو سو بانوے[2] میں ربیع الاول کی نویں تاریخ جمعہ کے دن کھانے کے وقت پہر اڈیڑھ ایک چڑھا تھا کہ علما جو اس کے اردوئے ظفر قرین میں حاضر تھے ان کو یاد فرمایا کہ بدون علما و فضلا کے کھانا نہ کھاتا تھا۔[3] شیخ خلیل اور شیخ نظام نے کھانا کھانے میں کہا کہ کوئی عبادت برابر غزا[4] کے ساتھ کفار کے نہیں ہے، مارا جاوے تو شہید ہوا اور جیتا رہے تو غازی۔ جب شیر خاں کھانا کھانے سے فارغ ہوا، دریا خاں سروانی کو حکم کیا آتش بازی کے حقے[5] جو لڑائی کے واسطے تیار کئے ہیں لاؤ، اور آپ دمدمے پر گیا اور اپنے ہاتھ سے بہت سے تیر مارے اور بار بار کہتا تھا کہ دریا خاں نہ آیا اور بہت دیر کی جب دریا خاں نے عرض کیا کہ جنگی حقے لایا ہوں شیر خاں دمدمے سے

---

[1] اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ شیر شاہ جیسا قابل اور سمجھدار حکمران بھی کیسی رکیک حرکت کر سکتا تھا۔ ایک ناچنے والی لڑکی کی خاطر اس نے محاصرہ کو طوالت دی، اور آخر میں خود اپنی بھی جان کھودی۔

[2] صحیح نو سو باون ہے۔

[3] ہند پاکستان کے مسلمان حکمرانوں میں اکثر اپنی علم دوستی اور علماء نوازی کے لئے مشہور ہیں۔ جن حکمرانوں کو علماء و فضلاء کی صحبت سے دلچسپی تھی، وہ اکثر ان کو ساتھ بلا کر کھانا کھاتے اور علمی، ادبی اور دینی مسائل پر گفتگو کرتے تھے۔

[4] بمعنی جنگ

[5] الیٹ کا یہ قیاس صحیح معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک قسم کا "راکٹ" ہوگا، جس کے لئے بان کا لفظ استعمال ہوتا تھا حقے کی اصطلاح استعمال میں تھی، کیوں کہ راکٹ کی شکل حقہ سے بہت کچھ ملتی ہے۔

نیچے اترا اور جہاں حقے دھرے تھے وہاں آکر کھڑا ہوا اور حکم کیا کہ حقوں کو آگ دے کر کلینجر کے قلعے میں پھینکو، جب لوگ حقوں کے مارنے میں مشغول ہوئے، ارادت اللہ سے ایک حقہ قلعے پر لگ کر پھٹا اور وہاں سے پلٹا۔ جہاں حقے بہت سے دھرے تھے ان میں آکر گرا، اور یکبارگی سب حقوں میں آگ لگی اور وہ چھٹ چھٹ ہر طرف کو پراگندہ ہونے لگے۔ شیخ خلیل اور شیخ نظام اور بعضے عقلمند[1] اور اکثر لوگ جو بھاگے سو جلے، اور شیر خاں بھی نیم سوختہ ہو کر نکلا اور ایک بیٹا اس کا کہ نہایت خورد سال تھا آتش بازی کے حقوں میں کھڑا رہا لیکن قضا و قدر سے بچا۔ ——

جب شیر خاں محل میں داخل ہوا سب امرا شیر خاں کے دربار میں آکر جمع ہوئے۔ عیسیٰ خاں حجاب[2] اور سید خاں گگبور[3] کہ داماد عیسیٰ خاں حجاب کا تھا اور تحفۂ اکبر شاہی کے تالیف کرنے والے کے چچا کو محل کے اندر بلا کر حکم کیا، چاہیئے کہ میرے جیتے جی قلعے کو لو، جس وقت عیسیٰ خاں حجاب نے آکر شیر خاں کا حکم سب امیروں کو پہنچایا کہ ہر طرف سے چھڑ جاؤ اور قلعے کو فتح کر و، لوگ چاروں طرف سے مانند مور و ملخ کے قلعے پر چھڑ گئے اور ظہر کے وقت پل کے پل میں قلعے کو فتح کر قتل عام کیا اور سارے کافروں کو جہنم کو پہنچایا۔ نماز عصر کے وقت، شیر خاں کو فتح کی خبر پہنچی۔ خوشی و خورمی کا اثر شیر خاں کے چہرے سے ظاہر ہوا اور راجہ کیرت سنگ، ستر آدمی سے ایک گھر میں تھا، قطب خاں نے ساری رات اپنی ذلت سے اس گھر کی حفاظت کی۔ ایسا نہ ہو کہ راجہ کیرت سنگ جیتا بھاگے اور شیر خاں اپنے فرزندوں سے کہے کہ کسو امیر نے اس گھر کی نگہبانی نہ کی، جو راجہ کیرت سنگ جیتا بھاگا۔ گتنی مدت کا ہمارا تردد و تلاش ضایع ہوا۔ دوسرے روز سورج کے نکلتے ہی راجہ کیرت سنگ کو مارا۔ سن نو سو بانوے (باون) ہجری میں دسویں تاریخ ربیع الاول کی آدھی رات

---

[1] یہ دانشمند کا ترجمہ ہے۔ زیادہ صحیح عالم یا فاضل ہے۔ عام طور پر اس زمانہ میں عالم دین سے تمیز کرنے کی غرض سے دوسرے عالموں کو دانشمند کہتے تھے۔

[2] حاجب۔

[3] الیٹ کے مخطوطہ میں مسند خان کلکاپور ہے۔

کے بعد شیر خاں جہان فانی سے سرائے جاودانی کو گیا اور نشیمن خاک سے عالم افلاک کو پہنچا
قطعہ ؎ جو شیر شہ وہ کہ جس کی ہیبت سے گرگ و بز کی ہے ایکجا ور خورد۔ جب گیا وہ فنائے دار بقا،
تاریخ اس کی ز آتش مرد۔

دینی احکام کی پابندی

جس وقت کے زمانے نے باگ اختیار کی، شیر خاں کے ہاتھ دی تھی اور ہندوستان کے ملک اس کے قابو میں آئے تھے اور واسطے دور کرنے ظلم و تعدی کے اور دفع کرنے فسق و فجور کے اور ملکوں کے آباد ہونے اور امنیت راہ اور آسودگی سوداگر اور سپاہیوں کی، بعضے قاعدے اپنی عقل کے قوت سے نکالے تھے اور بعضے حکیموں کی کتابوں سے وضع کئے تھے ان پر عمل کرتا تھا اور تجربہ سے معلوم کیا کہ موجب رفاہیت ان میں تھا اکثر اوقات شیر خاں کہتا: پادشاہوں کو چاہیئے کہ صفحہ احوال پر لکھیں[1] انو نوکر اور رعیت عبادت کی طرف رغبت کریں اور جو طاعت و گناہ کہ نوکر و رعیت سے وقوع میں آتا ہے اس میں پادشاہ بھی شریک ہیں اور فسق فجور، فتوحات کے ظاہر ہونے کے مانع ہیں اور ساتھ اس لشکر بخشش اور نعمت کے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پادشاہوں کے حکم کا مطیع کیا[2]۔ پس پادشاہوں کو نچاہیئے کہ خلاف حق تعالیٰ کے حکم کا کریں۔

---

[1] الیٹ کے ترجمہ میں (CHARACTERS OF RELIGION) (یعنی حرف عبادت) زیادہ ہیں۔

[2] غالباً اس میں اشارہ اس آیہ کریمہ کی طرف ہے۔ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم

قطعہ

جو بندے حق کے سب ترا فرمان کریں قبول   فرمان حق کو مان لے اور بندگی بھی کر
باندھے کمر ہے حق کی اطاعت کو جو ملک   خدمت کو اس کی باندھے ہی پھر خلق بھی کمر

شیر شاہ کا نظام الاوقات

جزوی و کلی جہات امورِ ملکی میں شیر شاہ آپ متوجہ ہوتا تھا اور عبادت اوقات کو عبادت سے خالی نہ رکھتا تھا، اور رات دن ہر ایک کام کے واسطے مقسوم تھا، لوگ مقرر تھے کہ جب پہر رات باقی رہتی اسے جگا دیتے اور وہ اٹھ کر ہر شب نہاتا، بعد اس کے تہجد کی نماز ادا کر کے ادعیہ میں مشغول ہوتا۔ جب اس سے فراغت پاتا پھر چار گھڑی کامل کاغذ کارخانہ جات کا سنتا اور ارکان دولت کارخانہ جات کی جو مہم ہوتی عرض کرتے، جو کچھ حکم ہوتا اسے دستور العمل اپنا مقرر کر کے اس پر عمل کرتے۔ پھر کچھ پوچھنے کی احتیاج نہ ہوتی اور جب وقت صبح صادق ہوتی پھر تازہ وضو کرتا اور بہت سی جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتا۔ بعد اس کے مسبعات عشر اور اوردعائیں پڑھتا، امرا اور سپاہی آ آ کر سلام کرتے اور نقیب، نام بنام عرض کرتا کہ فلاں شخص اور فلانے کا بیٹا سلام کرتا ہے، بعد اس کے جب ایک گھڑی گذرتی اور آفتاب نکلتا، عشراق[1] کی نماز پڑھتا اور امرا اور سپاہیوں سے پوچھتا، جو کوئی جاگیر نہیں رکھتا، عرض کرتا کہ مہم سے آگے ہی اس کی جائیداد کا فکر کروں، جو کوئی مہم کے وقت عرض کرے گا وہ سزا کو پہنچے گا، بعد اس کے پوچھتا کوئی مظلوم وستم رسیدہ ہے تو اس کی داد دوں۔

عدل وانصاف

شیر خاں بڑا عادل تھا اور اکثر اوقات فرماتا کہ عدل ہر دین میں بہتر ہے اور کفر و اسلام کے بادشاہوں کے نزدیک بھی خوب ہے کوئی طاعت اور عبادت برابر عدل کے نہیں ہے اور کفر و اسلام کے سب فریق مستحق عدالت ہیں، اگر پادشاہ کے عدل کا سایہ خلق کے

---

[1] اشراق ہونا چاہیئے۔

سروں سے دور ہوئے تو گرہ جمعیت اور آبادی کی کھل جائے[1] اور صاحب زور و شوکت مسکین و غریب کو ہلاک کریں اور جو کچھ بھی کاہلی ارکان دولت سے ظہور میں آوے تو سبب ملک کے زوال کا ہے اور طمع دنیوی کو سپاہی اور رعیت کے حق میں زور و قوت کے باعث اور فوج و حشم کی بہتایت سے راہ نہ دے اور مظلوم اور ستم رسیدہ کے تیر آہ سے پرہیز کرے۔

بیت

فولاد کی زرہ سے اگر گزرے تیر ابتر ۔۔۔ پیکان آہ گذرے ہے کوہ حدید سے

شیر شاہ خود معاملات پر توجہ دیتا اور اس کو ضروری سمجھتا تھا

اور چاہیئے کہ آپ بذاتہی[2] مہمات اور امور ملکی میں متوجہ ہو اور ہر ایک کام کے واسطے رات دن میں ایک ایک وقت مقرر کرے اور تساہل و کاہلی کو اپنے نزدیک راہ نہ دے۔ اہل دولت کو چاہیئے کہ اکثر اوقات خبردار رہے اور بلند مرتبے اور علو جاہ کے باعث امور ملکی کو تھوڑا اور حقیر نہ جانے۔ اور ارکان دولت پر اعتماد نہ کرے۔ اور سلاطین عصر کے احوال سے ہمیشہ خبردار رہتا تھا اور ان کے ہر قول و فعل سے اور ان کے ارکان دولت سے جو کچھ وقوع میں آتا تھا محک امتحان پر تجربہ کرتا تھا، تو کھرا کسوٹی پر نپاتا، اس باعث سے کہ علو مرتبہ اور بلند پایہ اور خاندان کی بزرگی سے ان کی علو ہمت کی نظر میں امور مملکت کی مہمات تھوڑی اور حقیر نظر آئی تھی، اس واسطے ارکان دولت کو سونپتے تھے، اور آپ عیش میں رہتے تھے، اور ان کے ارکان دولت نے طمع دنیوی کے باعث مہمات کا مدار، رشوت کے لینے پر مقرر کیا تھا او دولت کے غرّے سے قدم حد سے باہر رکھتے تھے۔

---

[1] یعنی شیرازہ بکھر جائے۔

[2] بذاتہ۔

میرے تئیں جو دولت ہاتھ آئی پادشاہ عصر کے ارکان دولت کے رشوت کے لینے کا باعث تھا۔[1] پادشاہ کا وکیل و وزیر راشی نہو، رشوت لینے والا زبون ہے، رشوت دینے والے سے اور جو بات کہ زبون ہے مناسب وزارت کے نہیں ہے، کہ وہ اہل غرض ہے اور اہل غرض سے دولتخواہی اور واجبی جمیع جہمات میں مسدود ہے۔ جب شیر خان کی دولت کا نہال، بالیدگی پر آیا اور اقبال و دولت نے اس کی یاوری کی، تب وہ رعیت اور سپاہی اور سوداگر کا احوال آپ معلوم کرتا تھا اور غربا سے آپ ہم کلام ہوتا اور داد خواہ کے احوال سننے سے نہ گھبراتا اور مظلوم و داد خواہ کی حقیقت بخوبی معلوم کرتا اور کسو ظالم کی ہرگز طرف داری نکرتا اگرچہ کوئی عزیز قرابت قریبہ سے یا بیٹا یا کوئی امیر نامی جو اس کا ہم قوم ہوتا تو اس ظالم کی سیاست میں ڈھیل اور کاہلی نکرتا اور کہتا کہ حاکموں اور پادشاہوں کے پاس آدمیوں میں بڑا دشمن ظالم برابر نہیں ہے، دو وجہ سے ایک یہ جور و جفا کے باعث زوال دولت و نعمت کا ہے اور دنیا میں پادشاہ کو بدنامی ہے اور عقبیٰ میں موجب ندامت کا اور دوسرے ویران ہونا ملک کا اور خرابی رعیت کی اور کم حاصل ہونا محصول کا اور سب پادشاہ اپنے ملازموں کو بہ نسبت ساری خلق کے سرفراز و ممتاز جو کرتے ہیں اپنے احکام جاری ہونے اور دولتخواہی کے باعث سے اگر ان سے کوئی حرکت بد وقوع میں آوے اور وہ کچھ اندیشہ پادشاہ کے حکم کی دہشت اور دبدبے کا دل میں نہ لاویں اور اپنے ولی نعمت کے حقوق کو بھول کر حرکات بد پر مستعد ہوں تو باعث زوال دولت اور بدنامی ولی نعمت کی ہے۔ ایسے لوگوں کو سزا اور عذاب کرنا واجب ہے۔ تا اوروں کو دہشت ہووے اور ظلم و ستم سے باز آویں اور راہ فتنے کی بند

[1] حکمرانی کے اصولوں یہ مسئلہ بہت اہمیت رکھتا ہے، جو حکمران، امور سلطنت کو دوسروں کے ہاتھ میں چھوڑ کر خود آرام طلبی اختیار کر لیتے ہیں، ان کے معاملات بہت جلد بگڑنے لگتے ہیں۔ شیر شاہ کا اشارہ

غالباً ہمایوں کے امرا کی طرف ہے۔ ہماری سیاسی تاریخ کا یہ ایک تاریک باب ہے کہ شاذ و نادر ہی کوئی زمانہ گذرا ہوگا۔ جبکہ وزرار و حکام وغیرہ کا دامن، رشوت ستانی سے کلیتہً پاک رہا ہو۔

ہو وے۔

شیر شاہ کی اصلاحات

بعضے قاعدے جو شیر خاں نے نکالے تھے کہ آگے آستے نہ تھے جیسے کہ داغ[1] کہتا تھا کہ اس کا موجد میں ہوں۔ جس وقت کہ امیر اور سپاہی کے حق میں آقا کو فرق معلوم ہوتا ہے تب کوئی امیر حق سپاہی کا نہیں رکھ سکتا اور وہ اپنی جائے داد کے موافق لوگ رکھے گا اور کم و زیادہ نہ کر سکے گا۔ سلطان ابراہیم کے عصر میں اور بعد اس کے میں دیکھتا تھا جو امیر کہ دوں ہمت تھے انہوں نے مکر اور جھوٹ بولنا اپنا وتیرہ کیا تھا، جس وقت کہ قرار داد درماہے کا ہوتا تو بہت سی فوج دیکھاتے اور جب جائے داد ان کے ہاتھ آتی بیشتر سپاہیوں کو حق نہ دے کر جواب دیتے اور تھوڑے سے لوگ ضروری رکھتے اور حق ان کا بھی سب کا سب نہ دیتے، آقا کے کام بگڑنے اور حرام خوری میں اندیشہ نہ کرتے تھے اور جو آقا وقت غرض کے لشکر و محلہ طلب کرتا تو رسالدار پرائے گھوڑے لا کر دیکھا دیتے اور روپئے اپنے اپنے خزانے میں جمع کرتے۔ لیکن کام کے وقت تھوڑے لوگوں کے باعث سے بھاگنا اختیار کرتے اور روپئے ان کے پاس رہتے اور آقا کا کام ضائع ہوتا اور وہ اسی ذریعے اپنا سامان درست کر ایک اور کے پاس جا نوکر ہوتے اور

---

[1] داغ۔ جاگیرداروں اور فوج کے افسروں کی یہ عام عادت تھی کہ گھوڑوں کی تعداد میں کمی کر دیتے لیکن حکومت سے سب کا خرچ وصول کر لیتے۔ یہ بھی کرتے کہ عمدہ گھوڑے فروخت کر کے معائنہ کے وقت سستے جانور لے آتے اور رشوت وغیرہ کے ذریعہ اپنا کام نکال لیتے۔ اس کا علاج سلطان علاء الدین نے داغ کی ایجاد سے کیا۔ یعنی جملہ ان گھوڑوں کو جو حکومت کی طرف سے دیے جاتے انکو داغ دیا جاتا۔ یہ حقیقتاً بہت اہم اصلاح تھی، علاء الدین کے بعد رفتہ رفتہ اس کا رواج کم ہوتا گیا۔ شیر شاہ نے اسکو دوبارہ جاری کیا اور وہ اسکو بہت اہم سمجھتا تھا، یہ تو صحیح نہیں کہ داغ کا موجد شیر شاہ تھا لیکن ابو الفضل کی اس رائے سے بھی اتفاق کرنا مشکل ہے کہ "شیر شاہ ..... اندکے از تدبیر ہائے بسیار سلطان علاء الدین را کہ در تاریخ فیروز شاہی تفصیل یافتہ است بعمل آوردہ" ابو الفضل کی کوشش یہ ہے کہ اکبری اصلاحات کی اہمیت بڑھانے کے لئے شیر شاہ کے کارناموں کو کم کر کے دکھلایا جائے۔ تاریخ کے طلبہ کو ابو الفضل کی اس ترکیب سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔

آقا کے برباد ہونے سے ان کو کچھ آسیب پہنچتا۔ جس وقت کہ اقبال دولت نے میری یاوری کی اور میں جو امیر وسپاہی کے مکر وحیلے سے خبردار تھا نہایت سوچ اور فکر کے بعد میں نے "داغ" کو ایجاد کیا کہ امیر وسپاہی کے مکر وتغلب کی راہ مسدود ہووے، اور امرا اپنی جائے داد کے موافق سپاہی رکھیں اور سپاہیوں کے حقمیں تصرف نکریں، اور محلہ دیکھانے کے وقت اور سپاہی کا گھوڑا نلاویں اور یہ قاعدہ شیرخاں کا تھا کہ بے داغ کسو کو درماہہ ندیتا تھا۔ یہاں تلک کہ حلال خور اور محل کی رنڈی یوں کو بھی بغیر داغ کے کچھ ندیتا تھا اور سپاہیوں کے چہرے[1] کا خط وخال اور گھوڑے کا رنگ ونشان لکھائے تھے اور الوفہ (علوفہ) سپاہیوں کا اپنی زبان سے کہتا تھا بعد اس کے اپنے روبرو گھوڑے کو داغ کرتا اور نماز عشراق (اشراق) کے بعد باہر آتا اور دیوان عام میں بیٹھ کر کتنے کام کرتا اور نوکر نگاہداشت سے ہر ایک سپاہی کا درماہہ اپنی زبان سے بیان کرتا اور گھوڑوں کو اپنے روبرو داغ کرتا اور قدیم نوکروں کو عرضیاں وہاں لیتا اور پٹھانوں سے پشتو کی زبان میں باتیں کرتا، جو کہ جواب بخوبی دیتا اسے حکم کرتا کہ کمان کھینچ اگر اس سے کشش کمان کی خوب ہوتی تو درماہہ اس کا سب کی نسبت زیادہ کرتا اور اسے کہتا کہ میں زبان پشتو کو دوست رکھتا ہوں[2] سوا اطراف کے ملک کے خزانے کی موجودات اسی مکان میں لیتا اور راجا یا وکیل امیروں کے یا زمیندار یا ایلچی اور ملکوں کے پادشاہوں کے جو اس کے لشکر میں آتے، ان کا بھی احوال اسی مکان میں سنتا اور اپنی دانائی سے ہر ایک کے جواب میں جو کچھ منشی کو حکم کرتا وہ لکھتا۔ جس وقت سوا پہر دن چڑھتا، وہاں سے اٹھتا اور کھانا علما ومشایخ کے ساتھ کھاتا، بعد کھانے کے آگر اسی کام میں مصروف ہوتا جب دوپہر ہوتی تو قیلولہ کرتا کہ سنت ہے۔ بعد قیلولے کے ظہر کی نماز بہت ہی جماعت سے ادا کرتا بعد

---

[1] چہرہ - ہر سپاہی کا حلیہ بالتفصیل لکھا جاتا۔ یہ اس لئے ضروری تھا کہ اکثر لوگ پوری تعداد سپاہیوں کی نہ رکھتے اور معائنہ کے وقت دوسرے آدمی کرایہ کے لاکر پیش کر دیتے۔ شیرشاہ نے چہرہ یعنی حلیہ لکھنے کو رواج دے کر اس شرارت کا سد باب کیا۔

[2] یہ عجیب ہے کہ اگرچہ وہ پشتو کو دوست رکھتا تھا، پھر بھی اس کی ترویج وترقی کے لئے کوئی عملی اقدام نہیں کیا۔

اس کے تلاوت قرآن شریف کی کرتا اور اس سے فراغت کر پھر اسی کام میں اوقات صرف کرتا اور سفر و حضر میں جو وقت مقرر کئے تھے ان میں خلل نہ ہوتا۔

زرعی اصلاحات

قاعدہ زر کے تحصیل کرنے کا رعیت سے اور آبادی ملک کی اس طور پر مقرر کی تھی کہ ہر ایک پرگنے میں ایک امین[1] اور ایک فوطہ دار اور ایک ہندی نویس اور ایک فارسی نویس مقرر تھا[2] اور حکم اس طرح سے کرتا تھا کہ سال بسال جریب کریں اور موافق جریب کے زر لیویں کہ آبادی کا مدار دریزہ رعیت پر ہے۔ عامل و مقدم ان پر ظلم و ستم نکریں۔ پیشتر اس کے جریب سال بسال مقرر نہتی اور ہر پرگنے میں قانون(ن) گو رکھا تھا کہ پرگنے کا احوال گذشتہ دہیتے اس سے تحقیق کر کے اور ہر سرکار حال سے خبردار رہے کہ رعیت کو نستاویں اور پادشاہ کے مال میں خیانت نکریں۔ اگر پادشاہی پرگنوں کے عاملوں میں حدود حدود پر یا اس کے سوا نزاع کسو نوع کی ہو ممانعت کریں کہ پادشاہی کاموں میں خلل نہووے اور جو رعیت حرام خوری اور سرکشی کے باعث پیسے کے دینے میں خلل کرے تو اس رعیت کی ہر ایک طرح کے عذاب سے بیخ و بنیاد اکھاڑیں تو بری ان کی اوروں میں اثر نکرے۔ اور یہ معمول تھا برس دو برس کے بعد اپنے عاملوں کو تغیر کرتا اور ان کی جاگہہ اور عاملوں کو بھیجتا اور اور کہتا میں نے بہت سا امتحان و تجربہ کیا ہے اور جو کچھ فائدہ اور پیسا عمل داری میں حاصل ہوتا ہے وہ کسو کسب میں نا نہیں ہوتا۔ اس واسطے اچھے لوگ قدیم نوکر دولتخواہی جو کارآزمودہ ہیں ان کو عامل مقرر کرتا ہوں تا بہرہ کلی ان کو حاصل ہووے۔ دو برس کے بعد ان کو تغیر کرتا ہوں اور ایسے ہی لوگ پھر بھیجتا ہوں تا یہ بھی فائدہ مند ہوں اور میری پادشاہت میں میرے قدیم نوکروں سے

---

[1] الیٹ نے امیر پڑھا ہے اور فوطہ دار کی جگہ اس نے شق دار لکھا ہے۔ دیکھو جلد چہارم صہ ۴۱۳

[2] واقعات مشتاقی میں، پرگنوں کی تعداد، ایک لاکھ سولہ ہزار بتلائی گئی ہے۔ شیر شاہ نے کل سلطنت کو بنگالہ کے علاوہ سینتالیس اقطاع یا حصوں میں تقسیم کیا تھا۔

سب کو نفع ہووے تا وے آسودہ ہوں اور ان کو خوشی و خرمی حاصل ہو۔

فوجی انتظام اور اہم تقررات

اس قدر فوجیں ساتھ سامان تمام کے آسودہ حال ہر سال ملازمت میں آئی تھیں کہ جن کا حد و شمار تخمینے سے باہر تھا کہ ہر روز زیادہ ہوتیں تھیں اور قاعدہ یہ تھا کہ لشکر ملکوں کی نگہبانی کے واسطے اور رازنوں کے سرنگوں رکھنے کو اور اس شخص کے جو ملک خالی دیکھ ارادہ نافرمانی و ملک گیری کا کرے یہ لشکر کا قاعدہ مقرر کیا تھا کہ ایک لاکھ پچاس ہزار سوار اور پچیس ہزار پیادے بندوقچی توڑہ دار ہمیشہ رکاب سعادت مآب میں رکھتا تھا اور بعضے سفر میں اپنے ساتھ زیادہ فوج رکھتا تھا اور بعضے سفر میں اپنے ساتھ زیادہ فوج رکھتا تھا اور ایک بڑی فوج ہیبت خاں نیازی کہ خطاب اس کا اعظم ہمایوں رکھا تھا اور وہ تیس ہزار سوار کا سردار اپنے رہتاس کے قلعے میں کہ بال ناتھ جوگی کے ٹیلہ کے قریب جو مرکوب گکھڑوں اور کشمیر کے ملک کا ہے رکھا تھا اور دیپال پور اور ملتان کہ فتح جنگ خاں کو سونپا تھا اس میں خزانہ بہت سا رکھا ہوا تھا اور ملوت کے قلعے میں کہ تاتار خاں یوسف خیل سلطان بہلول نے بنا گیا تھا[۱] حمید خاں گاگڑ کو وہاں متعین کیا تھا اور اسی حمید خاں نے نگرکوٹ کا پہاڑ اور جوجالا، اور دہ دوال و جمو وغیرہ تمام پہاڑوں کو ایسا قابو میں کیا تھا کہ کسو شخص کو مجال دم مارنے کی نہتی اور جریب کر کے پہاڑوں سے زر وصول کرتا تھا اور سرہند کی سرکار جو مسند عالی خواص خاں کی جاگیر میں مرحمت فرمائی تھی مسند عالی نے وہ سرکار اپنے غلام بھگونت کو سونپی تھی اور دار الخلافہ دہلی میں میاں احمد سروانی کو امین اور عادل خان کو شق دار اور حاتم خان کو فوجدار مقرر کیا تھا، جب سنبھل کے رہنے والوں نے نصیر خان کے ظلم و تعدی سے فریاد[۲] کی تب مسند عالی عیسٰی خاں جو بیٹا مسند عالی ہیبت خاں اور پوتا مسند عالی گکھو سروانی کہ خطاب جس کا اعظم خاں اور مشیر و مصاحب سلطان بہلول اور سلطان سکندر کا تھا، سنبھل کی سرکار کا اسے حاکم کیا

---

[۱] صحیح ترجمہ یہ ہوگا: تاتار خاں یوسف خیل نے سلطان بہلول لودی کے زمانہ میں بنوایا تھا۔

[۲] الیٹ نے فریاد کو غالباً فرار پڑھا ہے۔ کیوں کہ اس کے ترجمے میں "بھاگ گئے" کے الفاظ موجود ہیں۔

اور فرمایا کہ پرگنہ کانت کا اور گولا اور ملکبھر[1] کا تیرے قدیم سواروں کے کس و کے واسطے بطور صحنک[2] کے مقرر کیا ہے اور پانچ ہزار سوار نئے نوکر رکھ' اس واسطے کہ سنبھل کی سرکار میں لوگ متفنی اور شورہ پشت ہیں اور رعایائے اس سرکار کے اکثر لوگ سرکش اور مواس ہیں' نزاع اور دشمنی حاکموں کے ساتھ ان کی طینت میں ہے۔ جب مسند عالی عیسیٰ خاں وہاں پہنچا اس دلیری و شجاعت کے شیر نے اس اطراف کے زمیندار اور سرکشوں کو بزور شمشیر ایسا عاجز کیا تھا کہ جس جنگل کو مانند فرزندوں کے پالتے تھے سر دھن دھن اپنے ہاتھ سے کاٹ تے تھے افسوس کرتے تھے اور آہ سرد حسرت سے بھرتے تھے اور بار بار چوری اور قزاقی سے توبہ کرتے تھے اور موافق جریب کے اس شہر کے گرد کی رعیت جیبا دے تی تھی۔ شیر خاں کہتا تھا کہ مسند عالی عیسیٰ خاں اور میاں احمد سربنی (سروانی)، ان دونوں سروانی کے سبب سرکار دگی سے لکھنؤ تلک میری خاطر جمع ہوئی۔ ور بیرک نیازی کہ قنوج کا شقدار تھا، سرکش اور رہ زن جو ملکوسہ کے پرگنے کے تھے ایسا ان کو قابو میں لایا تھا کہ خلاف اس کے حکم کے دم نہ مار سکتے تھے اور گوالیر کے قلعے میں ہزار بندوقچی رکھا تھا اور بیانے کے قلعے میں پانچسو بندوقچی اور رنتھمبور کے قلعے میں سولہ سو بندوقچی اور چتور کے قلعے میں ہزار بندوقچی اور شادیا باد کہ منڈو مشہور ہے، شجاعت خاں کو اس میں ساتھ (سات) ہزار بندوقچی سے رکھا تھا اور رائے سین قلعے میں ہزار بندوقچی اور چنار کے قلعے میں ہزار بندوقچی' بہار کے ملک کے پاس بڑے رہتاس کے قلعے میں اختیار خاں بیٹی کو دو ہزار بندوقچی سے رکھا تھا اور خزانہ کہ بیحد و شمار تھا اسی قلعہ میں رکھا تھا اور دھنڈھیرہ[3] کے ملک میں ایک فوج رکھی تھی۔ خواص خاں اور عیسیٰ خاں کو ناگوار اور جودھپور اور اجمیر کا ملک سونپا تھا اور کالپی کی سرکار میں ایک فوج تھی اور بنگالے کے ملک کو طوایف الملوک کیا تھا اور قاضی فضیلت کو اوباش لونڈوں نے جو قاضی فضیحت

---

[1] الیٹ (۴۱۵۳) میں تلہر ہے۔ جو صحیح معلوم ہوتا ہے۔

[2] یہ صحن کا تصغیر ہے اور رکابی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

[3] الیٹ نے بہدوریہ پڑھا ہے۔

مشہور کیا تھا اور قاضی نضیلت امین مقرر کیا۔ ہر ایک مکان میں اس کے مناسب حال کو دیکھ کر فوج رکھی تھی۔ یہ فوجیں جو اپنی جاگیر میں آسودہ حال اور فارغ البال تھیں ایک مدت کے بعد ان کو بلاتا اور ان کی عوض جو امرا، لشکر ظفر قرین میں رنج و مشقت کھینچتے تھے ان کو بھیجتا اور ہر مقام میں عدالت کی رعایت کرتا اور ہمیشہ قواعد خیر کے ایجاد میں کہ جینے مرنے آثار فیض و برکت کے عامل کی روح کو پہنچے[1] مشغول رہتا۔

شاہراہوں وغیرہ کی تعمیر اور مرمت، سرائیں

اور مسافران پیماپہ اور راہ کی امن کے واسطے سر راہ چار رستوں پر سرائیں بنائیں تھیں۔ ایک رستہ قلعے سے پنجاب کے کہ شیر خاں نے بنایا تھا وہاں سے سنار گاؤں تلک جو بنگالے کے ملک میں دریائے شور سے پانچ منزل کے فاصلے پر ہے۔ دوسرا آگرے سے تا برہان پور جو دکھن کے ملک کی سرحد میں ہے۔ تیسرا آگرے سے جودھ پور اور چیتوڑ تلک۔ چوتھا لاہور سے تا ملتان، ہمہ گی ایک ہزار سات سو سرائے تھی اور ہر سرائیں ہندو مسلمان کے واسطے گھر بنائے تھے اور ہر سرائے کے دروازے پر مٹکے پانی کے بھرے رہتے اور ہندو مسلمان کو پلاتے اور ہر سرائے میں مسلمانوں کے واسطے مسلمانوں کو آباد کیا تھا اور ہندویوں کے واسطے برہمنوں کو پانی منہ ہاتھ دھونے کو گرم اور پی نیکو سرد اور چارپائی کھانا اور دانا گھوڑوں کا پکا ہوا دینے اور مقرر تھا جو کوئی ان سراؤں میں اترتا اس کی قدر کے موافق کھانا اور اس کے چوپائے کے لئے دانا گھاس سرکار سے ملتا اور ہر سرائے میں خرید فروخت کے واسطے بازار بنایا تھا اور فی سرائے ایک گاؤں آباد کیا تھا اور فی سرائے ایک کوآ (کنواں) اور جامع مسجد اینٹوں کی پکی بنوائی تھی اور ایک امام اور موذن ہر مسجد میں مقرر تھا اور ایک کو توال[2] اور کتنے ایک چوکی دار تھے اور مدد معاش ان میں سے ہر ایک کی اس سرائے

---

[1] مترجم کی عبارت صاف نہیں۔ الیٹ نے جو ترجمہ کیا ہے، وہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسے کار خیر کرتا جن کا فیض اس کی زندگی ہی میں نہیں بلکہ بعد میں بھی جاری رہنے والا تھا۔

[2] اصل نسخہ میں شحنہ کا لفظ۔ اس کا ترجمہ کوتوال ہو سکتا ہے، لیکن انگریزی مترجم ڈھوکا ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کے پہلو میں مقرر کی تھی اور ہر سرائے میں دو گھوڑے بندھے رہتے تھے کہ راہ دور کی خبر ایک روز میں پہنچتی تھی اور اس طرح سے سنا ہے کہ ایک[1] روز حسین خاں شقدار[2] کو ضرورت پیش آئی، تین سو کوس راہ اس نے طے کی اور رستے کے دونوں طرف میوے کے درخت سایہ دار لگائے تھے کہ گرم ہوائیں درختوں کی چھاؤں چھاؤں مسافر راہ چلیں تو راہ چلنے میں قرار آرام پاویں اور اگر سرائے میں اتریں تو ان درختوں کے نیچے گھوڑوں کو باندھیں اور ایک قلعہ خراسان کی راہ میں کہ سرکوب کشمیر اور گکھڑوں کے ملک پر تھا اور بال ناتھ جوگی کے ٹیلے کے پاس اور دریائے دھنہ سے تین چار کوس اور لاہور سے تخمیناً ساٹھ کوس پر تھا نہایت مضبوط و استوار کہ کسو جہاں دیدے کی آنکھ نے ایسا قلعہ کم دیکھا ہوگا بنایا تھا اور بہت روپئے اس پر لگائے تھے۔ میں جو عباس لکھو سروانی مولف تحفۂ اکبر شاہی کا ہوں میں نے شیر خاں کے احوال کے نقل کرنے والے اور روایت کرنے والوں سے اس طرح سنا ہے قلعہ بنانے کے وقت پتھر ملتا تھا وہاں کے محصلوں نے اپنی وجیب العرض میں لکھا کہ پتھر ہاتھ نہیں آتا اور اگر بہم پہنچتا ہے تو نہایت گراں قیمت کو، شیر خاں نے اہالیان کی عرضی کے جواب میں لکھا 'زر کی طمع سے میرا حکم نہ پھرے گا۔ سونے کے برابر پتھر لو اور قلعہ بناؤ' اور نام اس کا چھوٹا رہتاس[3] رکھا' اور دارالخلافت دہلی کا شہر جمنا سے دور تھا' اسے ویران کر جمنا

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) کوتوال ایک خاص عہدہ تھا، شحنہ بھی ایک عہدہ تھا لیکن یہ عمومی طور پر سپرنٹنڈنٹ کیلئے استعمال ہوتا تھا اور یہاں بھی بہرحال کوتوال کی ضرورت ہر سرائے میں نہ تھی بلکہ مراد اس افسر سے ہے جس کے سپرد اس کا انتظام تھا۔

[1] یہ ذکر دلچسپی سے خالی نہیں کہ الیٹ نے اس جملہ کا مطلب یہ سمجھا کہ حسین خان نے تین سو کوس کا فاصلہ ایک روز میں طے کیا۔ یہاں تو مترجم کا مطلب اس قدر صاف ہے کہ تشریح کی ضرورت نہیں۔ ایک روز سے مطلب 'ایک دفعہ' ہے۔ واقعات مشتاقی نے گوڑ سے چتوڑ تک کے فاصلہ کو تین روز میں طے کرنے کا ذکر کیا ہے۔ یہ بھی مبالغہ آمیز بیان ہے۔ بہرحال یہاں تو مصنف کا مقصد یہ ہے کہ تین سو کوس کے راستہ پر میوہ دار درخت تھے۔

[2] بعض نسخوں میں شقدار کی بجائے طشت دار ہے۔

[3] تاریخ داؤدی میں 'نیا روہتاس' ہے۔

کے کنارے آباد کیا اور فرمایا ایسے دو قلعے اس شہر میں تیار کریں[1] کہ مضبوطی میں مانند پہاڑ کے اور بلندی میں ثریا شکوہ ہوویں۔ چھوٹا قلعہ کہ جاگہ حاکم کے بیٹھنے کی اور سنگین مسجد کہ اس کی نقاشی میں شنجرف و لاجورد اور سونا نہایت خرچ ہوا اور دوسرا قلعہ ابھی تمام نہ ہوا تھا کہ دار فنا سے دار بقا کو کو رحلت فرمائی' اور قنوج کے شہر کو جو ہند کا قدیم تخت گاہ تھا اسے ویران کر ایک مسجد کہ پیش از فتح کے نیت کی تھی بنائی اور ایک قلعہ خشتی اس شہر میں تیار کر نام اس شہر کا شیر گیر[2] رکھا۔ لیکن شہر قنوج کے ویران کرنے کی وجہ معلوم نہ ہوئی۔ اور قلعہ بھرکھندے کا بنایا اور ایک قلعے کی بنا کر کے نام اس کا شہر کوہ رکھا۔

انسداد جرائم اور قیام امن کے لئے اقدامات

اور فرماتا تھا اگر میری زیست نے وفا کی' ہر سرکار کے مناسب حال کو دیکھ کر قلعے بناؤں گا کہ ایام حوادث میں پشت پناہ مظلوموں کے اور سرکوب سرکشوں کے ہیں' اور سرائیں کہ کچی بنی ہیں سب کو پختہ بناؤں گا اور واسطے حفاظت و امن راہ اور خطرۂ دزد و رہزن کے سوا ایسا قاعدہ[3] (قاعدہ) ایجاد کروں اور اپنے حاکموں کو تاکید تمام سے حکم فرماؤں اگر چوری اور رہ زنی میرے ملک میں ہوگی اور وہ شخص معلوم نہ ہوگا۔ تو جو کچھ چور اور قضاق[4] لے گئے ہوں گے اور وہ کسو گاؤں کی حد میں دریافت نہ ہوں گے تو چاروں حد کے مقدموں کو پکڑ ہم تاوان دلوائیں گے اور اگر بعد تاوان کے مقدموں نے چور اور قضاق پیدا کئے اور مکان ان کے دیکھا دیے کہ جس گاؤں میں چور اور رہ زن رہتے ہیں ان کو پکڑ کر مقدم کا تاوان پھیر دلوا دیں گے اور چور اور قضاقوں کو موافق شرع شریف کے سیاست میں گرفتار کریں گے اور اگر خون ہوا ہو اور

[1] مترجم نے اس دیوار کا ذکر نہیں کیا جو دفاع کیلئے شہر کے چاروں طرف بنائی۔ دیکھو الیٹ جلد چہارم ص ۴۱۹

[2] الیٹ نے شیر سور پڑھا ہے۔

[3] یہ صاف املا کی غلطی ہے۔

[4] اس کا املا بھی قزاق ہونا چاہیئے۔

قاتل اس کا معلوم نہو گا تو بتفصیل مذکور کے مقدموںؓ کو پکڑ اور قید کرا تنی مہلت دیں گے کہ قاتل کو پیدا کریں اگر اسے پیدا کیا یا اس کے رہنے کی جاگہ بتائی تو مقدموں کو چھوڑ دیں گے اور قاتل کو قتل کریں گے۔ اگر مقدموں کے گاؤں کی حد میں خون ہوا تھا اور وہ کسو غیر پر ثابت نکر سکیں تو مقدموں کو قتل کریں گےؔ۔ ہیں جو اپنے باپ کے عہد دولت میں شقدار تاندھا اور رہتہو کے پرگنے کا تھا مقدموں اور رہ زنوں اور چوروں سے میں نے خوب تحقیق کیا اور امتحان و تجربہ میں لایا کہ چوری اور رہ زنی بے اتفاق مقدم کے عمل میں نہیں آتی اور جو بطور ندرت کے مقدم کے اس کے گاؤں کی حد میں چوری اور رہ زنی ہوئی اور بعد کتنے روزوں کے وہ تجسس و تفحص کرے تو البتہ چوری اور رہ زنی کی خبر پاوے گا اس واسطے کہ گاؤں کے مقدم اور زمیندار جانتے ہیں کہ فلانے گاؤں میں قضاق رہتے ہیں اور وہ باہم نسبت عزیزی اور خویشی اور آشنائی کی رکھتے ہیں اس باعث سے ان کو خبر پہنچتی ہے، تحقیق کہ چوری اور رہ زنی یا مقدم کے سبب ہے یا مقدم جانتا ہے اور جو مقدم رہ زنوں اور چوروں یا ان کے رکھنے والوں کو حاکم سے مخفی رکھے اور ظاہر نکرے تو ازراہ توڑے اور سیاست کے مقدم کو قتل کیا چاہیئے تا اور ڈاکر افعال بد سے پرہیز کریں۔ شیر خاں اور اسلام خاں کے عصر میں مقدم اپنے گاؤں کی حد

لہ مقدم۔ اسلامی حکومت کے ابتدائی دور سے گاؤں وغیرہ کے انتظامات کے سلسلہ میں وہاں کے سربرآوردہ لوگوں سے کام لیا جاتا تھا، ان لوگوں میں تین نام تاریخی کتابوں میں ملتے ہیں، یعنی چودہری، مقوطہ اور مقدم۔ شیر شاہ نے یہ تدبیر کی کہ مجرموں کو تلاش کرنے کی ذمہ داری ان مقدموں پر ڈالی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اکثر یہ لوگ خود مجرموں کے ساتھ شریک ہوتے تھے یا ان کی سرپرستی کرتے تھے۔

سہ بادی النظر میں تو یہ طریقہ کار، قابل اعتراض معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ہم کو یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ مقامی اور بااثر لوگ ہی اس کام کو انجام دے سکتے تھے۔ موجودہ زمانہ میں پولس کے افسر بھی ان ہی لوگوں کی مدد سے مجرموں کو تلاش کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں تاریخ داؤدی میں ایک دلچسپ واقعہ کا ذکر ہے۔ اٹاوہ کے قریب ایک قتل ہوا۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

کی نگہبانی کرتے تھے کہ مبادا چور یا رہزن یا دشمن ان کا رستے والے کو آزار پہنچاوے، اور وہ موجب ان کی پشیمانی اور ہلاکت کا ہو۔

قطعہ[1]

کرے کوشش نہ عدل میں جبتک ملک و شاہی سے ہو نہ ہرگز شاد
پاک کر رستے دزد و رہزن سے گر تو چاہے کہ ملک ہو آباد

اور اپنے عاملوں کو کہتا کہ مسافر و سوداگر کی ہر ایک وقت دلداری و رعایت منظور ہے اور کسو وجہ سے ان کو آزار نہ پہنچے اور جو سوداگر مرجائے اور وارث نہ رکھتا ہو تو اس علت سے اس کے مال پہ ہاتھ ظلم و جور کا دراز نکریں۔

بیت

ہوا ملک میں تیرے جو کارواں خیانت ستم مال میں اس کے جان

اور اپنے تمام ملک میں دو جاگہہ سوداگر سے محصول لیتا۔ جب بنگالے کے ملک سے تیلیا گڑھی کے پاس آوے محصول لیا چاہیئے[2] اور اپنے ارکان دولت کو فرمایا تھا کہ موافق نرخ بازار مال

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) یہ مقام دو زمینداروں کی جائدادوں کی حد پر تھا۔ چنانچہ دونوں نے عذر کیا کہ وہ ان کے علاقے میں نہیں۔ شیر شاہ نے حکم دیا کہ ایک درخت کو جو اس جگہ واقع تھا، کاٹ لیا جائے۔ جوں ہی درخت کٹنا شروع ہوا ایک زمیندار نے مزاحمت شروع کی۔ چنانچہ اس سے دریافت کیا گیا کہ آدمی کے قتل کی تو اس کو خبر نہیں ہوئی لیکن درخت کٹنے کے متعلق فوراً معلوم ہو گیا۔ اسی کے گاؤں کے سب لوگوں کو پکڑ کر سزا دینے کی دھمکی دی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مجرم کا پتہ آسانی سے لگ گیا۔

[1] ایلیٹ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نظامی کے شعر کا ترجمہ ہے۔ دیکھو صفحہ ۴۲۱

[2] یہاں کچھ حصہ کا ترجمہ رہ گیا ہے۔ ایلیٹ کی عبارت یہ ہے: اور جو مال خراسان کی طرف سے آتا، اس پر سلطنت کی حد پر محصول لگایا جاتا، اور دوسری مرتبہ محصول اس جگہ لگایا جاتا جہاں وہ فروخت کیا جاتا۔

سوداگروں سے ہماری سرکار میں خرید داور زیادہ اسے چاہو اور اکثر یہ شعر پڑھتا۔

بیت

اکابر مسافر کی خدمت کریں	کہ نام ان کا عالم میں نیکی سے لیں

اور ایک اس کے قاعدوں سے جو ایجاد کئے تھے یہ تھا جو رایات نصرت آیات اس کے کسی طرف کو روانہ ہوتے تو ہر منزل میں گڑھی بناتے اور نقیب پکارتے کہ کوئی رعیت کو نستاوے اور آپ سوار ہو کر زراعت کو دیکھتا پھرتا اور جامداری کو بھی بھیجتا کہ لوگوں کو منع کریں کہ رعایا کی کھیتوں کے پاس کوئی نہ پھرے اور خان اعظم مظفر خاں سے میں نے سنا کہ کہتا تھا جو بعضے اوقات میں شیر خاں کے ساتھ ہوتا تو بیشتر دیکھتا کہ سوار ہو کر دائیں بائیں دیکھتا پھرتا عیاذاً باللہ جو کسو کو دیکھتا کہ کھیتی کو کاٹتا ہے[۱۲] اور حکم کرتا کہ خوید[ف] اس کے گلے میں باندھ کر لشکر کے گرد پھرادیں اور واسطے تنگی راہ کے ضرورتاً جو زراعت پامال ہوتی معتمد امینوں کو متعین کرتا تا کہ زراعت پائیمال کو جریب کر کے پیسہ رعیت کو دیں اور اگر ڈیرہ سپاہی کا کھیت کے پاس لاچاری کے باعث ہوتا تو وہ سپاہی زراعت کی نگہبانی مارے ڈر کے کرتا کہ مبادا کوئی اور زراعت میں ہاتھ ڈالے اور میں بدنام ہوں اور سیاست پادشاہی میں گرفتار ہوں کہ وہ عدالت میں کسو کی خاطر نہیں کرتا اور اگر دشمن کے ملک میں ہوتا تو اس ملک کی رعیت کو نہ لوٹتا نہ بندی کرتا اور اس رعیت کی زراعت کو نہ اجاڑتا اور کہتا کہ رعیت بے گناہ ہے جو غالب ہوتا ہے اس کی فرماں بردار ہوتی ہے اور اگر میں رعیت کو ستاؤں تو رعیت ویران ہو جائے گی اور ملک بے چراغ ہو جائے گا۔ پھر ایک مدت چاہیئے کہ ملک آباد ہو۔

بیت

ستمگر سے بھاگے رعیت سدا	کرے اس کو بدنام وہ جابجا

---

۱۲ اک تو اپنے ہاتھ سے اس کے کان کاٹتا ہے۔

ف خوید بمعنی گیہوں یا جو کا سبز درخت

اور اگر شیر خاں مخالف کے ملک میں جاتا تو اس کی عدالت کے سبب رعیت آباد رہتی اور جو اس کے لشکر میں درکار ہوتا رعیت لاکر حاضر کرتی۔

سخاوت واحسان

شیر شاہ سخاوت و احسان کی صفت سے موصوف تھا تمام دن مانند آفتاب کے زر بخشی اور ابر نیساں کی طرح دُر افشانی کرتا کہ وہی پٹھانوں کے جمع ہونے کا باعث ہوا اور ہند کے ملک کی ایسی ریاست ہوئی اور جو کوئی پریشانی روزگار کے باعث اس کے لشکر میں سپاہی اور ایمہ دار اور روزینہ دار سے جو کوئی آتا اسے خالی اور محروم نہ رکھتا اور موافق اس کی قدر کے اس کی کارروائی کرتا اور روز جو سپاہی تازہ وارد ہوتا اسے رکھتا اور باورچی خانے میں خاصہ بہت افراط سے ہوتا کہ کئی ہزار سوار نوکران خاص سے کہ پٹھانوں کی اصطلاح میں قبائیؔ[1] کہتے تھے وہ کھانا کھاتے، اور حکم عام تھا کہ جو کوئی مخادیم اور سپاہی اور رعیت سے احتیاج کھانے کی رکھتا ہو اور وہ باورچی خانے میں روئے تو اسے کھانا دیں اور محروم نہ رکھیں اور مسکین و فقیر و محتاج کے واسطے اپنے لشکر میں لنگر مقرر کئے تھے، انہیں کھانے مزے مزے کے دیتے اور لنگروں کے روزمرّے کے خرچ کی پانچ سو اشرفی مقرر تھی۔ مخادیم اور ایمہ داروں نے جو سلطان ابراہیم کے بعد لباسی کاغذ بنائے تھے وہ اسے معلوم تھے کہ رشوت عاملوں کو دے کر اپنے قدر اور اپنے حق سے زیادہ اپنے تصرف میں لائے تھے، اس واسطے مدد معاش ایمہ داروں کی تغیر کیا اور آپ متوجہ ہو کر ان کے حق کے موافق دیتا اور کسی کو محروم نہ چھوڑتا تھا، اور زاد راحلہ دے کر رخصت کرتا اور محتاجوں سے کہ جن کے ہاتھ سے کچھ کسب معیشت نہ ہو سکتا جیسے اندھا بڈھا، ضعیف عورات، بیوہ اور مریض وغیرہ ان کو زر نقد دیتا اور ان کا روزینہ اس شہر میں کہ جہاں وہ رہتے تھے وہاں کی تحصیل پر مقرر کر دیتا اور زاد راہ دے کر رخصت کرتا اور ایمہ داروں کو اس واسطے فرمان نہ دیتا کہ جعلی نہ بنا دیں اور صدر صدور کو یہ حکم تھا کہ فرماں ایمہ داروں کے واسطے

---

[1] الیٹ نے قیا ہی پڑھا ہے۔

تڑکے لایا کرے، جب وہ حضور میں لاتا ان فرمانوں کو ایک تھیلی میں ڈال اپنی مُہر کر ایک معتمد کو دیتا کہ فلانے پرگنے میں لے جا، جب وہ فرمان وہاں کے حاکم کے پاس پہنچتے، پہلے موافق فرمان کے زمین ناپ کر مخادیم کو دیتا، بعد اس کے فرمان دیتا۔

مدد معاش

اور شیر شاہ کہتا کہ پادشاہ پر لازم ہے کہ مدد و معاش، مخادیموں کو دیں کہ آبادی و رونق ہندوستان کے شہروں کی علما و مخادیم سے ہے اور طالب علم اور مسافر وغیرہ کہ پادشاہ تلک نہیں پہنچ سکتے۔ انہوں سے فیض پاتے ہیں۔ پس انہوں پر احسان کرنا باعث رفاہیت مسکین و مسافر کا ہے اور علم و حکمت و دین کے زیادہ ہونے کا سبب، جو کوئی چاہے کہ حق تعالیٰ مجھے بڑا کرے تو علما و صلحا زمانہ کی خدمت کرے تا نیک نامی دنیا کی اور سعادت آخرت کی حاصل ہووے۔

پٹھان نوازی

جو پٹھان کہ روہیل کھنڈ[1] سے اس کی ملازمت حاصل کرتا زر نقد اس کے ارادے کے اندازے سے زیادہ دیتا اور کہتا کہ ہند کے ملک سے جو میرے ہاتھ آیا ہے اس سے یہ حصّہ تیرا ہے اور یہی تیرا معمول ہوا، ہر برس آکے لیا کر اور شہر روہ کے رہنے والے جو سور کے قوم قبیلے سے تھے ہر برس آدمی ان کے گھروں کے گن کر لونڈی غلام تلک روپے دیتا اور اس کی دولت سے کوئی پٹھان ہند اور روہ میں فقیر نہ رہا اور سب سوداگر ہوئے، اور قاعدہ پٹھانوں کا سلطان بہلول اور سلطان سکندر کے عہد سے تا آخیر دولت پٹھانوں کی مقرر یہ تھا، جو کسو کو زر نقد یا خلعت دیتے تو وہ اس کا معمول ہوتا اور وہ ہر سال پایا کرتا۔

خبر رسانی

اور پانچ ہزار ہاتھی فیل خانے میں تھے اور پائے رکاب کے گھوڑوں کا شمار مقرر نہ تھا کہ خرید و

---

[1] یہاں اس روہیل کھنڈ سے مراد نہیں جو بعد میں اٹھارویں صدی میں قائم کیا۔ البیٹ نے افغانستان لکھا ہے۔

بخشش یکساں تھی لیکن تین ہزار چار سے گھوڑے سراؤں میں بندھے ہوئے تھے کہ ہر روز خبر لاتے تھے اور ایک لاک تیرہ ہزار پرگنہ ہند کے ملک سے اس کے قبضہ میں تھے اور فوجداروں کو ان پرگنات پر بھیجتا اور لشکر اس کا شمار و تخمینہ سے باہر تھا اس واسطے کہ ہر روز زیادہ ہوا کرتا اور شیر خاں نے جو قاعدے ایجاد کئے تھے ان کی رعایت کرکے اپنے ہر امیر کے لشکر کے ساتھ خبردار معتبر پنہاں مقرر کئے تھے تا مخفی تجسس و تفحص امیر و رعیت اور سپاہی کے احوال کو دریافت کرکے عرض کریں۔

بیت

شاہوں کے امیں ہوتے ہیں صاحب خبراں   مقبول و لے ہوتے ہیں سلطان جہاں

کہ مقرب بارگاہ اور ارکان دولت اپنی مصلحت کے واسطے یا وقت کا ملاحظہ کرکے پادشاہ سے حالات ملک کی عرض نہیں کرتے تھے تا پادشاہ ہر ایک خلل و خرابی کہ عدالت میں راہ پائی ہو صلاح کریں۔

انصاف پروری کی مثال

میں نے ایک معتبر کی زبانی جو شجاعت خاں کے ساتھ تھا سنا جب مالوے کے ملک کی حکومت شیر خاں نے شجاعت خاں کو دی پھر جاگیر کے تقسیم ہونے کے وقت اہل کاروں نے عرض کیا اگر حکم ہو تو سپاہیوں کے حصے سے کچھ آپ کے واسطے رکھ کے باقی کو قسمت کریں شجاعت خاں نے خام طمعی سے اپنے ارکان دولت کو حکم کیا کہ ہمارے لئے سپاہیوں کے حصے سے رکھو جب یہ خبر شجاعت خاں کے سپاہیوں کو پہنچی دو ہزار سوار نامی باہم متفق ہوئے اور انہوں نے یہ عہد و پیمان کیا کہ اگر شجاعت خاں از راہ طمع کے ہمارے حق سے کچھ چاہے تو اس کا احوال عالم پناہ شیر خاں کی جناب میں کہ عدالت میں رویت (رعایت) اپنے ہم قوم امیروں کی اور کیسا ہی صاحب لشکر ہو نہیں کرتا عرض کریں، اور شجاعت خاں اور اس کے ارکان دولت کے قریب سے گرہ موافقت و جمعیت کی نکھولیں اور نیک و بد میں یار و مددگار باہم دیگر رہیں اور طمع دنیوی کے باعث چہرہ دوستی اور موافقت کا تفرقہ کے ناخن سے نہ نوچیں بعد اتفاق کرنے کے شجاعت خاں

لشکر سے جدے جا کر اترے اور اپنے وکیل کو شجاعت خاں کے پاس روانہ کر کے کہا عرض کرو کہ مسند عالی کے اہل کار ہمارا حق جو شیر خاں نے مقرر کیا ہے جو نکا توں نہیں دیتے اور خلاف قاعدے امیروں کے ہے کہ سپاہیوں کے حق میں طمع کریں بلکہ امرائے عظام سوائے درماہے کے اپنے ہمراہیوں کو انعام واکرام سے سرفراز کرتے ہیں تا کام کے وقت خدمت گاری اور جاں نثاری میں سبقت کریں اور اگر مسند عالی ہمارے حق میں طمع کرے گا تو خلاف ونفاق لشکر میں ظاہر ہو گا اور تیری فوج پراگندہ ہو جائے گی اور باعث ارکان دولت کی بدنامی کا ہو گا۔

بیت

بحال تبہ ہو سپاہی اگر لڑائی کے دن کب وہ دے اپنا سر

جب شجاعت خاں سپاہیوں کے احوال سے مطلع ہوا ارکان دولت نے عرض کیا کہ دو ہزار سوار متابعت سے منحرف ہوئے اور مسند عالی دس ہزار سوار کا مالک ہے اگر حق ان بے حیاؤں کا جوں کا توں دو گے تو لوگ گمان کریں گے کہ شیر خاں کے ڈر سے دیا سستی اور کاہلی ارکان دولت کریں گے اور تیرے حکم میں ہووے گی اور دروازہ منفعت کا مسدود ہو گا۔ مناسب دولت یہ ہے کہ ان کو ایسا جواب سخت دیا چاہیئے کہ جس سے ناامید ہو ویں تا اور بدراہ نہ ہوویں اور عدول حکمی نہ کریں طمع نے شجاعت خاں کی فکر دوربین کی آنکھ کو سی دیا اور شیر خاں کی خبرداری وانصاف کو بھول گیا۔

بیت

طمع ہوشمندوں کی آنکھیں سئے اسی دام میں مرغ و ماہی پھنسے

اور یہ خیال میں نہ آیا کہ اگر شیر خاں اس احوال سے اطلاع پاوے گا تو سبب بدنامی وپشیمانی کا ہو گا جس وقت سپاہیوں نے جواب تلخ سنا مشورہ آپس میں کرنے لگے بعضوں نے کہا شیر خاں عادل پناہ کی بارگاہ میں جائے اور بعضے پٹھان جو شیر خاں کے مزاج داں اور اندیشہ وعقل سے بہرہ رکھتے تھے اپنے یاروں سے کہا کہ ہمارا شیر خاں کے پاس جانا مناسب نہیں اس واسطے کہ ہم کو شجاعت کے ساتھ دکھن کی سرحد پر رکھا ہے۔ بے اجازت اس کے یہاں سے جانا ٹھیک

نہیں اپنے وکیل کو شیر خاں مظلوم پناہ کی بارگاہ میں بھیجا چاہیئے تا ہمارے احوال کی حقیقت کی عرض اس کے حضور میں عرض کرے جو کچھ حکم ہو اس پر عمل کریں اور جو پادشاہی مہم اس اطراف میں پیش آوے تو اس کے دور کرنے میں بہ نسبت سب کے سعی زیادہ کریں۔ پھر مصلحت اخیسر کو سب رہیلوں نے قبول کر، عرضی اپنے احوال کی لکھی اور اپنے وکیل کو شیر خاں کے پاس بھیجا ہنوز وہ پہنچا نہ تھا کہ خبر دار اور جاسوسوں نے شجاعت خاں اور اس کے ہمراہیوں کی نزاع کا احوال شیر خاں کے حضور عرض کیا اس خبر کے سنتے ہی شیر خاں نے برہم ہو کر شجاعت خاں کے وکیل سے کہا کہ شجاعت خاں کو لکھو کہ تو فقیر تھا تجھے میں نے امیر کیا اور جو پٹھان تجھ سے بہتر تھے میں نے تیرے تابع کئے اور اپنی امیری کی دولت سے سیر نہیں ہوا کہ سپاہیوں کے حق میں طمع کرتا ہے خلق سے نہیں شرماتا اور خدا سے نہیں ڈرتا کہ میرے خلاف آئیں کے عمل میں لاتا ہے میں نے داغ کو اس واسطے ایجاد کیا ہے کہ امیر و سپاہی کے حق میں فرق معلوم ہو اور امیر حق سپاہی کا نہ رکھ سکے اگر تو میری نعمت کا پلا ہوا نہ ہوتا تو پوست تیرا کھینچتا۔ تجھے اس واسطے بخشا کہ پہلا گنا ہے جب تک کہ وکیل تیرے سپاہیوں کا میرے پاس نہیں پہنچا، اس عرصے میں اپنے سپاہیوں کی تسلی کر اور حق ان کا دے اور جو ان کے وکیل نے میرے پاس آکر تیری شکایت کی تو جاگیر تیری موقوف کروں گا اور تجھے عذاب شدید کے چنگل میں گرفتار کروں گا امرائے دولت کو نچاہیئے کہ ایسی بات خلاف حکم حضور کے عمل میں لاویں کہ جس میں دبدبۂ و وقار آقا کا نہ رہے اور باعث بدنامی کا ہووے جس وقت شجاعت خاں کے وکیل کی عرضی شجاعت خاں کو پہنچی نہایت شرمندگی و پشیمانی ہوئی اور دہشت و ہیبت سے سراسیمہ و مضطر ہوا اور اپنے ارکان دولت کو بہت سی سرزنش کی اور کہا تمہاری بدراہی کے باعث مجھے بدنامی و پشیمانی ہوئی اور پادشاہ کو میں کیا منہ دکھاؤں گا اور آپ سوار ہو کر دو ہزار سوار کے مقام پر آیا اور ان کی بہت سی عذر خواہی کی اور بقسمیہ عہد و پیمان سے تسلی و دلداری کر، کہا کہ تم سے کسو نوع کی بدی نکروں گا اور بہت سا انعام و بخشش کی اور اپنے لشکر میں لایا۔ جب سپاہیوں کا وکیل راہ سے پھر کر شجاعت خاں کی ملازمت

میں آیا حق سبحانہ تعالیٰ کے شکرانہ میں بہت سے روپئے فقرا و مساکین کو دیئے اور اس وکیل کو گھوڑا اور خلعت پادشاہانہ دیا۔

پٹھانوں میں شیر شاہ کی مقبولیت اور اثر

اور شیر خاں کا حکم پٹھانوں کی قوم میں کیا حاضر و غائب ایسا جاری تھا کہ اس کی سیاست کے ڈر اور ریاست کے تغیر ہونے کے باعث کسو شخص کا یہ زہرہ نتھا کہ خلاف اس کے امر کے عمل میں لائے اگرچہ کیسا ہی پیارا بیٹا یا بھائی یا قرابتی یا امیر یا اہل کاروں سے کوئی بات شیر خاں کی خلاف مرضی کے وقوع میں آتی اور وہ اسے معلوم ہوتی تو اس شخص کے باندھنے اور قتل کرنے کا حکم کرتا اور رشتہ داری اور افغانی کی ناموس حمیت کی شرم کو قطع کرتا اور اس کے فرمان قضا جریان پر بے توقف عمل کرتے۔ میں جو عباس لکھور سروانی احمدی ہوں میں نے خاں کے احوال کے نقل کرنے والوں سے اس طرح سنا ہے کہ شیر شاہ کے عصر میں اعظم ہمایوں نیازی جو حاکم پنجاب اور ملتان کا تھا وہ تیس ہزار کی جمعیت رکھتا تھا اور شیر شاہ کے امیروں میں کوئی شخص اتنی جمعیت نہ رکھتا، جب شیر خاں نے اپنے بھتیجے مبارک[1] خاں کو ملک روہ کی حکومت جو تصرف میں نیازیوں کے تھا، دی خواجہ حضرت سنبل کہ سردار سنبلوں کا تھا سند کے دریا کے کنارے پر جو طرف ہند کے تھا اس نے گڑھ بنا دیا اور مبارک خاں نے اس قلعہ کو آباد کیا۔ بیشتر اوقات سنبل اس کے پاس حاضر ہوتے تھے اور اس کی خدمت سے آرام نپاتے تھے اور اس کی طبیعت و فرماں برداری کرتے۔ الہداد سنبل کی بیٹی حسن و جمال میں ایسی تھی کہ اس میں اپنا نظیر نہ رکھتی تھی، مبارک خاں نے جب تعریف اس لڑکی کے حسن و جمال کی سنی، بن دیکھے اس کا عاشق ہوا۔ مرغ صبر و آرام کا اس کے ہاتھ سے اڑ گیا۔

ابیات

نہ تنہا عشق ہو کچھ دیکھنے سے ۔۔۔ بسا گفتار سے دولت یہ ہوئے

---

[1] ایبٹ نے مبارز خاں پڑھا ہے۔

شعاعِ حسن راہِ گوش سے آئے | دل و جان سے حواس و ہوش لے جائے

جس وقت مبارک خاں نے دل اپنا ہاتھ سے دیا غرور حکومت کے باعث رعیایت جو افغانوں کی قوم میں معتبر ہے اس کا پاس لحاظ نکیا اور کتنے ایک آدمی معتمد الہداد خاں کے پاس بھیجے کہ اپنی بیٹی کی شادی ہمارے ساتھ کرو اور الہداد نے جواب ادب آمیز دیا کہ آپ منصب حکومت اور سرداری کا رکھتے ہیں اور آپ کے اولاد بہت سی ہے قبیلے اور حرمین بھی بہت سی ہیں، دوسرے خان اعظم نے ہندوستان میں نشو و نما پایا ہے طبع ظریف اور فہم لطیف رکھتے ہو اور یہ لڑکی خو، خصلت روہ کی رکھتی ہے، ہمارے تمہارے درمیان نسبت عزیزگی کی بہت وجہ سے مناسب نہیں ہے۔ جب مبارک خاں نے پیغام الہداد کا سُنا غیرت و غصّے سے بہت پیچ تاب کھایا اور کمر سنبلوں کے ایذا و آزار پر باندھی۔ اس خیال سے کہ شاید میرے جور و جفا کرنے سے قوم سُنبل تنگ آکر بیٹی الہداد کی دیں اور شیر خاں کے ڈر سے مبارک خاں جو ظلم و ستم کرتا، سنبل صبر کرتے، جب ظلم اس نے حد سے زیادہ کیا فرید اور راندسی[۱] اور نظام کہ بمیات بھائی الہداد کے تھے انہوں نے مبارک خاں سے عرض کیا کہ ہم تینوں بھائی لڑکیاں رکھتے ہیں اور اپنی قوم میں الہداد کی نسبت زیادہ اعتبار رکھتے ہیں لڑکی جس بھائی کی خاطر خواہ ہو وے، اور آپ ہاتھ تعدی کا سنبلوں کے آزار سے کوتاہ کریں۔ مبارک خاں نے کہا کہ تمہاری بیٹی نہیں چاہتا ہوں، الہداد کی بیٹی دو، جب سنبلوں نے معلوم کیا کہ مبارک خاں ایسا خیال محال اپنی خاطر میں رکھتا ہے اگر یہ کبھی وقوع میں نہ آوے، تب صریح مبارک خاں سے عرض کیا کہ نسبت ناتا ہمارے تمہارے ہمیشہ ہوا ہے لیکن اپنے ہم برابر کے سے بی بیوں کی اولاد کی نسبت بی بیوں کی اولاد کے ساتھ۔

بیت

کرے ہمجنس سے ہمجنس پرواز | کبوتر سے کبوتر باز سے باز

اگرچہ نسبت تیرے ساتھ کرنی سن و سال کی وجہ سے برابر نہیں ہے، لیکن جو ہم تینوں بھائیوں

۱؎ الیٹ نے ادریس پڑھا ہے، لیکن خود بھی متذبذب ہے۔

۲؎ الیٹ نے ناجائز لکھا ہے۔

کی ماں تیری ماں کی طرح لونڈی ہے اس کی پادشاہی کے پاس لحاظ سے تیرے ساتھ نسبت قبول کرتے تھے۔ اس واسطے کہ تا غبار نزاع و نفاق کا درمیان سے دور ہو، خان اعظم نے جو بہ نسبت قبول نکی موجب ہماری پشیمانی کا ہوا۔ خدا سے ڈر، پٹھانوں کی رسم کے خلاف نکر، الہداد بی بی سے ہے تیرے ساتھ نسبت عزیزگی کی ہرگز جور و جفا اور جان کے ڈر سے نکرے گا، اس طمع خام کو اپنے دل سے اٹھا دے۔ جب مبارک خاں نے یہ بات سنی نخوت و تکبر و حکومت کے غرور سے اس کے غضب کی آگ بھڑکی اور دروازے نزاع و خصومت کے کھولے اور درپے آزاد سنبلوں کے ہوا اور سنبلوں کے ڈرانے کے واسطے دھوال گاؤں کو لوٹا اور ان کے لوگوں کو بے گناہ پکڑلایا اور خیرو جو خانہ زاد حضور کا اور کتوال (شحنہ) سنبلوں کے شہر کا تھا اس کی بیٹی وہ نہیں تھی اسے بھی پکڑ کر اپنے گھر میں لایا، سب سردار سنبلو کے جمع ہو کر، مبارک خاں کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ہماری تمہاری مستورات کی شرم ایک ہے۔ خیرو کتوال کی بیٹی کو چھوڑ دو اور ہماری عورات کا پاس شرم کرو، سنبلوں نے بہتیری عجز و زاری کی، اجل جو اس کی نزدیک پہنچی تھی، نمانا۔ جب سب ناامید ہوئے، مبارک خاں سے کہا تو ہندوؤں میں پیدا ہوا ہے اور راہ رسم پٹھانوں کی نہیں جانتا ہے اور کبھی کسو نے یہ زور و ظلم نہیں کیا ہے، اور ہم اس کی پادشاہی کے پاس لحاظ سے تیرا ادب کرتے ہیں، ہم سے دست بردار ہو، اور ظلم و ستم حد سے زیادہ نکر اور اس بے چاری ضعیفہ کو چھوڑ دے۔ مبارک خاں نے غصے سے کہا اس خانہ زاد کی بیٹی کی شرم کو بار بار زبان پر کیا لاتے ہو، تمہیں اس وقت معلوم ہوگا کہ جب الہداد کی بیٹی کو بزور اس کے گھر سے پکڑ لاؤں گا۔ سنبلوں کے سرداروں نے بھی غصے سے مبارک خاں سے کہا کہ اپنی جان پر رحم کر اور اپنی حد سے پاؤں باہر نرکھ اگر تو ہماری عورات کی طرف دیکھے گا تو تجھے مار ڈالیں گے اور اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ کتنے ایک سردار سنبلوں کے، شیر خاں مار ڈالے گا۔ جب مبارک خاں نے جواب درشت سنا، ہندوستانی خدمت گاروں کو کہا کہ سنبلوں کو مارتے مارتے گھر کے باہر کرو۔ ہمارے حضور سخت گوئی کرتے ہیں، جب انہو نے

لاٹھیاں اٹھا کر چاہا کہ سنبلوں کو مارے، مار کے وہاں سے نکالیں اس میں غل ہوا۔ ازبسکہ جوان سنبلوں کے، اس کے ظلم و تعدی سے ہو رہے تھے یکبارگی غصے ہو کر آنکی آن میں، مبارک خاں کو اور اکثر اس کے خدمت گاروں کو قتل کیا۔ جب یہ خبر شیر خاں کو پہنچی، اعظم ہمایوں کو لکھا کہ سور پٹھانوں کی قوم میں تھوڑے ہیں، اگر ہر ایک رہیلوں سے سور کو مار ڈالیں گے تو ایک سور کی قوم سے جہاں میں نہ رہے گا۔ اور سنبل تری قوم ہیں ان کے تئیں سزا دے تا دوسروں کو ڈر ہو اور وے بد خونہوں اور حاکموں کے قتل کرنے سے دست بردار ہوں۔ جب اس مضمون کا فرمان اعظم ہمایوں کو پہنچا جب وہ فوج کشی کر کے سنبلوں کی طرف گیا جب انہوں نے یہ خبر سنی کہ اعظم ہمایوں اپنی ذات سے اس طرف کو متوجہ ہوا انہوں نے اپنے وطن کو چھوڑ کر پہاڑ کی پناہ لی اور دامن پہاڑ میں ایک قلعہ اپنی حفاظت کے لئے اور یہ ارادہ رکھتے تھے کہ ہم اپنے اہل و عیال کے سمیت کابل کی طرف جاویں گے۔ جب یہ خبر اعظم ہمایوں نیازی نے سنی کہ قوم سنبل یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ کابل کی طرف جاویں گے اور فکر اندوہ سے بہت گھبرایا اور اپنے لوگوں سے مشورہ کیا کہ سنبل قوم و قبیلہ بہت رکھتے ہیں اور جوان مرد ہیں، وہ ذرہ سے ہاتھ نہ آویں گے اور اگر وہ کابل کی طرف گئے تو شیر خاں جانیگا کہ میں نے ان کے پکڑنے میں کمی کی اور میرے اشارے سے اس شہر سے نکل گئے۔ چاہیئے کہ ان کو مکر و حیلے سے اپنے دام میں لائے۔ یہ بات ٹھہرا کر اپنے وکیل کو سنبلوں کے پاس بھیجا اور پروانے میں لکھا کہ میں نے خوب تحقیق کیا ہے کہ تم بے قصور ہو اور ظلم و ستم مبارک خاں کی طرف سے تھا، میں تمہارے تئیں شیر خاں کے پاس بھیجواؤں گا اور تمہاری عفو تقصیرات کے لئے عرض کر بھیجوں گا، جیسے کہ رسم پٹھانوں کی ہے۔ کتنی ایک لڑکیاں نیازیوں کی سوروں کو دیں گے یا دو تین سرداروں کو شیر خاں مار ڈالے گا اور ساری قوم کا جلاوطن ہونا اور غیر ملک میں جانا کچھ مناسب نہیں۔ سنبلوں نے اپنی عرضی میں لکھا کہ اگر سور ہمارے ساتھ لڑنے کو آتے تو ہم بھی ایسے لڑتے کہ جہاں میں یادگار رہتا کہ نیازی بھی اس جواں مردی سے لڑے اور ہمیں یہ مشکل پیش آئی ہے۔ اگر ہم تیرے ساتھ لڑیں تو دونوں طرف نیازی ہی مارے جائیں گے اور اگر ہم بھاگ جاویں تو تو بدنام ہو گا کہ قوم اس کی تھی ان کی رعایت کی کہ

نکل گئے۔ اگر مسند عالی بقسمیہ عہد کریں کہ در پے آزار ہمارے نہ ہوویں، تو ہم آ کر تمہاری ملازمت کریں۔ اعظم ہمایوں نے کہا، مجھے اپنی قوم کی مگر شرم نہیں، کہ در پے آزار تمہارے ہوؤں گا۔ اعظم ہمایوں نے عہد و پیمان سنبلوں کی خاطر خواہ کیا۔ وہ سارا گروہ اپنے کس و کو لے آیا اور اعظم ہمایوں کی ملازمت حاصل کی۔ جب مسند عالی سب سنبلوں کو فریب دے کر مع اہل و عیال بھیرے کے ملک میں لایا اور لوٹ کے قتل کیا وقت قتل نیازیوں سے بعضے عزیزوں کو کہ قوم سنبل تھے کہا کہ تمہارے تئیں چھوڑتا ہوں بھاگ جاؤ۔ انہوں نے ناموس افغانی کا پاس کر کے کہا کہ ہمارا مارا جانا اپنے قوم قبیلے کے ساتھ بہتر ہے بے ناموسی کے جینے سے۔ مثل مشہور ہے، مرنا انبوہ کا بھی ایک جشن ہے۔ جب اعظم ہمایوں نے بیشتر گروہ سنبلوں کا قتل کیا اور اہل و عیال ان کے شیر خاں کے پاس بھیجے۔

شیر خاں جو خیر خواہ قوم کا تھا، یہ فعل قبیح اعظم ہمایوں نیازی کا اسے پسند نہ آیا کہ پٹھانوں کی قوم سے ایسا فعل بد عمل میں نہیں آیا ہے، مگر اعظم ہمایوں خیال پادشاہی کا رکھتا ہے کہ اس قدر اپنی قوم کو قتل کیا۔ سوائے دماغ پادشاہی کا رکھتا ہے کہ اس قدر اپنی قوم کو قتل کیا۔ سوائے اسی ارادے میں تھا کہ اعظم ہمایوں نیازی کو پنجاب کی حکومت سے تغیر کرے اتنی فرصت نہ ہوئی کہ اس عرصے میں شیر خاں شہید ہوا، بعد اس کے شہید ہونے کے اعظم ہمایوں نے ارادہ پادشاہت کا کیا۔

جس روز سے شیر خاں نے مسند حکومت و سرداری پر قرار پایا کسی شخص کو مخالفت کی دم مارنے کی مجال نہ تھی اور کوئی شخص نشان زبردستی اور بغاوت کا اور کوئی خار دل آزار اس کے ملک کے گلشن میں نہ اگا، اور کسی امیر و سپاہی یا چور و قزاق کا یہ زہرہ نہ تھا، کسو کی چیز کی طرف چشم خیانت سے دیکھ سکے اور اشارہ کر سکے اور اس کے ملک میں چور اور رہزن کا دخل نہ تھا اور شیر خاں کے عصر میں مسافر و رہ گذر نگہبانی کی محنت سے بے پروا تھے اور چلنے کے وقت تعین منزل سے کچھ فکر و اندیشہ دل میں نہ رکھتے تھے اور جس مکان پر رات ہوتی، خواہ ویران ہو خواہ آباد، وہاں نڈر اتر پڑتے اور مال و اسباب اپنا بے اندیشے رکھ دیتے اور مرکب کو چراگاہ میں چھوڑ دیتے اور

آپ بفراغت تمام اپنے گھر کی طرح سور ہتے اور اس اطراف کے زمیندار اس وہم سے کہ مبادا ان کو آزار پہنچے اور وہ سبب اپنی گرفتاری وخواری کا ہو نگہبانی کرتے اور اس کے عصر میں کیسی ہی بڑھیا زر و زیور اپنے سر پر راہ میں لئے جاتی ہو، تو کوئی چور یا کتوال کا پیادہ شیر خاں کے ڈر سے اس کے دامن کے گرد نپھر سکتا۔

بیت

کیا سایہ عالم میں اسطور پر　　　کہ رستم سے بڑھیا بھی ہے گی نڈر

اور شیر خاں کے عہد میں پٹھانوں کے گروہ سے ردہ اور ہند میں نزاع و خصومت اور لڑائی بھڑائی ان کی طینت سے بالکل دور کی تھی۔ شیر خاں عقل و کاروائی میں یکتا زمانہ تھا اور تھوڑے دنوں میں بندوبست ملک اور امن راہ اور آبادی ملک کی اور آسودگی رعیت وسپاہ کی کی تھی، لکھا گیا تیسرا طبقہ تحفہ اکبر شاہی پٹھانوں کے احوال سے۔

احسان پادشاہ یکتا کا کہ اس کے فضل وعنایت سے ترجمہ تاریخ شیر شاہی کا پانچویں تاریخ جمادی الاول کی بعد از نماز جمعہ سن بارہ سے بیس ہجری مطابق دوسری ماہ اگست سن اٹھارہ سو پانچ عیسوی میں سرانجام ہوا۔

چند مفید کتابیں

(۱) سرکشی ضلع بجنور

از سر سید احمد خاں، مرتبہ، ڈاکٹر سید معین الحق
ایم - اے - پی - ایچ - ڈی - انقلاب سنہ ۱۸۵۷ء
کے سلسلے میں نہایت مستند اور نادر تصنیف معہ تفصیلی
حالات مصنف — قیمت ۶-۰۰

(۲) تذکرہ صوفیائے پنجاب

مرتبہ مولوی اعجازالحق قدوسی - پنجاب کے صوفیائے کرام
کا مفصل، جامع اور مستند تذکرہ — قیمت ۱۵-۰۰

(۳) سوانح خواجہ معین الدین چشتی رح

مرتبہ، وحید احمد مسعود - حضرت خواجہ بزرگ کے مستند
اور مفصل حالات - — قیمت ۴-۵۰

(۴) ملفوظات و حالات شاہ فخر دہلوی

(اردو ترجمہ فخرالطالبین و مناقب فخریہ)

مترجمہ و مرتبہ درد کاکوروی - تصوف و تاریخ کے سلسلہ
کا قابل قدر تحفہ - — قیمت ۴-۵۰

(۵) الحکمتہ فی مخلوقات اللہ

تصنیف امام غزالی
(اردو ترجمہ) — قیمت ۳-۵۰

(۶) اسلامی ہند پاکستان کی تعلیمی تاریخ

مولفہ پروفیسر سید نوشہ علی (زیر طبع)

(۷) آثارالصنادید از سر سید احمد خان

مع مقدمہ حواشی اور تعلیقات از ڈاکٹر سید معین الحق
(زیر طبع)

(۸) تواریخ عجیب المعروف بہ کالا پانی از مولوی جعفر تھانیسری

مع مقدمہ و حواشی محمد ایوب قادری — قیمت ۴-۵۰

(۹) An Introduction to the History of Hind Pakistan

by Dr. S. Moinul Haq — Rs. 10-50.

سلمان اکیڈیمی

حق نشان ۳۰ نیو کراچی ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی - ۵